تفسیر ابن کثیر

۱۳
پارہ نمبر

چند اہم مضامین کی فہرست

میں اپنے نفس کی پاکیزگی بیان نہیں کرتی' بے شک نفس تو برائی پر ابھارنے والا ہے ہی مگر یہ کہ میرا پروردگار ہی اپنا رحم کرے یقیناً میرا پالنے والا بڑی بخشش کرنے والا اور بہت مہربانی فرمانے والا ہے ○ بادشاہ نے کہا' اسے میرے پاس لاؤ کہ میں اسے اپنے خاص ذاتی کاموں کے لئے مقرر کرلوں' پھر جب اس سے بات چیت کی تو کہنے لگا کہ تو ہمارے ہاں آج سے ذی عزت اور امانتدار ہے ○ یوسف نے کہا' آپ مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیجئے' میں حفاظت کرنے والا اور باخبر ہوں ○

(آیت:۵۳) عزیز مصر کی بیوی کہہ رہی ہے کہ میں اپنی پاکیزگی بیان نہیں کر رہی' اپنے آپ کو نہیں سراہتی۔ نفس انسانی تمناؤں اور بری باتوں کا مخزن ہے۔ اس میں ایسے جذبات اور شوق اچھلتے رہتے ہیں۔ وہ برائیوں پر ابھارتا رہتا ہے' اسی کے پھندے میں پھنس کر میں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا۔ مگر جسے اللہ چاہے' نفس کی برائی سے محفوظ رکھ لیتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ بڑا غفور و رحیم ہے۔ بخشش کرنا' معافی دینا اس کی ابدی اور لازمی صفت ہے۔ یہ قول عزیز مصر کی عورت کا ہی ہے۔ یہی بات زیادہ مشہور ہے اور زیادہ لائق ہے اور واقعہ کے بیان سے بھی زیادہ مناسب ہے۔ اور کلام کے معنی کے ساتھ بھی زیادہ موافق ہے۔ امام ماوردی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اسے وارد کیا ہے۔ اور علامہ ابوالعباس حضرت امام ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ نے تو اسے ایک مستقل تصنیف میں بیان فرمایا ہے اور اس کی پوری تائید کی ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ قول حضرت امام یوسف علیہ السلام کا ہے۔ لیعلم سے اس دوسری آیت کے ختم تک انہی کا فرمان ہے۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے تو صرف یہی ایک قول نقل کیا ہے۔ چنانچہ ابن جریر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بادشاہ نے عورتوں کو جمع کر کے جب ان سے پوچھا کہ کیا تم نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بہلایا پھسلایا تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ حاشاللہ ہم نے اس میں کوئی برائی نہیں دیکھی۔ اس وقت عزیز مصر کی بیوی نے اقرار کیا کہ واقعی حق تو یہی ہے۔ تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا' یہ سب اس لئے تھا کہ میری امانت داری کا یقین ہو جائے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے فرمایا' وہ دن بھی یاد ہے کہ آپ نے کچھ ارادہ کر لیا تھا؟ تب آپ نے فرمایا' میں اپنے نفس کی برات تو نہیں کر رہا؟ بے شک نفس برائیوں کا حکم دیتا ہے۔ الغرض ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ کلام حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے۔ لیکن پہلا قول یعنی اس کلام کا عزیز کی عورت کا کلام ہونا ہی زیادہ قوی اور زیادہ ظاہر ہے۔ اس لئے کہ اوپر سے انہی کا کلام چلا آ رہا ہے جو بادشاہ کے سامنے سب کی موجودگی میں ہو رہا تھا۔ اس وقت تو حضرت یوسف علیہ السلام وہاں موجود ہی نہ تھے۔ اس تمام قصے کے کھل جانے کے بعد بادشاہ نے آپ کو بلوایا۔

(آیت:۵۴-۵۵) جب بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کی بے گناہی کھل گئی تو خوش ہو کر کہا کہ انہیں میرے پاس بلا لاؤ کہ میں انہیں اپنے خاص مشیروں میں کرلوں۔ چنانچہ آپ تشریف لائے۔ جب وہ آپ سے ملا' آپ کی صورت دیکھی' آپ کی باتیں سنیں' آپ کے اخلاق دیکھے تو دل سے گرویدہ ہو گیا اور بے ساختہ اس کی زبان سے نکل گیا کہ آج سے آپ ہمارے ہاں معزز اور معتبر ہیں۔ اس وقت آپ نے ایک خدمت اپنے لئے پسند فرمائی اور اس کی اہلیت ظاہر کی۔ انسان کو یہ جائز بھی ہے کہ جب وہ انجان لوگوں میں ہو تو اپنی

قابلیت بوقت ضرورت بیان کر دے۔اس خواب کی بناء پر جس کی تعبیر آپ نے دی تھی' آپ نے یہی آرزو کی کہ زمین کی پیداوار غلہ وغیرہ جو جمع کیا جاتا ہے' اس پر مجھے مقرر کیا جائے تاکہ میں محافظت کروں نیز اپنے علم کے مطابق عمل کر سکوں تاکہ رعایا کو قحط سالی کی مصیبت کے وقت قدرے عافیت مل سکے۔ بادشاہ کے دل پر تو آپ کی امانت داری' سچائی' سلیقہ مندی اور کامل علم کا سکہ بیٹھ چکا تھا۔اسی وقت اس نے اس درخواست کو منظور کر لیا۔

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْاَرْضِ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ط نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ ع ۸

اس طرح ہم نے یوسف کو ملک کا قبضہ دے دیا کہ وہ جہاں کہیں چاہے رہے سہے' ہم جسے چاہیں' اپنی رحمت پہنچا دیتے ہیں۔ہم نیک کاروں کا ثواب ضائع نہیں کرتے ○ یقیناً ایمانداروں اور پرہیزگاروں کا اخروی اجر بہت ہی بہتر ہے ○

(آیت:۵۶-۵۷) زمین مصر میں یوں حضرت یوسف علیہ السلام کی ترقی ہوئی۔اب ان کے اختیار میں تھا کہ جس طرح چاہیں تصرف کریں۔جہاں چاہیں مکانات تعمیر کریں۔یا اس تنہائی اور قید کو دیکھئے یا اب اس اختیار اور آزادی کو دیکھئے۔سچ ہے رب جسے چاہے اپنی رحمت کا جتنا حصہ چاہے دے۔صابروں کا صبر پھل لا کر ہی رہتا ہے۔بھائیوں کا دکھ سہا' اللہ کی نافرمانی سے بچنے کے لئے عزیز مصر کی عورت سے بگاڑ لی اور قید خانے کی مصیبتیں برداشت کیں۔پس رحمت الٰہی کا ہاتھ بڑھا اور صبر کا اجر ملا۔نیک کاروں کی نیکیاں کبھی ضائع نہیں جاتیں۔ پھر ایسے باایمان تقوی والے آخرت میں بڑے درجے اور اعلیٰ ثواب پاتے ہیں۔یہاں یہ ملا۔وہاں کے ملنے کی تو کچھ نہ پوچھئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں بھی قرآن میں آیا ہے کہ یہ دنیا کی دولت وسلطنت ہم نے تجھے اپنے احسان سے دی ہے اور قیامت کے دن بھی تیرے لئے ہمارے ہاں اچھی مہمانی ہے۔الغرض شاہ مصر ریان بن ولید نے سلطنت مصر کی وزارت آپ کو دی' پہلے اسی عہدے پر اس عورت کا خاوند تھا جس نے آپ کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا۔اسی نے آپ کو خرید لیا تھا۔آخر شاہ مصر آپ کے ہاتھ پر ایمان لایا۔ابن اسحاق کہتے ہیں کہ آپ کے خریدنے والے کا نام اطغر تھا۔یہ انہی دنوں میں انتقال کر گیا۔اس کے بعد بادشاہ نے اس کی زوجہ راعیل سے حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح کر دیا۔جب آپ ان سے ملے تو فرمایا' کہو کیا یہ اس تمہارے ارادے سے بہتر نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ اے صدیقؑ مجھے ملامت نہ کیجئے۔آپ کو معلوم ہے کہ میں حسن و خوبصورتی والی دھن دولت والی عورت تھی میرے خاوند مردمی سے محروم تھے۔وہ مجھ سے مل ہی نہیں سکتے تھے۔ادھر آپ کو قدرت نے جس فیاضی سے دولت حسن کے ساتھ مالا مال کیا ہے وہ بھی ظاہر ہے۔پس مجھے اب ملامت نہ کیجئے۔کہتے ہیں کہ واقعی حضرت یوسفؑ نے انہیں کنواری پایا۔

پھر ان کے بطن سے آپ کو دو لڑکے ہوئے۔افراثیم اور میشا۔افراثیم کے ہاں نون پیدا ہوئے جو حضرت یوشعؑ کے والد ہیں اور رحمت نامی صاحبزادی ہوئی جو حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی ہیں۔حضرت فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عزیز کی بیوی راستے میں کھڑی تھیں جو حضرت یوسفؑ کی سواری نکلی تو بے ساختہ ان کے منہ سے نکل گیا کہ الحمدللہ اللہ کی شان کے قربان جس نے اپنی فرمانبرداری کی وجہ سے غلاموں کو بادشاہی پر پہنچایا اور اپنی نافرمانی کی وجہ سے بادشاہوں کو غلامی پر لا اتارا۔

وَجَآءَ اِخۡوَةُ يُوۡسُفَ فَدَخَلُوۡا عَلَيۡهِ فَعَرَفَهُمۡ وَهُمۡ لَهٗ مُنۡكِرُوۡنَ ﴿۵۸﴾ وَلَمَّا جَهَّزَهُمۡ بِجَهَازِهِمۡ قَالَ ائۡتُوۡنِىۡ بِاَخٍ لَّكُمۡ مِّنۡ اَبِيۡكُمۡ‌ۚ اَلَا تَرَوۡنَ اَنِّىۡۤ اُوۡفِى الۡكَيۡلَ وَاَنَا خَيۡرُ الۡمُنۡزِلِيۡنَ ﴿۵۹﴾ فَاِنۡ لَّمۡ تَاۡتُوۡنِىۡ بِهٖ فَلَا كَيۡلَ لَكُمۡ عِنۡدِىۡ وَلَا تَقۡرَبُوۡنِ ﴿۶۰﴾ قَالُوۡا سَنُرَاوِدُ عَنۡهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوۡنَ ﴿۶۱﴾ وَقَالَ لِفِتۡيٰنِهِ اجۡعَلُوۡا بِضَاعَتَهُمۡ فِىۡ رِحَالِهِمۡ لَعَلَّهُمۡ يَعۡرِفُوۡنَهَاۤ اِذَا انْقَلَبُوۡۤا اِلٰٓى اَهۡلِهِمۡ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ ﴿۶۲﴾

یوسف علیہ السلام کے بھائی آئے اور یوسف کے پاس گئے تو اس نے انھیں پہچان لیا اور انھوں نے اسے نہ پہچانا ○ جب انھیں ان کا اسباب مہیا کر دیا تو کہا کہ تم میرے پاس اپنے اس بھائی کو بھی لانا جو تمہارے باپ سے ہے' کیا تم نے دیکھا نہیں کہ میں نے ناپ بھی پورا دیا اور میں ہوں بھی بہترین میزبانی کرنے والوں میں ○ پس اگر تم اسے لے کر میرے پاس نہ آئے تو میری طرف سے تمہیں کوئی ناپ نہ ملے گا بلکہ تم میرے قریب بھی نہ پھٹکنا ○ انھوں نے کہا' اچھا ہم اس کے باپ سے اس کی بابت بات چیت کر کے کوشش پوری کریں گے ○ اپنے خدمتگاروں سے کہا کہ ان کی پونجیاں انھی کی بوریوں میں رکھ دو کہ یہ جب لوٹ کر اپنے اہل وعیال میں جائیں اور پونجیوں کو پہچان لیں تو بہت ممکن ہے کہ یہ پھر لوٹ کر آئیں ○

(آیت: ۵۸-۶۲) کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے وزیر مصر بن کر سات سال تک غلے اور اناج کو بہترین طور پر جمع کیا۔ اس کے بعد جب عام قحط سالی شروع ہوئی اور لوگ ایک ایک دانے کو ترسنے لگے تو آپ نے محتاجوں کو دینا شروع کیا' یہ قحط علاقہ مصر سے نکل کر کنعان وغیرہ شہروں کو بھی شامل تھا۔ آپ ہر بیرونی شخص کو اونٹ بھر کر غلہ عطا فرمایا کرتے تھے۔ اور خود آپ کا لشکر بلکہ خود بادشاہ بھی دن بھر میں صرف ایک ہی مرتبہ دوپہر کے وقت ایک آدھ نوالہ کھا لیتے تھے اور اہل مصر کو پیٹ بھر کر کھلاتے تھے۔ پس اس زمانے میں یہ بات ایک رحمت رب تھی۔ یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے پہلے سال مال کے بدلے غلہ بیچا۔ دوسرے سال سامان اسباب کے بدلے تیسرے سال بھی اور چوتھے سال بھی۔ پھر خود لوگوں کی جان اور ان کی اولاد کے بدلے۔ پس خود لوگ' ان کے بچے اور ان کی کل ملکیت اور مال کے آپ مالک بن گئے۔ لیکن اس کے بعد آپ نے سب کو آزاد کر دیا اور ان کے مال بھی ان کے حوالے کر دیئے۔

یہ روایت بنو اسرائیل کی ہے جسے ہم سچ جھوٹ نہیں کہہ سکتے۔ یہاں یہ بیان ہو رہا ہے کہ ان آنے والوں میں برادران یوسف بھی تھے جو باپ کے حکم سے آئے تھے۔ انہیں معلوم ہوا تھا کہ عزیز مصر مال ومتاع کے بدلے غلہ دیتے ہیں تو آپ نے اپنے دس بیٹوں کو یہاں بھیجا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے سگے بھائی بنیامین کو جو آپ کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کے نزدیک بہت ہی پیارے تھے' اپنے پاس روک لیا۔ جب یہ قافلہ اللہ کے نبی علیہ السلام کے پاس پہنچا تو آپ نے تو بہ یک نگاہ سب کو پہچان لیا لیکن ان میں سے ایک بھی آپ کو نہ پہچان سکا۔ اس لئے کہ آپ ان سے بچپن میں ہی جدا ہو گئے تھے۔ بھائیوں نے آپ کو سوداگروں کے ہاتھ بیچ ڈالا تھا۔ انہیں کیا خبر تھی کہ پھر کیا ہوا۔ اور یہ تو ذہن میں بھی نہ آ سکتا تھا کہ وہ بچہ جسے بحیثیت غلام بیچا تھا' آج وہی عزیز مصر بن کر بیٹھا ہے۔ ادھر حضرت یوسف علیہ السلام نے طرز گفتگو بھی ایسا اختیار کیا کہ انہیں وہم بھی نہ ہو۔ ان سے پوچھا کہ تم لوگ میرے ملک میں کیسے آ گئے؟ انہوں نے کہا' یہ سن کر کہ آپ غلہ

عطا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا' مجھے تو شک ہوتا ہے کہ کہیں تم جاسوس نہ ہو؟ انہوں نے کہا معاذ اللہ ہم جاسوس نہیں۔ فرمایا تم رہنے والے کہاں کے ہو؟ کہا کنعان کے اور ہمارے والد صاحب کا نام یعقوب نبی اللہ ہے۔ آپ نے پوچھا تمہارے سوا ان کے اور لڑکے بھی ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں ہم بارہ بھائی تھے۔ ہم میں جو سب سے چھوٹا تھا اور ہمارے باپ کی آنکھوں کا تارا تھا' وہ تو ہلاک ہو گیا۔ اسی کا ایک بھائی اور ہے۔ اسے باپ نے ہمارے ساتھ نہیں بھیجا بلکہ اپنے پاس ہی روک لیا ہے کہ اس سے ذرا آپ کو اطمینان اور تسلی رہے۔

ان باتوں کے بعد آپ نے حکم دیا کہ انہیں سرکاری مہمان سمجھا جائے اور ہر طرح خاطر مدارت کی جائے اور اچھی جگہ ٹھہرایا جائے۔ اب جب انہیں غلہ دیا جانے لگا اور ان کے تھیلے بھر دیئے گئے اور جتنے جانور ان کے ساتھ تھے' وہ جتنا غلہ اٹھا سکتے تھے' بھر دیا تو فرمایا' دیکھو اپنی صداقت کے اظہار کے لئے اپنے اس بھائی کو جسے تم اس مرتبہ اپنے ساتھ نہیں لائے' اب اگر آؤ تو لیتے آنا' دیکھو میں نے تم سے اچھا سلوک کیا ہے اور تمہاری بڑی خاطر تواضع کی ہے۔ اس طرح رغبت دلا کر پھر دھمکا بھی دیا کہ اگر دوبارہ کے آنے میں اسے ساتھ نہ لائے تو میں تمہیں ایک دانہ اناج کا نہ دوں گا بلکہ تمہیں اپنے نزدیک بھی نہ آنے دوں گا۔ انہوں نے وعدے کئے کہ ہم انہیں کہہ سن کر لالچ دکھا کر ہر طرح پوری کوشش کریں گے کہ اپنے اس بھائی کو بھی لائیں تاکہ بادشاہ کے سامنے ہم جھوٹے نہ پڑیں۔ سدی رحمتہ اللہ علیہ تو کہتے ہیں کہ آپ نے ان سے رہن رکھ لیا کہ جب اسے لاؤ گے تو یہ پاؤ گے۔ لیکن یہ بات کچھ جی کو لگتی نہیں اس لئے کہ آپ نے تو انہیں واپسی کی بڑی رغبت دلائی اور بہت کچھ تمنا ظاہر کی۔ جب بھائی کوچ کی تیاریاں کرنے لگے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے چالاک چاکروں سے اشارہ کیا کہ جو اسباب یہ لائے تھے اور جس کے عوض انہوں نے ہم سے غلہ لیا ہے' وہ بھی انہیں واپس کر دو لیکن اس خوبصورتی سے کہ انہیں معلوم تک نہ ہو۔ ان کے کجاووں اور بوروں میں ان کی تمام چیزیں رکھ دو۔ ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ آپ کو خیال ہوا ہو کہ اب گھر میں کیا ہو گا جسے لے کر یہ غلہ لینے کے لئے آئیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے اپنے باپ اور بھائی سے اناج کا کچھ معاوضہ لینا مناسب نہ سمجھا ہو اور یہ بھی قرین قیاس ہے کہ آپ نے یہ خیال فرمایا ہو کہ جب یہ اپنا اسباب کھولیں گے اور یہ چیزیں اس میں پائیں گے تو ضروری ہے کہ ہماری یہ چیزیں ہمیں واپس دینے کو آئیں تو اس بہانے ہی بھائی سے ملاقات ہو جائے گی۔

فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۶۳﴾ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ۭ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۠ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۶۴﴾

جب یہ لوگ لوٹ کر اپنے والد کے پاس گئے تو کہنے لگے ابا جی ہم سے تو غلہ کا پیمانہ روک لیا گیا۔ اب آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیجئے کہ ہم پیمانہ بھر کر لائیں۔ ہم اس کی نگہبانی کے ذمہ دار ہیں ○ کہا کہ مجھے تو اس کی بابت بھی تمہارا بس ویسا ہی اعتبار ہے جیسا اس سے پہلے اس کے بھائی کے بارے میں تھا' پس اللہ ہی بہترین حافظ ہے اور ہے بھی وہ سب مہربانوں سے بڑا مہربان ○

(آیت: ۶۳-۶۴) بیان ہو رہا ہے کہ باپ کے پاس پہنچ کر انہوں نے کہا کہ اب ہمیں تو غلہ مل نہیں سکتا تاوقتیکہ آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو نہ بھیجیں۔ اگر انہیں ساتھ کر دیں تو البتہ مل سکتا ہے۔ آپ بے فکر رہئے۔ ہم آپ اس کی نگہبانی کر لیں گے نَكْتَلْ کی دوسری

قرأت یُکْتَلْ بھی ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ بس وہی تم ان کے ساتھ کرو گے جو اس سے پہلے ان کے بھائی حضرت یوسفؑ کے ساتھ کر چکے ہو کہ یہاں سے لے گئے اور یہاں پہنچ کر کوئی بات بنا دی۔ حَافِظاً کی دوسری قرأت حِفْظاً بھی ہے آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی بہترین محافظ اور نگہبان ہے اور ہے بھی وہ ارحم الراحمین، میرے بڑھاپے پر میری کمزوری پر وہ رحم فرمائے گا اور جو غم و رنج مجھے اپنے بچے کا ہے۔ وہ دور کر دے گا۔ مجھے اس کی پاک ذات سے امید ہے کہ وہ میرے یوسف کو مجھ سے پھر ملا دے گا اور میری پراگندگی کو دور کر دے گا۔ اس پر کوئی کام مشکل نہیں۔ وہ اپنے بندوں سے اپنے رحم و کرم کو نہیں روکتا۔

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴿۶۵﴾ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۶۶﴾

جب انھوں نے اپنا اسباب کھولا تو انھوں نے اپنا سرمایہ موجود پایا جو ان کی جانب لوٹا دیا گیا تھا' کہنے لگے اے ہمارے باپ ہمیں اور کیا چاہیے' دیکھئے تو یہ ہمارا سرمایہ بھی ہمیں واپس لوٹا دیا گیا ہے۔ ہم اپنے خاندان کو رسد لا دیں گے اور اپنے بھائی کی نگرانی رکھیں گے اور ایک اونٹ کا پیمانہ زیادہ لائیں گے۔ یہ ناپ تو بہت آسان ہے ○ یعقوب علیہ السلام نے کہا' میں تو اسے ہرگز ہرگز تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک کہ تم اللہ کو بیچ میں رکھ کر مجھے قول و قرار نہ دو کہ تم اسے میرے پاس پہنچا دو گے بجز اس ایک صورت کے کہ تم سب گرفتار کر لیے جاؤ۔ جب انھوں نے پکا قول و قرار دے دیا تو اس نے کہا ہم جو کچھ کہتے ہیں' اللہ اس پر نگہبان ہے ○

(آیت: ۶۵-۶۶) یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ بھائیوں کی واپسی کے وقت اللہ کے نبی نے ان کا مال ومتاع' ان کے اسباب کے ساتھ پوشیدہ طور پر واپس کر دیا تھا۔ یہاں گھر پہنچ کر جب انہوں نے کجاوے کھولے اور اسباب علیحدہ علیحدہ کیا تو اپنی سب چیزیں جوں کی توں واپس شدہ پائیں تو اپنے والد سے کہنے لگے' لیجئے اب آپ کو اور کیا چاہیے۔ اصل تک تو عزیز مصر نے ہمیں واپس کر دی ہے اور بدلے کا غلہ پورا پورا دے دیا ہے۔ اب تو آپ بھائی صاحب کو ضرور ہمارے ساتھ کر دیجئے تو ہم اپنے خاندان کے لئے غلہ بھی لائیں گے اور بھائی کی وجہ سے ایک اونٹ کا بوجھ اور بھی مل جائے گا کیونکہ عزیز مصر ہر شخص کو ایک اونٹ کا بوجھ ہی دیتے ہیں۔ اور آپ کو نہیں ہمارے ساتھ کرنے میں تامل کیوں ہے؟ ہم اس کی دیکھ بھال اور نگہداشت پوری طرح کریں گے۔ یہ ناپ بہت ہی آسان ہے۔ یہ تھا کلام کا تتمہ اور کلام کو اچھا کرنا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام ان تمام باتوں کے جواب میں فرماتے ہیں کہ جب تک تم حلفیہ اقرار نہ کرو کہ اپنے اس بھائی کو اپنے ہمراہ مجھ تک واپس پہنچاؤ گے' میں اسے تمہارے ساتھ بھیجنے کا نہیں۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ خدانخواستہ تم سب ہی گھر جاؤ اور چھوٹ نہ سکو۔ چنانچہ بیٹوں نے اللہ کو بیچ میں رکھ کر مضبوط عہد و پیمان کیا۔ اب حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ فرما کر کہ ہماری اس گفتگو کا اللہ وکیل ہے' اپنے پیارے بچے کو ان کے ساتھ کر دیا۔ اس لئے کہ قحط کے مارے غلے کی ضرورت تھی اور بغیر بھیجے چارہ نہ تھا۔

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَاۤ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۹﴾

ع ۱۱

اور کہنے لگا اے میرے بچو! تم سب ایک دروازے سے نہ جانا بلکہ کئی ایک دروازوں میں سے جدا جدا طور پر داخل ہونا' میں اللہ کی طرف سے آنے والی کسی چیز کو تم سے ٹال نہیں سکتا۔ حکم صرف اللہ ہی کا چلتا ہے' میرا کامل بھروسہ اسی پر ہے اور ہر ایک بھروسہ کرنے والے کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے ○ جب وہ انہی راستوں میں سے جن کا حکم ان کے والد نے انہیں دیا تھا' گئے کچھ نہ تھا کہ اللہ نے جو بات مقرر کردی ہے' وہ اس سے انہیں ذرا بھی بچالے' ہاں یعقوب نے اپنے ضمیر کے ایک خطرے کو سرانجام دے لیا' وہ ہمارے سکھلائے ہوئے علم کا عالم تھا لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ○ یہ سب جب یوسفؑ کے پاس پہنچ گئے تو اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس بٹھا لیا اور کہا کہ میں تیرا بھائی (یوسف) ہوں۔ پس یہ جو کچھ کرتے رہے' اس کا کچھ رنج نہ کر ○

(آیت:۶۷-۶۸) چونکہ نبی خدا حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بچوں پر نظر لگ جانے کا کھٹکا تھا کیونکہ وہ سب اچھے' خوبصورت' تنومند' طاقتور مضبوط' دیدہ رو نوجوان تھے۔ اس لئے بوقت رخصت ان سے فرماتے ہیں کہ پیارے بچو! تم سب شہر کے ایک ہی دروازے سے شہر میں نہ جانا بلکہ مختلف دروازوں سے ایک ایک دو دو کر کے جانا۔ نظر کا لگ جانا حق ہے۔ گھوڑ سوار کو یہ گرا دیتی ہے۔ پھر ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ یہ میں جانتا ہوں اور میرا ایمان ہے کہ یہ تدبیر تقدیر میں ہیرا پھیری نہیں کر سکتی۔ اللہ کی قضا کو کوئی شخص کسی تدبیر سے بدل نہیں سکتا۔ اللہ کا چاہا پورا ہو کر ہی رہتا ہے۔ حکم اسی کا چلتا ہے۔ کون ہے جو اس ارادے کو بدل سکے؟ اس کے فرمان کو ٹال سکے؟ اس کی قضا کو لوٹا سکے؟ میرا بھروسہ اسی پر ہے اور مجھ پر ہی کیا موقوف ہے۔ ہر ایک توکل کرنے والے کو اسی پر توکل کرنا چاہئے۔ چنانچہ بیٹوں نے باپ کی فرماں برداری کی اور اسی طرح کئی ایک دروازوں میں بٹ گئے اور شہر میں پہنچے۔ اس طرح وہ اللہ کی قضا کو لوٹا تو نہیں سکتے تھے ہاں حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک ظاہری تدبیر پوری کی کہ اس سے وہ نظر بد سے بچ جائیں۔ وہ ذی علم تھے۔ الہامی علم ان کے پاس تھا۔ ہاں اکثر لوگ ان باتوں کو نہیں جانتے۔

(آیت:۶۹) بنیامین جو حضرت یوسف علیہ السلام کے سگے بھائی تھے' انہیں لے کر آپ کے اور بھائی جب مصر پہنچے' آپ نے اپنے سرکاری مہمان خانے میں ٹھہرایا' بڑی عزت و تکریم کی اور صلہ اور انعام و اکرام دیا' اپنے بھائی سے تنہائی میں فرمایا کہ میں تیرا بھائی یوسف ہوں' اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ انعام و اکرام فرمایا ہے' اب تمہیں چاہئے کہ بھائیوں نے جو سلوک میرے ساتھ کیا ہے' اس کا رنج نہ کرو اور اس حقیقت کو

بھی ان پر نہ کھولو۔ میں کوشش میں ہوں کہ کسی نہ کسی طرح تمہیں اپنے پاس روک لوں۔

فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ﴿۷۰﴾ قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِم مَّاذَا تَفْقِدُونَ ﴿۷۱﴾ قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَن جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُم مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ ﴿۷۳﴾ قَالُوا فَمَا جَزَاؤُهُ إِن كُنتُمْ كَاذِبِينَ ﴿۷۴﴾ قَالُوا جَزَاؤُهُ مَن وُجِدَ فِي رَحْلِهِ فَهُوَ جَزَاؤُهُ ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿۷۵﴾

پھر جب انھیں ان کا سامان اسباب ٹھیک ٹھاک کر کے دیا تو اپنے بھائی کے اسباب میں پانی پینے کا پیالہ رکھ دیا' پھر ایک آواز دینے والے نے پکار کر کہا کہ اے قافلے والو تم لوگ تو چور ہو ○ انھوں نے ان کی طرف منہ پھیر کر کہا کہ تمہاری کیا چیز کھوئی گئی ہے؟ ○ جواب دیا کہ شاہی جام گم ہے' جو اسے لے آئے' اسے ایک اونٹ کے بوجھ کا غلہ ملے گا' اس وعدہ کا میں ضامن ہوں ○ انھوں نے کہا اللہ کی قسم تم کو خوب علم ہے کہ ہم ملک میں فساد پھیلانے کے لئے نہیں آئے اور نہ ہم چور ہیں ○ انھوں نے کہا اچھا چور کی کیا سزا ہے۔ اگر تم جھوٹے ہو ○ جواب دیا کہ اس کی سزا یہی ہے کہ جس کے اسباب میں سے پایا جائے' وہی اس کا بدلہ ہے' ہم تو ایسے ظالموں کو یہی سزا دیا کرتے ہیں ○

(آیت:۷۰-۷۲) جب آپ اپنے بھائیوں کے حسب عادت ایک ایک اونٹ غلے کا دینے لگے اور ان کا اسباب لدنے لگا تو اپنے چالاک ملازموں سے چپکے سے اشارہ کر دیا کہ چاندی کا شاہی کٹورا بنیامین کے اسباب میں چپکے سے رکھ دیں۔ بعض نے کہا ہے' یہ کٹورا سونے کا تھا۔ اسی میں پانی پیا جاتا تھا اور اسی سے غلہ بھر کے دیا جاتا تھا بلکہ ویسا ہی پیالہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھی تھا۔ پس آپ کے ملازمین نے ہوشیاری سے وہ پیالہ آپ کے بھائی حضرت بنیامین کی خورجی میں رکھ دیا۔ جب یہ چلنے لگے تو سنا کہ پیچھے سے منادی ندا کرتا آ رہا ہے کہ اے قافلے والو تم چور ہو۔ ان کے کان کھڑے ہوئے' رک گئے۔ ادھر متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ آپ کی کیا چیز کھوئی گئی ہے؟۔ جواب ملا کہ شاہی پیمانہ جس سے اناج ناپا جاتا تھا' سنو شاہی اعلان ہے کہ اس کے ڈھونڈ لانے والے کو ایک بوجھ اونٹ غلہ ملے گا۔ اور میں خود ضامن ہوں۔

(آیت:۷۳-۷۵) اپنے اوپر چوری کی تہمت سن کر برادران یوسف کے کان کھڑے ہوئے اور کہنے لگے تم ہمیں جان چکے ہو۔ ہمارے عادات وخصائل سے واقف ہو چکے ہو' ہم ایسے نہیں کہ کوئی فساد اٹھائیں' ہم ایسے نہیں ہیں کہ چوریاں کرتے پھریں۔ شاہی ملازموں نے کہا' اچھا اگر جام و پیمانے کا چور تم میں سے ہی کوئی ہو اور تم جھوٹے پڑو تو اس کی سزا کیا ہونی چاہئے؟۔ جواب دیا کہ دین ابراہیمی کے مطابق اس کی سزا یہ ہے کہ وہ اس شخص کے سپرد کر دیا جائے جس کا مال اس نے چرایا ہے' ہماری شریعت کا یہی فیصلہ ہے۔ اب حضرت یوسف علیہ السلام کا مطلب پورا ہو گیا۔ آپ نے حکم دیا کہ ان کی تلاشی لی جائے۔

فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۶﴾ قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾

پس یوسف نے ان کی خرجیوں کی تلاش شروع کی اپنے بھائی کی خرجی کی تلاش سے پہلے۔ پھر اس جام کو اپنے بھائی کے شلیتے سے نکالا' ہم نے یوسف کے لئے اسی طرح یہ تدبیر کی' اس بادشاہ کے انصاف کی رو سے یہ اپنے بھائی کو نہ لے سکتا تھا مگر یہ کہ منظور اللہ ہو' ہم جسے چاہیں درجے بلند کر دیں' ہر ذی علم سے فوقیت رکھنے والا دوسرا ذی علم موجود ہے ○ کہنے لگے کہ اگر اس نے چوری کی تو اس کا بھائی بھی پہلے چوری کر چکا ہے۔ یوسف نے اس بات کو اپنے دل میں رکھ لیا اور ان کے سامنے بالکل ظاہر نہ کیا' کہا کہ تم گھٹیا درجے کے ہو' اور جو تم بیان کرتے ہو اسے اللہ ہی خوب جانتا ہے ○

(آیت:۷۶) چنانچہ پہلے بھائیوں کے اسباب کی تلاشی لی حالانکہ معلوم تھا کہ ان کی خورجیاں خالی ہیں لیکن صرف اس لئے کہ انہیں اور دوسرے لوگوں کو کوئی شبہ نہ ہو۔ آپ نے یہ کام کیا۔ جب بھائیوں کی تلاشی ہو چکی اور جام نہ ملا تو اب بنیامین کے اسباب کی تلاشی شروع ہوئی۔ چونکہ ان کے اسباب میں رکھوایا تھا اس لئے اس میں سے نکلنا ہی تھا' نکلتے ہی حکم دیا کہ انہیں روک لیا جائے۔ یہ تھی وہ ترکیب جو جناب باری نے اپنی حکمت اور حضرت یوسف کی اور بنیامین وغیرہ کی مصلحت کے لئے حضرت یوسف صدیق علیہ السلام کو سکھائی تھی۔ کیونکہ شاہ مصر کے قانون کے مطابق تو باوجود چور ہونے کے بنیامین کو حضرت یوسف علیہ السلام اپنے پاس نہیں رکھ سکتے تھے لیکن چونکہ بھائی خود ہی فیصلہ کر چکے تھے' اس لئے یہی فیصلہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جاری کر دیا۔ آپ کو معلوم تھا کہ شرع ابراہیمی کا فیصلہ چور کی بابت کیا ہے۔ اس لئے بھائیوں سے پہلے ہی منوالیا تھا۔ جس کے درجے اللہ بڑھانا چاہے' بڑھا دیتا ہے۔ جیسے فرمان ہے' تم میں سے ایمانداروں کے درجے ہم بلند کریں گے۔ ہر عالم سے بالا کوئی اور عالم بھی ہے یہاں تک کہ اللہ سب سے بڑا عالم ہے۔ اسی سے علم کی ابتدا ہے اور اسی کی طرف علم کی انتہا ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرات میں فَوْقَ كُلِّ عَالِمٍ عَلِيْمٌ ہے۔

(آیت:۷۷) بھائی کے شلیتے میں سے جام کا نکلنا دیکھ کر بات بنادی کہ دیکھو اس نے چوری کی تھی اور یہی کیا اس کے بھائی یوسف نے بھی ایک مرتبہ اس سے پہلے چوری کر لی تھی۔ وہ واقعہ یہ تھا کہ اپنے نانا کا بت چپکے سے اٹھا لائے تھے اور اسے توڑ دیا تھا۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی ایک بڑی بہن تھیں جن کے پاس اپنے والد حضرت اسحاق علیہ السلام کا ایک کمر پٹہ تھا جو خاندان کے بڑے آدمی کے پاس رہا کرتا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام پیدا ہوتے ہی اپنی ان پھوپھی صاحبہ کی پرورش میں تھے۔ انہیں حضرت یوسف علیہ السلام سے کمال درجے کی محبت تھی۔ جب آپ کچھ بڑے ہو گئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے آپ کو لے جانا چاہا۔ بہن صاحبہ سے درخواست کی۔ لیکن بہن نے جدائی کو نا قابل برداشت بیان کر کے انکار کر دیا۔

ادھر آپ کے والد صاحب حضرت یعقوب علیہ السلام کے شوق کی بھی انتہا نہ تھی۔ سر ہو گئے۔ آخر بہن صاحب نے فرمایا' اچھا کچھ

دنوں رہنے دو۔ پھر لے جانا۔ اسی اثنا میں ایک دن انہوں نے وہی کمر پٹہ حضرت یوسف علیہ السلام کے کپڑوں کے نیچے چھپا دیا۔ پھر تلاش شروع کی۔ گھر بھر چھان مارا نہ ملا۔ شور مچا۔ آخر یہ ٹھہری کہ گھر میں جو ہیں ان کی تلاشیاں لی جائیں۔ تلاشیاں لی گئیں۔ کسی کے پاس ہو تو نکلے۔ آخر حضرت یوسف علیہ السلام کی تلاشی لی گئی۔ ان کے پاس سے برآمد ہوا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو خبر دی گئی۔ اور ملت ابراہیمی کے قانون کے مطابق آپ اپنی پھوپھی کی تحویل میں کر دیئے گئے۔ اور پھوپھی نے اس طرح اپنے شوق کو پورا کیا۔ انتقال کے وقت تک حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ چھوڑا۔ اسی بات کا طعنہ آج بھائی دے رہے ہیں۔ جس کے جواب میں حضرت یوسف علیہ السلام نے چپکے سے اپنے دل میں کہا کہ تم بڑے خانہ خراب لوگ ہو۔ اس کے بھائی کی چوری کا حال اللہ خوب جانتا ہے۔

قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۷۸﴾ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ۖ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۰﴾

ع ۱۱

کہنے لگے کہ اے عزیز مصر! اس کے والد بہت بڑی عمر کے بالکل بوڑھے شخص ہیں۔ آپ اس کے بدلے ہم میں سے کسی کو لے لیجئے، ہم دیکھتے ہیں کہ آپ بڑے محسن شخص ہیں ○ یوسف نے کہا کہ ہم نے جس کے پاس اپنی چیز پائی ہے اس کے سوا دوسرے کی گرفتاری کرنے سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، ایسا کرنے سے تو یقیناً ہم ناانصاف ہو جائیں گے ○ جب یہ اس سے مایوس ہو گئے تو تنہائی میں بیٹھ کر مشورہ کرنے لگے، ان میں سے جو سب سے بڑا تھا اس نے کہا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے والد نے تم سے اللہ کو بیچ میں رکھ کر پختہ قول و قرار لیا ہے اور اس سے پہلے یوسف کے بارے میں تم زبردست قصور کر چکے ہو، پس میں تو اس سرزمین سے نہ ٹلوں گا جب تک کہ والد صاحب خود مجھے اجازت نہ دیں یا اللہ تعالیٰ میرا یہ معاملہ فیصل کر دے، وہی بہترین حاکم ہے ○

(آیت: ۷۸-۷۹) جب بنیامین کے پاس سے شاہی مال برآمد ہوا اور ان کے اپنے اقرار کے مطابق وہ شاہی قیدی ٹھہر چکے تو اب انہیں رنج ہونے لگا۔ عزیز مصر کو پرچانے لگے اور اسے رحم دلانے کے لئے کہا کہ ان کے والد ان کے بڑے ہی دلدادہ ہیں۔ ضعیف اور بوڑھے شخص ہیں۔ ان کا ایک سگا بھائی پہلے ہی گم ہو چکا ہے۔ جس کے صدمے سے وہ پہلے ہی سے چور ہیں۔ اب جو یہ سنیں گے تو ڈر ہے کہ زندہ نہ بچ سکیں۔ آپ ہم میں سے کسی کو ان کے قائم مقام اپنے پاس رکھ لیں اور اسے چھوڑ دیں، آپ بڑے محسن ہیں۔ اتنی عرض ہماری قبول فرمالیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا کہ بھلا یہ سنگدلی اور ظلم کیسے ہو سکتا ہے کہ کرے کوئی، بھرے کوئی۔ چور کو روکا جائے گا نہ کہ شاہ کو۔ ناکردہ گناہ کو سزا دینا اور گنہگار کو چھوڑ دینا، یہ تو صریح ناانصافی اور بدسلوکی ہے۔

(آیت: ۸۰) جب برادران یوسف اپنے بھائی کے چھٹکارے سے مایوس ہو گئے، انہیں اس بات نے شش و پنج میں ڈال دیا کہ ہم والد سے سخت عہد و پیمان کر کے آئے ہیں کہ بنیامین کو آپ کی حضور میں پہنچا دیں گے۔ اب یہاں سے یہ کسی طرح چھوٹ نہیں سکتے۔ الزام

ثابت ہو چکا۔ ہماری اپنی قرارداد کے مطابق وہ شاہی قیدی ٹھہر چکے۔ اب بتاؤ کیا کیا جائے؟ اس آپس کے مشورے میں بڑے بھائی نے اپنا خیال ان لفظوں میں ظاہر کیا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اس زبردست ٹھوس وعدے کے بعد جو ہم ابا جان سے کر کے آئے ہیں' اب انہیں منہ دکھانے کے قابل تو نہیں رہے۔ نہ یہ ہمارے بس کی بات ہے کہ کسی طرح بنیامین کو شاہی قید سے آزاد کرالیں۔ پھر اس وقت ہمیں اپنا پہلا قصور اور نادم کر رہا ہے جو یوسف (علیہ السلام) کے بارے میں ہم سے اس سے پہلے سرزد ہو چکا ہے پس اب میں تو یہیں رک جاتا ہوں۔ یہاں تک کہ یا تو والد صاحب میرا قصور معاف فرما کر مجھے اپنے پاس حاضر ہونے کی اجازت دیں یا اللہ تعالیٰ مجھے کوئی فیصلہ سجھا دے کہ میں یا تو لڑ بھڑ کر اپنے بھائی کو لے کر جاؤں اللہ تعالیٰ کوئی اور صورت بنا دے۔ کہا گیا ہے کہ ان کا نام روبیل تھا یا یہودا تھا' یہی تھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جب اور بھائیوں نے قتل کرنا چاہا تھا' انہوں نے روکا تھا۔

اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا
شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿٨١﴾ وَسْـَٔلِ
الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۭ وَاِنَّا
لَصٰدِقُوْنَ ﴿٨٢﴾ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ
عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿٨٣﴾
وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰٓاَسَفٰى عَلٰي يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ
الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿٨٤﴾

تم سب والد صاحب کی خدمت میں واپس جاؤ اور کہو کہ اباجی آپ کے صاحبزادے نے چوری کی' اور ہم نے وہی گواہی دی تھی جو ہم آپ جانتے تھے۔ ہم کچھ غیب کی حفاظت کرنے والے تو نہ تھے ○ آپ اس شہر کے لوگوں سے دریافت فرمالیں جہاں ہم تھے اور اس قافلہ سے بھی پوچھ لیں جس کے ساتھ ہم آئے ہیں۔ واللہ ہم بالکل سچے ہیں ○ کہا یہ تو نہیں بلکہ تم نے اپنی طرف سے بات بنالی ہے' پس اب صبر ہی بہتر ہے' کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو میرے پاس ہی پہنچا دے' وہی علم وحکمت والا ہے ○ پھر ان سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگا آہ یوسف! اس کی آنکھیں بوجہ رنج وغم کے سفید ہو چکی تھیں اور وہ غم کے مارے گھٹا جا رہا تھا ○

(آیت: ۸۱-۸۲) اب یہ اپنے اور بھائیوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ تم اباجی کے پاس جاؤ۔ انہیں حقیقت حال سے مطلع کرو۔ ان سے کہو کہ ہمیں کیا خبر تھی کہ یہ چوری کر لیں گے اور چوری کا مال ان کے پاس موجود ہے' ہم سے تو مسئلے کی صورت پوچھی گئی۔ ہم نے بیان کر دی۔ آپ کو ہماری بات کا یقین نہ ہو تو اہل مصر سے دریافت فرمالیجئے۔ جس قافلے کے ساتھ ہم آئے ہیں اس سے پوچھ لیجئے۔ کہ ہم نے صداقت' امانت' حفاظت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ اور ہم جو کچھ عرض کر رہے ہیں' وہ بالکل راستی پر مبنی ہے۔

(آیت: ۸۳-۸۴) بھائیوں کی زبانی یہ خبر سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے وہی فرمایا جو اس سے پہلے اس وقت فرمایا تھا جب انہوں نے پیراہن یوسف خون آلود پیش کر کے اپنی گھڑی ہوئی کہانی سنائی تھی کہ صبر ہی بہتر ہے۔ آپ سمجھے کہ اسی کی طرح یہ بات بھی ان کی اپنی بنائی ہوئی ہے۔ بیٹوں سے یہ فرما کر اب اپنی امید ظاہر کی جو اللہ سے تھی کہ بہت ممکن ہے کہ بہت جلد اللہ تعالیٰ میرے تینوں بچوں کو مجھ سے ملا دے یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کو بنیامین کو اور آپ کے بڑے صاحبزادے روبیل کو جو مصر میں ٹھہر گئے تھے اس امید پر کہ اگر موقعہ

لگ جائے تو بنیامین کو خفیہ طور پر نکال لے جائیں یا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ خود حکم دے اور یہ اس کی رضا مندی کے ساتھ واپس لوٹیں۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ علیم ہے۔ میری حالت کو خوب جان رہا ہے۔ حکیم ہے۔ اس کی قضا وقدر اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اب آپ کے اس نئے رنج نے پرانا رنج بھی تازہ کر دیا اور حضرت یوسف کی یاد دل میں چٹکیاں لینے لگی۔ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ انا للہ الخ پڑھنے کی ہدایات صرف اسی امت کو کی گئی ہے۔ اس نعمت سے اگلی امتیں مع اپنے نبیوں کے محروم تھیں۔ دیکھئے حضرت یعقوب علیہ السلام بھی ایسے موقعہ پر یا اسفی علی یوسف کہتے ہیں۔ آپ کی آنکھیں جاتی رہی تھیں غم نے آپ کو نابینا کر دیا تھا اور زبان خاموش تھی۔ مخلوق میں سے کسی سے شکایت وشکوہ نہیں کرتے تھے۔ غمگین اور اندوہ گین رہا کرتے تھے۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کی کہ لوگ تجھ سے یہ کہہ کر دعا مانگتے ہیں کہ اے ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے اللہ۔ تو تو ایسا کر کہ ان تین ناموں میں چوتھا نام میرا بھی شامل ہو جائے۔ جواب ملا کہ اے داؤد حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے اور صبر کیا۔ تیری آزمائش ابھی ایسی نہیں ہوئی۔ اسحاق علیہ السلام نے خود اپنی قربانی منظور کر لی اور اپنا گلا کٹوانے بیٹھ گئے۔ تجھ پر یہ بات بھی نہیں آئی۔ یعقوب علیہ السلام سے میں نے ان کے لخت جگر کو الگ کر دیا۔ اس نے بھی صبر کیا۔ تیرے ساتھ یہ واقعہ بھی نہیں ہوا' یہ روایت مرسل ہے اور اس میں نکارت بھی ہے۔ اس میں بیان ہوا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسحاق علیہ السلام تھے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ اس روایت کے راوی علی بن زید بن جدعان اکثر منکر اور غریب روایتیں بیان کر دیا کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ بہت ممکن ہے کہ احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت بنی اسرائیل سے لی ہو جیسے کعب وہب وغیرہ۔ واللہ اعلم۔ بنی اسرائیل کی روایتوں میں یہ بھی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف کو اس موقعہ پر جب کہ بنیامین قید میں تھے' ایک خط لکھا تھا جس میں انہیں رحم دلانے کے لئے لکھا تھا کہ ہم مصیبت زدہ لوگ ہیں۔ میرے دادا حضرت ابراہیمؑ آگ میں ڈالے گئے۔ میرے والد حضرت اسحاق علیہ السلام ذبح کے ساتھ آزمائے گئے۔ میں خود فراق یوسف میں مبتلا ہوں۔ لیکن یہ روایت بھی سنداً ثابت نہیں۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿٨٥﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْۤ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٦﴾

بیٹوں نے کہا' واللہ تم تو ہمیشہ یوسف کی یاد ہی میں لگے رہو گے یہاں تک کہ گھل جاؤ یا ختم ہو جاؤ ○ اس نے کہا کہ میں تو اپنی پریشانی اور رنج کی فریاد اللہ ہی سے کر رہا ہوں۔ مجھے اللہ کی طرف کی وہ باتیں معلوم ہیں جن سے تم سراسر بے خبر ہو ○

(آیت: ۸۵-۸۶) بچوں نے باپ کا یہ حال دیکھ کر انہیں سمجھانا شروع کیا کہ ابا جی آپ تو اسی کی یاد میں اپنے تئیں گھلا دیں گے بلکہ ہمیں تو ڈر ہے کہ اگر آپ کا یہی حال کچھ دنوں اور رہا تو کہیں زندگی سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے انہیں جواب دیا کہ میں تم سے تو کچھ نہیں کہہ رہا۔ میں تو اپنے رب کے پاس اپنا دکھ رو رہا ہوں۔ اور اس کی ذات سے بہت امید رکھتا ہوں۔ وہ بھلائیوں والا ہے۔ مجھے یوسف کا خواب یاد ہے جس کی تعبیر ظاہر ہو کر رہے گی۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک مخلص دوست نے ایک مرتبہ آپ سے پوچھا کہ آپ کی بینائی کیسے جاتی رہی؟ اور آپ کی کمر کیسے کبڑی ہو گئی؟ آپ نے فرمایا' یوسف کو رو رو کر آنکھیں کھو بیٹھا اور بنیامین کے صدمے نے کمر توڑ دی۔ اسی وقت

حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا' اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کے بعد کہتا ہے کہ میری شکایتیں دوسروں کے سامنے کرنے سے آپ شرماتے نہیں؟ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اسی وقت فرمایا کہ میری پریشانی اور غم کی شکایت اللہ ہی کے سامنے ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا' آپ کی شکایت کا اللہ کو خوب علم ہے۔ یہ حدیث بھی غریب ہے اور اس میں بھی نکارت ہے۔

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿۸۸﴾

میرے پیارے بچو تم جاؤ اور یوسف کی اور اس کے بھائی کی پوری طرح تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو یقیناً رحمت رب سے ناامید وہی ہوتے ہیں جو کافر ہوتے ہیں ○ پھر جب لوگ یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو کہنے لگے کہ اے عزیز' ہم اور ہمارا خاندان بڑی تکلیف میں ہے۔ ہم حقیر پونجی لے کر آئے ہیں۔ پس آپ ہمیں پورا پیمانہ دیجئے اور ہم پر خیرات کیجئے' اللہ تعالیٰ خیرات کرنے والے کو بدلہ دیتا ہے ○

(آیت: ۸۷-۸۸) حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کو حکم فرما رہے ہیں کہ تم ادھر ادھر جاؤ اور حضرت یوسف اور بنیامین کی تلاش کرو۔ عربی میں تَحَسُّ کا لفظ بھلائی کی جستجو کے لئے بولا جاتا ہے اور برائی کی ٹٹول کے لئے تَجَسُّس کا لفظ بولا جاتا ہے۔ ساتھ میں فرماتے ہیں کہ اللہ کی ذات سے مایوس نہ ہونا چاہئے۔ اس کی رحمت سے مایوس وہی ہوتے ہیں جن کے دلوں میں کفر ہوتا ہے۔ تم تلاش بند نہ کرو۔ اللہ سے نیک امید رکھو اور اپنی کوشش جاری رکھو۔ چنانچہ یہ لوگ چلے۔ پھر مصر پہنچے۔ حضرت یوسفؑ کے دربار میں حاضر ہوئے۔ وہاں اپنی خستہ حالی ظاہر کی کہ قحط سالی نے ہمارے خاندان کو ستا رکھا ہے۔ ہمارے پاس کچھ نہیں رہا جس سے غلہ خریدتے۔ اب ردی' واہی' ناقص' بے کار' کھوٹی اور قیمت نہ بننے والی کچھ یونہی سی رکھی رکھائی چیزیں لے کر آپ کے پاس آئے ہیں۔ گو یہ بدلہ نہیں کہا جا سکتا نہ قیمت بنتی ہے لیکن تاہم ہماری خواہش ہے کہ آپ ہمیں دیجئے جو سچی' صحیح اور پوری قیمت پر دیا کرتے ہیں۔ ہمارے بوجھ بھر دیجئے۔ ہماری خورجیاں پر کر دیجئے ابن مسعود کی قرأت میں فاوف لنا الکیل کے بدلے فاوقر رکابنا ہے یعنی ہمارے اونٹ غلے سے لاد دیجئے۔ اور ہم پر صدقہ کیجئے۔ ہمارے بھائی کو رہائی دیجئے۔ یا یہ مطلب ہے کہ یہ غلہ ہمیں ہمارے اس مال کے بدلے نہیں بلکہ بطور خیرات دیجئے۔

حضرت سفیان بن عینیہ رحمتہ اللہ علیہ سے سوال ہوتا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ سے پہلے بھی کسی نبی پر صدقہ حرام ہوا ہے؟ تو آپ نے یہی آیت پڑھ کر استدلال کیا کہ نہیں ہوا۔ حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ کیا کسی شخص کا اپنی دعا میں یہ کہنا مکروہ ہے کہ یا اللہ مجھ پر صدقہ کر۔ فرمایا ہاں اس لئے کہ صدقہ وہ کرتا ہے جو طالب ثواب ہو۔

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾ قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ۭ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ

وَهٰذَآ اَخِيْ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ۭ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۹۰ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـــِٕيْنَ ۝۹۱ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۭ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۡ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝۹۲

یوسف نے کہا' جانتے بھی ہو کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ اپنی جہالت میں کیا کیا کیا؟ ○ انھوں نے پوچھا' شاید تو ہی یوسف ہے' جواب دیا کہ ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضل وکرم کیا۔ بات یہ ہے کہ جو بھی پرہیز گاری اور صبر کرے تو اللہ تعالیٰ کسی نیک کار کا اجر ضائع نہیں کرتا ○ انہوں نے کہا' اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ نے تجھے ہم پر برتری دی ہے اور یہ بھی بالکل سچ ہے کہ ہم خطا کار تھے ○ جواب دیا کہ آج تم پر کوئی خفگی بھرا الزام نہیں ہے۔ اللہ تمہیں بخشے۔ وہ سب مہربانوں سے بڑا مہربان ہے ○

(آیت: ۸۹-۹۲) جب بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس اس عاجزی اور بے بسی کی حالت میں پہنچے' اپنے تمام دکھ رونے لگے' اپنے والد کی اور اپنے گھر والوں کی مصیبتیں بیان کیں تو حضرت یوسف علیہ السلام کا دل بھر آیا۔ نہ رہا گیا۔ اپنے سر سے تاج اتار دیا اور بھائیوں سے کہا' کچھ اپنے کرتوت یاد بھی ہیں کہ تم نے یوسف کے ساتھ کیا کیا؟ اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا؟ وہ نری جہالت کا کرشمہ تھا اسی لئے بعض سلف فرماتے ہیں کہ اللہ کا ہر گنہگار جاہل ہے۔ قرآن فرماتا ہے ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْۗءَ بِجَهَالَةٍ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلی دو دفعہ کی ملاقات میں حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے آپ کو ظاہر کرنے کا حکم الٰہی نہ تھا۔ اب کی مرتبہ حکم ہو گیا۔ آپ نے معاملہ صاف کر دیا۔ جب تکلیف بڑھ گئی' سختی زیادہ ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے راحت دے دی اور کشادگی عطا فرما دی۔

جیسے ارشاد ہے کہ سختی کے ساتھ آسانی ہے۔ یقیناً سختی کے ساتھ آسانی ہے۔ اب بھائی چونک پڑے' کچھ اس وجہ سے کہ تاج اتارنے کے بعد پیشانی کی نشانی دیکھ لی اور کچھ اس قسم کے سوالات' کچھ حالات' کچھ اگلے واقعات سب سامنے آ گئے۔ تاہم اپنا شک دور کرنے کے لئے پوچھا کہ کیا آپ ہی یوسف ہیں؟ آپ نے اس سوال کے جواب میں صاف کہہ دیا کہ ہاں میں خود یوسف ہوں اور یہ میرا سگا بھائی ہے اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضل وکرم کیا۔ بچھڑنے کے بعد ملا دیا' تفرقہ کے بعد اجتماع کر دیا' تقویٰ اور صبر رائیگاں نہیں جاتے۔ نیک کاری بے پھل لائے نہیں رہتی۔ اب تو بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی فضیلت اور بزرگی کا اقرار کر لیا کہ واقعی صورت سیرت دونوں اعتبار سے آپ ہم پر فوقیت رکھتے ہیں۔ ملک و مال کے اعتبار سے بھی اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دے رکھی ہے۔ اسی طرح بعض کے نزدیک نبوت کے اعتبار سے بھی کیونکہ حضرت یوسف نبی تھے اور یہ بھائی نبی نہ تھے۔ اس اقرار کے بعد اپنی خطا کاری کا بھی اقرار کیا۔ اسی وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا' میں آج کے دن کے بعد تمہیں تمہاری یہ خطا یاد بھی نہ دلاؤں گا' میں تمہیں کوئی ڈانٹ ڈپٹ کرنا نہیں چاہتا نہ تم پر الزام رکھتا ہوں نہ تم پر اظہار خفگی کرتا ہوں بلکہ میری دعا ہے کہ اللہ بھی تمہیں معاف فرمائے۔ وہ ارحم الراحمین ہے۔ بھائیوں نے عذر پیش کیا' آپ نے قبول فرما لیا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری پردہ پوشی کرے اور تم نے جو کیا ہے' اسے بخش دے۔

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰي وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۹۳ۧ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّىْ لَاَجِدُ

رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿٩٤﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿٩٥﴾

میرا یہ کرتہ تم لے جاؤ اور اسے میرے والد کے منہ پر ڈال دو کہ وہ دیکھنے لگیں اور آ جائیں' اور اپنے تمام خاندان کو میرے پاس لے آؤ ○ جب یہ قافلہ جدا ہوا تو ان کے والد نے کہا کہ مجھے تو خوشبو آ رہی ہے' اگر تم مجھے کم عقل نہ بناؤ ○ وہ کہنے لگے کہ واللہ آپ تو اپنی اسی پرانی غلطی پر قائم ہیں ○

(آیت: ۹۳-۹۵) چونکہ اللہ کے رسول حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے رنج و غم میں روتے روتے نابینا ہو گئے تھے' اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ میرا یہ کرتہ لے کر تم ابا کے پاس جاؤ۔ اسے ان کے منہ پر ڈالتے ہی ان شاء اللہ ان کی نگاہ روشن ہو جائے گی۔ پھر انہیں اور اپنے گھرانے کے تمام اور لوگوں کو یہیں میرے پاس لے آؤ۔ ادھر یہ قافلہ مصر سے نکلا ادھر اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوبؑ کو حضرت یوسفؑ کی خوشبو پہنچا دی تو آپ نے اپنے ان بچوں سے جو آپ کے پاس تھے' فرمایا کہ مجھے تو میرے پیارے فرزند یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔ لیکن تم تو مجھے سترا بہترا کم عقل بڈھا کہہ کر میری اس بات کو باور نہیں کرنے کے۔ ابھی قافلہ کنعان سے آٹھ دن کے فاصلے پر تھا جو بحکم الٰہی ہوا نے حضرت یعقوبؑ کو حضرت یوسفؑ کے پیراہن کی خوشبو پہنچا دی۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی گمشدگی کی مدت اسی سال کی گزر چکی تھی اور قافلہ اسی فرسخ آپ سے دور تھا۔ لیکن بھائیوں نے کہا' آپ تو یوسف کی محبت میں غلطی میں پڑے ہوئے ہیں نہ غم آپ کے دل سے دور ہو نہ آپ کو تسلی ہو۔ ان کا یہ کلمہ بڑا سخت تھا۔ کسی لائق اولاد کو لائق نہیں کہ اپنے باپ سے یہ کہے نہ کسی امتی کو لائق ہے کہ اپنے نبی سے یہ کہے۔

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٩٦﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ﴿٩٧﴾ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿٩٨﴾

جب خوشخبری دینے والے نے پہنچ کر اس کے منہ پر وہ کرتہ ڈالا' اسی وقت وہ پھر سے بینا ہو گیا' کہنے لگا کیا میں تم سے نہ کہا کرتا تھا کہ میں اللہ کی طرف کی وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ○ وہ کہنے لگے' ابا جی آپ ہمارے لئے ہمارے گناہوں کی بخشش طلب کیجئے۔ بے شک ہم قصوروار ہیں ○ کہا اچھا میں تمہارے لئے اپنے پروردگار سے بخشش مانگوں گا' وہ بہت بڑا بخشنے والا اور نہایت مہربانی کرنے والا ہے ○

(آیت: ۹۶-۹۸) کہتے ہیں کہ پیراہن یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے یہودا لائے تھے۔ اس لئے کہ انہوں نے ہی پہلے جھوٹ موٹ وہ کرتا پیش کیا تھا۔ جسے خون آلود کر کے لائے تھے اور باپ کو یہ سمجھایا تھا کہ یہ یوسف کا خون ہے۔ اب بدلے کے لئے یہ کرتہ بھی یہی لائے کہ برائی کے بدلے بھلائی ہو جائے۔ بری خبر کے بدلے خوشخبری ہو جائے۔ آتے ہی باپ کے منہ پر ڈالا۔ اسی وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں کھل گئیں اور بچوں سے کہنے لگے' دیکھو میں تو ہمیشہ تم سے کہا کرتا تھا کہ اللہ کی بعض وہ باتیں میں جانتا ہوں جن سے تم محض بے خبر ہو۔ میں تم سے کہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے یوسف کو ضرور مجھ سے ملائے گا۔ ابھی تھوڑے دنوں کا ذکر ہے کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھے آج میرے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔ بیٹے کہنے لگے ابا جی! آپ ہمارے لئے ہمارے گناہوں کی

بخشش طلب کیجئے۔ باپ جواب میں فرماتے ہیں کہ مجھے اس سے انکار نہیں اور مجھے اپنے رب سے یہ بھی امید ہے کہ وہ تمہاری خطائیں معاف فرمادے گا اس لئے کہ وہ بخششوں اور مہربانیوں والا ہے۔ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرمالیا کرتا ہے۔ میں صبح سحری کے وقت تمہارے لئے استغفار کروں گا۔ ابن جریر میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں آتے تو سنتے کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ الٰہی تو نے پکارا' میں نے مان لیا تو نے حکم دیا' میں بجالایا۔ یہ سحر کا وقت ہے۔ پس تو مجھے بخش دے۔ آپ نے کان لگا کر غور کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر سے یہ آواز آرہی ہے۔ آپ نے ان سے پوچھا' انہوں نے کہا' یہی وہ وقت ہے جس کے لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا کہ میں تمہارے لئے تھوڑی دیر بعد استغفار کروں گا۔ حدیث میں ہے کہ یہ رات جمعہ کی رات تھی۔ ابن جریر میں ہے' حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے یہ ہے کہ جب جمعہ کی رات آجائے۔ لیکن یہ حدیث غریب ہے۔ بلکہ اس کے مرفوع ہونے میں بھی کلام ہے واللہ اعلم۔

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰى يُوسُفَ اٰوٰى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿٩٩﴾ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۡ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ۭ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿١٠٠﴾

جب یہ سارا گھرانہ یوسف کے پاس پہنچ گیا تو یوسف نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا کہ اللہ کو منظور ہے تو آپ سب امن وامان کے ساتھ مصر میں آؤ ○ اپنے تخت پر اپنے ماں باپ کو اونچا بٹھایا اور سب اس کے سامنے سجدے میں گر گئے۔ تب کہا اباجی۔ یہ ہے میرے پہلے کے خواب کی تعبیر' میرے رب نے اسے سچا کر دکھایا' اس نے میرے ساتھ بڑا احسان کیا جب کہ مجھے جیل خانے سے نکالا اور تمہیں صحرا سے لے آیا۔ اس اختلاف کے بعد جو شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ڈال دیا تھا' میرا رب جو چاہے اس کے لئے بہترین تدبیر کرنے والا ہے اور ہے بھی وہ بہت علم وحکمت والا ○

(آیت:۹۹-۱۰۰) بھائیوں پر حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے تئیں ظاہر کر کے فرمایا تھا کہ اباجی کو اور گھر کے سب لوگوں کو یہیں لے آؤ۔ بھائیوں نے یہی کیا۔ اس بزرگ قافلے نے کنعان سے کوچ کیا۔ جب مصر کے قریب پہنچے تو نبی اللہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے والد نبی اللہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے استقبال کے لئے چلے اور حکم شاہی سے شہر کے تمام امیر امرا اور ارکان دولت بھی آپ کے ساتھ تھے۔ یہ بھی مروی ہے کہ خود شاہ مصر بھی استقبال کے لئے شہر سے باہر آیا تھا۔ اس کے بعد جو جگہ دینے وغیرہ کا ذکر ہے' اس کی بابت بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس کی عبارت میں تقدیم وتاخیر ہے یعنی آپ نے ان سے فرمایا تم مصر میں چلو ان شاء اللہ پرامن اور بے خطر رہو گے۔ اب شہر میں داخلے کے بعد آپ نے اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی اور انہیں اونچے تخت پر بٹھایا۔ لیکن امام ابن جریر رحمتہ اللہ علیہ نے اس کی تردید کی ہے اور فرمایا ہے کہ اس میں سدی رحمتہ اللہ علیہ کا قول بالکل ٹھیک ہے۔ جب پہلی ہی ملاقات ہوئی تو آپ نے انہیں اپنے پاس کر لیا اور جب شہر کا دروازہ آیا تو فرمایا' اب اطمینان کے ساتھ یہاں چلئے۔ لیکن اس میں بھی ایک بات رہ گئی ہے۔ ایو الاصل میں منزل میں جگہ

دینے کو کہتے ہیں جیسے اوی الیہ احاہ میں ہے۔ اور حدیث میں بھی ہے من اوی محدثا پس کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس کا مطلب یہ بیان نہ کریں کہ ان کے آ جانے کے بعد انہیں جگہ دینے کے بعد آپ نے ان سے فرمایا کہ تم امن کے ساتھ مصر میں داخل ہو یعنی یہاں قحط وغیرہ کی مصیبتوں سے محفوظ ہو کر با آرام رہو سہو۔ مشہور ہے کہ اور جو قحط سالی کے سال باقی تھے۔ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی تشریف آوری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے دور کر دیئے۔ جیسے کہ اہل مکہ کی قحط سالی سے تنگ آ کر ابوسفیان نے آپ سے شکایت کی اور بہت روئے پیٹے اور سفارش چاہی۔ عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کا تو پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا۔ اس وقت آپ کے والد صاحب کے ہمراہ آپ کی خالہ صاحبہ آئی تھیں۔ لیکن امام ابن جریر اور امام محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ آپ کی والدہ خود ہی زندہ موجود تھیں۔ ان کی موت پر کوئی صحیح دلیل نہیں اور قرآن کریم کے ظاہری الفاظ اس بات کو چاہتے ہیں کہ آپ کی والدہ ماجدہ زندہ موجود تھیں۔ یہی بات ٹھیک بھی ہے۔ آپ نے اپنے والدین کو اپنے ساتھ تخت شاہی پر بٹھالیا۔ اس وقت ماں باپ بھی اور گیارہ بھائی کل کے کل آپ کے سامنے سجدے میں گر پڑے۔ آپ نے فرمایا' ابا جی لیجئے میرے خواب کی تعبیر ظاہر ہوگئی' یہ ہیں گیارہ ستارے اور یہ ہیں سورج چاند جو میرے سامنے سجدے میں ہیں۔ ان کی شرع میں یہ چیز جائز تھی کہ بڑوں کو سلام کے ساتھ سجدہ کرتے تھے بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک یہ بات جائز ہی رہی لیکن اس ملت محمدیہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کسی اور کے لئے سوائے اپنی ذات پاک کے سجدے کو مطلقا حرام کر دیا۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسے اپنے لئے ہی مخصوص کر لیا۔ حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ کے قول کا ماحصل مضمون یہی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملک شام گئے۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ شامی لوگ اپنے بڑوں کو سجدے کرتے ہیں۔ یہ جب لوٹے تو انہوں نے حضور ﷺ کو سجدہ کیا۔ آپ نے پوچھا' معاذ یہ کیا بات ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ میں نے اہل شام کو دیکھا کہ وہ اپنے بڑوں اور بزرگوں کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ تو اس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ آپ نے فرمایا' اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کے سامنے سجدہ کرے۔ بہ سبب اس کے بہت بڑے حق کے جو اس پر ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کے ابتدائی زمانے میں راستے میں حضور ﷺ کو دیکھ کر آپ کے سامنے سجدہ کیا تو آپ نے فرمایا' سلمان مجھے سجدہ نہ کرو۔ سجدہ اس اللہ کو کرو جو ہمیشہ کی زندگی والا ہے۔ جو کبھی نہ مرے گا۔ الغرض چونکہ اس شریعت میں جائز تھا' اس لئے انہوں نے سجدہ کیا تو آپ نے فرمایا' لیجئے ابا جی میرے خواب کا ظہور ہو گیا۔ میرے رب نے اسے سچا کر دکھایا۔ اس کا انجام ظاہر ہو گیا۔ چنانچہ اور آیت میں قیامت کے دن کے لئے بھی یہی لفظ بولا گیا ہے یوم یاتی تاویلہ پس یہ بھی اللہ کا مجھ پر ایک احسان عظیم ہے کہ اس نے میرے خواب کو سچا کر دکھایا اور جو میں نے سوتے سوتے دیکھا تھا' الحمدللہ مجھے جاگتے میں بھی اس نے دکھا دیا۔ اور احسان اس کا یہ بھی ہے کہ اس نے مجھے قید خانے سے نجات دی اور تم سب کو صحرا سے یہاں لا کر مجھ سے ملا دیا۔ آپ چونکہ جانوروں کے پالنے والے تھے' اس لئے عموماً بادیہ میں ہی قیام رہتا تھا' فلسطین بھی شام کے جنگلوں میں ہے۔ اکثر اوقات پڑاؤ رہا کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ اولاج میں حسمی کے نیچے رہا کرتے تھے اور مویشی پالتے تھے' اونٹ بکریاں وغیرہ ساتھ رہتی تھیں۔

پھر فرماتے ہیں' اس کے بعد کہ شیطان نے ہم میں پھوٹ ڈلوادی تھی' اللہ تعالیٰ جس کام کا ارادہ کرتا ہے اس کے ویسے ہی اسباب مہیا کر دیتا ہے اور اسے آسان اور سہل کر دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کی مصلحتوں کو خوب جانتا ہے۔ اپنے افعال' اقوال' قضا وقدر' مختار ومراد میں وہ باحکمت ہے۔ سلیمان کا قول ہے کہ خواب کے دیکھنے اور اس کی تاویل کے ظاہر ہونے میں چالیس سال کا وقفہ تھا۔ عبداللہ بن شداد فرماتے ہیں' خواب کی تعبیر کے واقع ہونے میں اس سے زیادہ زمانہ لگتا بھی نہیں۔ یہ آخری مدت ہے۔

حضرت حسن رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ باپ بیٹے اسی برس کے بعد ملے- تم خیال تو کرو کہ زمین پر حضرت یعقوب علیہ السلام سے زیادہ اللہ کا کوئی محبوب بندہ نہ تھا- پھر بھی اتنی مدت انہیں فراق یوسف میں گزری- ہر وقت آنکھوں سے آنسو جاری رہتے اور دل میں غم کی موجیں اٹھتیں- اور روایت میں ہے کہ یہ مدت تراسی سال کی تھی- فرماتے ہیں' جب حضرت یوسف علیہ السلام کنویں میں ڈالے گئے' اس وقت آپ کی عمر سترہ سال کی تھی- اسی برس تک آپ باپ کی نظروں سے اوجھل رہے- پھر ملاقات کے بعد تیئیس برس زندہ رہے اور ایک سو بیس برس کی عمر میں انتقال کیا- بقول قتادہ رحمتہ اللہ علیہ ترپن برس کے بعد باپ بیٹا ملے- ایک قول ہے کہ اٹھارہ سال ایک دوسرے سے دور رہے اور ایک قول ہے کہ چالیس سال کی جدائی رہی اور پھر مصر میں باپ سے ملنے کے بعد سترہ سال زندہ رہے- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنو اسرائیل جب مصر پہنچے ہیں' ان کی تعداد صرف تریسٹھ کی تھی اور جب یہاں سے نکلے ہیں' اس وقت ان کی تعداد ایک لاکھ ستر ہزار کی تھی- مسروق کہتے ہیں' آنے کے وقت یہ مع مرد و عورت تین سو نوے تھے- عبداللہ بن شداد کا قول ہے کہ جب یہ لوگ آئے کل چھیاسی تھے یعنی مرد عورت بوڑھے بچے سب ملا کر اور جب نکلے ہیں اس وقت ان کی گنتی چھ لاکھ سے اوپر اوپر تھی-

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۣ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾

اے میرے پروردگار تو نے مجھے ملک عطا فرمایا اور تو نے مجھے خواب کی تعبیر سکھائی' اے آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا والی اور کارساز ہے' تو مجھے مسلمان مار اور نیکوں میں ملا دے ○

(آیت: ۱۰۱) نبوت مل چکی' بادشاہت عطا ہو گئی' دکھ کٹ گئے' ماں باپ اور بھائی سب سے ملاقات ہو گئی تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ جیسے یہ دنیوی نعمتیں تو نے مجھ پر پوری کی ہیں' ان نعمتوں کو آخرت میں پوری فرما' جب بھی موت آئے تو اسلام پر اور تیری فرمانبرداری پر آئے اور میں نیک لوگوں میں ملا دیا جاؤں اور نبیوں اور رسولوں میں صَلَوٰاتُ اللّٰهِ وَ سَلَامُهٗ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ بہت ممکن ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ دعا بوقت وفات ہو- جیسے کہ صحیحین میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ انتقال کے وقت رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگلی اٹھائی اور یہ دعا کی کہ اے اللہ رفیق اعلیٰ میں ملا دے- تین مرتبہ آپ نے یہی دعا کی- ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی اس دعا کا مقصود یہ ہے کہ جب بھی وفات آئے' اسلام پر آئے اور نیکوں میں مل جاؤں- یہ نہیں کہ اسی وقت آپ نے یہ دعا اپنی موت کے لئے کی ہو- اس کی بالکل وہی مثال ہے جو کوئی کسی کو دعا دیتے ہوئے کہتا ہے کہ اللہ تجھے اسلام پر موت دے- اس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ ابھی ہی تجھے موت آ جائے- یا جیسے ہم مانگتے ہیں کہ الٰہی ہمیں تیرے دین پر ہی موت آئے یا ہماری یہی دعا کہ اللہ مجھے اسلام پر مار اور نیک کاروں میں ملا- اور اگر یہی مراد ہو کہ واقعی آپ نے اسی وقت موت مانگی تو ممکن ہے کہ یہ بات اس شریعت میں جائز ہو- چنانچہ قتادہ رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جب آپ کے تمام کام بن گئے' آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں' ملک' مال' عزت' آبرو' خاندان' برادری' بادشاہت سب مل گئے تو آپ کو صالحین کی جماعت میں پہنچنے کا اشتیاق پیدا ہوا- ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کسی نبی نے سوائے حضرت یوسف علیہ السلام کے آپ سے پہلے موت طلب نہیں کی- ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' یہی سب سے پہلے اس دعا کے مانگنے والے ہیں' ممکن ہے اس سے مراد ابن عباس کی یہ ہو کہ اس دعا کو سب سے پہلے کرنے والے یعنی خاتمہ اسلام پر ہونے کی دعا کے سب

سے پہلے مانگنے والے آپ ہی تھے- جیسے کہ یہ دعا رب اغفرلی و لوالدی سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام نے مانگی تھی- باوجود اس کے بھی اگر یہی کہا جائے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے موت کی ہی دعا کی تھی تو ہم کہتے ہیں' ہوسکتا ہے کہ ان کے دین میں جائز ہو- ہمارے ہاں تو سخت ممنوع ہے- مسند میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' تم میں سے کوئی کسی سختی اور ضرر سے گھبرا کر موت کی آرزو نہ کرے' اگر اسے ایسی ہی تمنا کرنی ضروری ہے تو یوں کہے اے اللہ جب تک میری حیات تیرے علم میں میرے لئے بہتر ہے' مجھے زندہ رکھ اور جب تیرے علم میں میری موت میرے لئے بہتر ہو' مجھے موت دے دے- بخاری و مسلم کی اسی حدیث میں ہے کہ تم میں سے کوئی کسی سختی کے نازل ہونے کی وجہ سے موت کی تمنا ہرگز نہ کرے- اگر وہ نیک ہے تو اس کی زندگی اس کی نیکیاں بڑھائے گی اور اگر وہ بد ہے تو بہت ممکن ہے کہ زندگی میں کسی وقت توبہ کی توفیق ہو جائے بلکہ یوں کہے اے اللہ جب تک میرے لئے حیات بہتر ہے' تو مجھے زندہ رکھ-

مسند احمد میں ہے' ہم ایک مرتبہ حضور ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے- آپ نے ہمیں وعظ و نصیحت کی اور ہمارے دل گرما دئے- اس وقت ہم سب سے زیادہ رونے والے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے' روتے روتے ان کی زبان سے نکل گیا کہ کاش کہ میں مرجاتا' آپ نے فرمایا- سعد میرے سامنے موت کی تمنا کرتے ہو؟ تین مرتبہ یہی الفاظ دہرائے- پھر فرمایا' اے سعد اگر تو جنت کے لئے پیدا کیا گیا ہے تو جس قدر عمر بڑھے گی اور نیکیاں زیادہ ہوں گی تیرے حق میں بہتر ہے- مسند میں ہے' آپ فرماتے ہیں تم میں سے کوئی ہرگز ہرگز موت کی تمنا نہ کرے نہ اس کی دعا کرے اس سے پہلے کہ وہ آئے- ہاں اگر کوئی ایسا ہو کہ اسے اپنے اعمال کا وثوق اور ان پر یقین ہو- سنو تم میں سے جو مرتا ہے' اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں- مومن کے اعمال اس کی نیکیاں ہی بڑھاتے ہیں- یہ یاد رہے کہ یہ حکم اس مصیبت میں ہے جو دنیوی ہو اور اسی کی ذات کے متعلق ہو- لیکن اگر فتنہ مذہبی ہو' مصیبت دینی ہو تو موت کا سوال جائز ہے- جیسے کہ فرعون کے جادوگروں نے اس وقت دعا کی تھی جب کہ فرعون انہیں قتل کی دھمکیاں دے رہا تھا- کہا تھا کہ الٰہی ہم کو صبر عطا کر اور ہمیں اسلام کی حالت میں موت دے- اسی طرح حضرت مریم علیہا السلام جب دردزہ سے گھبرا کر کھجوروں کے تنے تلے گئیں تو بے ساختہ منہ سے نکل گیا کہ کاش میں اس سے پہلے ہی مرگئی ہوتی اور آج تو لوگوں کی زبان سے بھلا دی گئی ہوتی - یہ آپ نے اس وقت فرمایا جب معلوم ہوا کہ لوگ انہیں زنا کی تہمت لگا رہے ہیں اس لئے کہ آپ خاوند والی نہ تھیں اور حمل ٹھہر گیا تھا- پھر بچہ پیدا ہوا تھا اور دنیا نے شور مچایا تھا کہ مریم بڑی بدعورت ہے- نہ ماں بری نہ باپ بدکار- پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی مخلصی بیان کر دی اور اپنے بندے حضرت عیسی علیہ السلام کو گہوارے میں زبان دی اور مخلوق کو زبردست معجزہ اور ظاہر نشان دکھا دیا صلوات اللہ و سلامہ علیہا-

ایک حدیث میں ایک لمبی دعا کا ذکر ہے جس میں یہ جملہ بھی ہے کہ الٰہی جب تو کسی قوم کے ساتھ فتنہ کا ارادہ کرے تو مجھے اس فتنے میں مبتلا کرنے سے پہلے ہی دنیا سے اٹھا لے- حضور ﷺ فرماتے ہیں' دو چیزوں کو انسان اپنے حق میں بری جانتا ہے' موت کو بری جانتا ہے اور موت مومن کے لئے فتنے سے بہتر ہے- مال کی کمی کو انسان اپنے لئے برائی خیال کرتا ہے حالانکہ مال کی کمی حساب کی کمی ہے[1] الغرض دینی فتنوں کے وقت طلب موت جائز ہے- چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے آخری زمانے میں جب دیکھا کہ لوگوں کی شرارتیں کسی طرح ختم نہیں ہوتیں اور کسی طرح اتفاق نصیب نہیں ہوتا تو دعا کی کہ الہ العالمین مجھے اب تو اپنی طرف قبض کر لے- یہ لوگ مجھ سے اور میں ان سے تنگ آچکا ہوں- حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ پر بھی جب فتنوں کی زیادتی ہوئی اور دین کا سنبھالنا مشکل ہو پڑا اور امیر خراسان کے ساتھ بڑے معرکے پیش آئے تو آپ نے جناب باری سے دعا کی کہ الٰہی اب مجھے اپنے پاس بلا لے- ایک حدیث میں ہے کہ فتنوں کے زمانوں میں انسان قبر کو دیکھ کر کہے گا' کاش کہ میں اس جگہ ہوتا کیونکہ فتنوں' بلاؤں' زلزلوں اور سختیوں نے ہر ایک مفتون کو فتنے میں

ڈال رکھا ہوگا۔

ابن جریر میں ہے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے ان بیٹوں کے لئے جن سے بہت سے قصور سرزد ہو چکے تھے' استغفار کیا تو اللہ نے ان کا استغفار قبول کیا اور انہیں بخش دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سارا خاندان مصر میں جمع ہو گیا تو برادران یوسفؑ نے ایک روز آپس میں کہا کہ ہم نے ابا جی کو جتنا ستایا ہے' ظاہر ہے۔ ہم نے بھائی یوسف پر جو ظلم توڑے ہیں' ظاہر ہیں۔ اب گو یہ دونوں بزرگ ہمیں کچھ نہ کہیں اور ہماری خطا سے درگزر فرما جائیں۔ لیکن کچھ خیال بھی ہے کہ اللہ کے ہاں ہماری کیسی درگت بنے گی؟ آخر یہ ٹھہری کہ آؤ ابا جی کے پاس چلیں اور ان سے التجائیں کریں۔ چنانچہ سب مل کر آپ کے پاس آئے۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام بھی باپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آتے ہی انہوں نے بیک زبان کہا کہ حضور ہم آپ کے پاس ایک ایسے اہم امر کے لئے آج آئے ہیں کہ اس سے پہلے کبھی ایسے اہم کام کے لئے آپ کے پاس نہیں آئے تھے' ابا جی اور اے بھائی صاحب' ہم اس وقت ایسی مصیبت میں مبتلا ہیں اور ہمارے دل اس قدر کپکپا رہے ہیں کہ آج سے پہلے ہماری ایسی حالت کبھی نہیں ہوئی۔ الغرض کچھ اس طرح نرمی اور لجاجت کی کہ دونوں بزرگوں کا دل بھر آیا' ظاہر ہے کہ انبیا کے دلوں میں تمام مخلوق سے زیادہ رحم اور نرمی ہوتی ہے۔ پوچھا کہ آخر تم کیا کہتے ہو اور ایسی تم پر کیا پتا پڑی ہے؟ سب نے کہا' آپ کو خوب معلوم ہے کہ ہم نے آپ کو کس قدر ستایا' ہم نے بھائی پر کیسے ظلم وستم ڈھائے؟ دونوں نے کہا ہاں معلوم ہے پھر؟ کہا' کیا یہ درست ہے کہ آپ دونوں نے ہماری تقصیر معاف فرما دی؟ کہا ہاں بالکل درست ہے۔ ہم دل سے معاف کر چکے۔ تب لڑکوں نے کہا' آپ کا معاف کر دینا بھی بے سود ہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف نہ کر دے۔ پوچھا اچھا پھر مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ جواب دیا یہی کہ آپ ہمارے لئے اللہ سے بخشش طلب فرمائیں یہاں تک کہ بذریعہ وحی آپؑ کو معلوم ہو جائے کہ اللہ نے ہمیں بخش دیا تو البتہ ہماری آنکھوں میں نور اور دل میں سرور آ سکتا ہے ورنہ ہم تو دونوں جہاں سے گئے گزرے۔ اس وقت آپ کھڑے ہو گئے۔ قبلے کی طرف متوجہ ہوئے' حضرت یوسف علیہ السلام آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے' بڑے ہی خشوع وخضوع سے جناب باری میں گڑگڑا گڑگڑا کر دعائیں شروع کیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام دعا کرتے تھے' حضرت یوسفؑ آمین کہتے تھے کہتے ہیں کہ بیس سال تک دعا مقبول نہ ہوئی۔

آخر بیس سال تک جب کہ بھائیوں کا خون خوف خداوندی سے خشک ہونے لگا تب وحی آئی اور قبولیت دعا اور بخشش فرزندان کی بشارت سنائی گئی بلکہ یہ بھی فرمایا گیا کہ اللہ کا وعدہ ہے کہ تیرے بعد نبوت بھی انہیں ملے گی۔ یہ قول حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے اور اس میں دو راوی ضعیف ہیں۔ یزید رقاشی' صالح مری۔ سدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی موت کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو وصیت کی کہ مجھے ابراہیم واسحاق کی جگہ میں دفن کرنا۔ چنانچہ بعد از انتقال آپ نے یہ وصیت پوری کی اور ملک شام کی زمین میں آپ کے باپ دادا کے پاس دفن کیا۔ علیہم الصلوات و السلام۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ۚ وَ مَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْۤا اَمْرَهُمْ وَ هُمْ یَمْكُرُوْنَ ۝۱۰۲ وَ مَاۤ اَكْثَرُ النَّاسِ وَ لَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ ۝۱۰۳ وَ مَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝۱۰۴ ۧ

ع ۱۱

یہ غیب کی خبروں میں سے ہے۔ جس کی ہم تیری طرف وحی کر رہے ہیں' تو تو ان کے پاس نہ تھا جب کہ انھوں نے اپنی بات ٹھان لی تھی اور وہ فریب کرنے لگے تھے ○ گو تو لاکھ چاہے لیکن اکثر لوگ ایماندار نہ ہوں گے ○ تو ان سے اس پر کوئی اجرت طلب نہیں کر رہا' یہ تو تمام دنیا کے لئے نری نصیحت ہی نصیحت ہے ○

(آیت: ۱۰۲-۱۰۴) حضرت یوسفؑ کا تمام و کمال قصہ بیان فرما کر کہ کس طرح بھائیوں نے ان کے ساتھ برائی کی اور کس طرح ان کی جان تلف کرنی چاہی اور اللہ نے انہیں کس طرح بچایا اور کس طرح اوج و ترقی پر پہنچایا اب اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ یہ اور اس جیسی اور چیزیں سب ہماری طرف سے تمہیں دی جاتی ہیں تاکہ لوگ ان سے نصیحت حاصل کریں اور آپ کے مخالفین کی بھی آنکھیں کھلیں اور ان پر ہماری حجت قائم ہو جائے' تو اس وقت کچھ ان کے پاس تھوڑے ہی تھا جب وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کھلا داؤ فریب کر رہے تھے۔ کنویں میں ڈالنے کے لئے سب مستعد ہو گئے تھے۔ صرف ہمارے بتانے سکھانے سے تجھے یہ واقعات معلوم ہوئے۔ جیسے حضرت مریم علیہا السلام کے قصے کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد ہوا ہے کہ جب وہ قلمیں ڈال رہے تھے کہ مریم کو کون پالے' تو اس وقت ان کے پاس نہ تھا۔ الخ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں بھی اسی قسم کا ارشاد فرمایا ہے کہ بجانب مغربی جب ہم حضرت موسیٰ کو اپنی باتیں سمجھا رہے تھے' تو وہاں نہ تھا۔ اسی طرح اہل مدین کا معاملہ بھی تجھ سے پوشیدہ ہی تھا۔ ملاء اعلیٰ کی آپس کی گفتگو میں تو موجود نہ تھا۔ یہ سب ہماری طرف سے بذریعہ وحی تجھے بتایا گیا' یہ کھلی دلیل ہے تیری رسالت و نبوت کی کہ گذشتہ واقعات تو اس طرح کھول کھول کر لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے کہ گویا تو نے آپ بچشم خود دیکھے ہیں اور تیرے سامنے ہی گزرے ہیں۔ پھر یہ واقعات نصیحت و عبرت حکمت و موعظت سے پر ہیں جن سے انسانوں کی دین و دنیا سنور سکتی ہے۔ باوجود اس کے بھی اکثر لوگ ایمان سے کورے رہ جاتے ہیں گو تو لاکھ چاہے کہ یہ مومن بن جائیں۔ اور آیت میں ہے وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِی الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اگر تو انسانوں کی اکثریت کی اطاعت کرے گا تو وہ تجھے راہ اللہ سے بہکا اور بھٹکا دیں گے۔ بہت سے واقعات کے بیان کے بعد ہر ایک واقعہ کے ساتھ قرآن نے فرمایا ہے کہ گو اس میں بڑا زبردست نشان ہے لیکن پھر بھی اکثر لوگ ماننے والے نہیں۔ آپ جو کچھ بھی جفاکشی کر رہے ہیں اور مخلوق خدا کو راہ خدا دکھا رہے ہیں' اس میں آپ کا اپنا دنیوی نفع ہرگز مقصود نہیں' آپ ان سے کوئی اجرت اور کوئی بدلہ نہیں چاہتے بلکہ یہ صرف اللہ کی رضا جوئی کے لئے' مخلوق کے نفع کے لئے ہے۔ یہ تو تمام جہان کے لئے سراسر ذکر ہے کہ وہ راہ راست پائیں' نصیحت حاصل کریں' عبرت پکڑیں' ہدایت و نجات پائیں۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿١٠٥﴾ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿١٠٦﴾ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٠٧﴾

آسمانوں اور زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں جن سے یہ منہ موڑے گزر جاتے ہیں ○ ان میں سے اکثر لوگ باوجود اللہ پر ایمان رکھنے کے بھی مشرک ہی ہیں ○ کیا وہ اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان کے پاس اللہ کے عذابوں میں سے کوئی عام عذاب آ جائے یا ان پر اچانک قیامت ٹوٹ پڑے اور وہ محض بے خبر ہی ہوں؟ ○

(آیت: ۱۰۵-۱۰۷) بیان ہو رہا ہے قدرت کی بہت سے نشانیاں' وحدانیت کی بہت سی گواہیاں' دن رات ان کے سامنے ہیں۔ پھر بھی اکثر لوگ نہایت بے پرواہی اور سبک سری سے ان میں کبھی غور و فکر نہیں کرتے۔ کیا یہ اتنا وسیع آسمان' کیا یہ اس قدر پھیلی ہوئی زمین' کیا یہ روشن ستارے' یہ

گردش والا سورج چاند' یہ درخت اور یہ پہاڑ یہ کھیتیاں اور سبزیاں' یہ تلاطم برپا کرنے والے سمندر' یہ بزور چلنے والی ہوائیں' یہ مختلف قسم کے رنگا رنگ میوے' یہ الگ الگ غلے اور قدرت کی بے شمار نشانیاں ایک عقل مند کے اس قدر بھی کام نہیں آ سکتیں کہ وہ ان سے اپنے اللہ کی' جو احد ہے' صمد ہے' واحد ہے' لاشریک ہے' قادر وقیوم ہے' باقی اور کافی ہے' اس ذات کو پہچان لیں اور اس کے ناموں اور صفتوں کے قائل ہو جائیں؟ بلکہ ان میں سے اکثریت کی ذہنیت تو یہاں تک بگڑ چکی ہے کہ اللہ پر ایمان ہے۔ پھر شرک سے دست برداری نہیں۔ آسمان وزمین' پہاڑ اور درخت' انسان اور جن کا خالق اللہ مانتے ہیں۔ لیکن پھر بھی اس کے سوا دوسروں کو اس کے ساتھ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ یہ مشرکین حج کو آتے ہیں۔ احرام باندھ کر لبیک پکارتے ہوئے کہتے ہیں کہ یا الٰہی تیرا کوئی شریک نہیں۔ جو بھی شریک ہیں ان کا خود کا مالک بھی تو ہے اور ان کی ملکیت کا مالک بھی تو ہی ہے۔

صحیح مسلم شریف میں ہے کہ جب وہ اتنا کہتے ہیں کہ ہم حاضر ہیں الٰہی تیرا کوئی شریک نہیں تو آنحضرت ﷺ فرماتے' بس بس یعنی اب آگے کچھ نہ کہو۔ فی الواقع شرک ظلم عظیم ہے کہ اللہ کے ساتھ دوسرے کی بھی عبادت کی جائے۔ صحیحین میں ہے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسالت پناہ ﷺ سے سوال کیا کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ تیرا اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا حالانکہ اسی اکیلے نے تجھے پیدا کیا ہے۔ اسی طرح اسی آیت کے تحت میں منافقین بھی داخل ہیں۔ ان کے عمل اخلاص والے نہیں ہوتے بلکہ وہ ریاکار ہوتے ہیں اور ریاکاری بھی شرک ہے۔ قرآن کا فرمان ہے ان المنافقین خادعون اللہ و ھو خادعھم الخ' منافق اللہ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں حالانکہ اللہ کی طرف سے خود دھوکے میں ہیں' یہ نماز کو بڑے ہی سست ہو کر کھڑے ہوتے ہیں' صرف لوگوں کو دکھانا مقصود ہوتا ہے' ذکر اللہ تو برائے نام ہوتا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ بعض شرک بہت ہلکے اور پوشیدہ ہوتے ہیں۔ خود کرنے والے کو بھی پتہ نہیں چلتا۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ایک بیمار کے پاس گئے۔ اس کے بازو پر ایک دھاگا بندھا ہوا دیکھ کر آپ نے اسے توڑ دیا اور یہی آیت پڑھی کہ ایماندار ہوتے ہوئے بھی مشرک بنتے ہو؟ حدیث شریف میں ہے' تو اللہ کے سوا دوسرے کے نام کی جس نے قسم کھائی' وہ مشرک ہو گیا۔ ملاحظہ ہو ترمذی شریف۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ جھاڑ پھونک' ڈورے دھاگے اور جھوٹے تعویذ شرک ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو توکل کے باعث سب سختیوں سے دور کر دیتا ہے۔ (ابوداؤد وغیرہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی صاحبہ فرماتی ہیں کہ حضرت عبداللہ کی عادت تھی جب کبھی باہر سے آتے' زور سے کھنکھارتے' تھوکتے کہ گھر والے سمجھ جائیں اور آپ انہیں کسی ایسی حالت میں نہ دیکھ پائیں کہ برا لگے۔ ایک دن اسی طرح آپ آئے۔ اس وقت میرے پاس ایک بڑھیا تھی جو بوجہ بیماری کے مجھ پر دم جھاڑا کرنے کو آئی تھی۔ میں نے آپ کی کھنکھار کی آواز سنتے ہی اسے چارپائی تلے چھپا دیا' آپ آئے۔ میرے پاس میری چارپائی پر بیٹھ گئے اور میرے گلے میں دھاگا دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا اس میں دم کرا کے میں نے باندھ لیا ہے۔ آپ نے اسے پکڑ کر توڑ دیا اور فرمایا' عبداللہ کا گھر شرک سے بے نیاز ہے۔ خود میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جھاڑ پھونک' تعویذات اور ڈورے دھاگے شرک ہیں۔ میں نے کہا' یہ آپ کیسے فرماتے ہیں۔ میری آنکھ دکھ رہی تھی۔ میں فلاں یہودی کے پاس جایا کرتی تھی۔ وہ دم جھاڑا کر دیتا تھا تو سکون ہو جاتا تھا۔ آپ نے فرمایا تیری آنکھ میں شیطان چوکا مارا کرتا تھا اور اس کی پھونک سے وہ رک جاتا تھا' تجھے یہ کافی تھا کہ وہ کہتی جو رسول اللہ ﷺ نے سکھایا ہے اَذْھِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا۔

مسند احمد کی اور حدیث میں عیسیٰ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ عبداللہ بن حکیم بیمار پڑے۔ ہم ان کی عیادت کے لئے گئے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ کوئی ڈورا دھاگا لٹکا لیں تو اچھا ہو' آپ نے فرمایا میں ڈورا دھاگا لٹکاؤں؟ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے' جو شخص جو چیز

لٹکائے' وہ اسی کے حوالہ کر دیا جاتا ہے۔ مسند میں ہے' جو شخص کوئی ڈورادھا گا لٹکائے' اس نے شرک کیا۔ ایک روایت میں ہے جو شخص ایسی کوئی چیز لٹکائے' اللہ اس کا کام پورا نہ کرے اور جو شخص اسے لٹکائے اللہ اسے لٹکا ہوا ہی رکھے۔ ایک حدیث قدسی میں ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' میں تمام شریکوں سے زیادہ بے نیاز اور بے پرواہ ہوں۔ جو شخص اپنے کسی کام میں میرا کوئی شریک ٹھہرائے' میں اسے اور اس کے شریک کو چھوڑ دیتا ہوں۔ (مسلم) مسند میں ہے' قیامت کے دن جب کہ اول و آخر سب جمع ہوں گے' اللہ کی طرف سے ایک منادی ندا کرے گا کہ جس نے اپنے عمل میں شرک کیا ہے' وہ اس کا ثواب اپنے شریک سے طلب کر لے اللہ تعالیٰ تمام شرکاء سے بڑھ کر شرک سے بے نیاز ہے۔ مسند میں ہے' آپ فرماتے ہیں مجھے تم پر سب سے زیادہ ڈر چھوٹے شرک کا ہے' لوگوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ فرمایا ریا کاری۔ قیامت کے دن لوگوں کو جزائے اعمال دی جائے گی۔ اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا کہ اے ریا کارو تم جاؤ اور جن کے دکھانے سنانے کے لئے تم نے عمل کئے تھے انہیں سے اپنا اجر طلب کرو اور دیکھو کہ وہ دیتے ہیں یا نہیں؟ مسند میں ہے' آپ فرماتے ہیں' جو شخص کوئی بدشگونی لے کر اپنے کام سے لوٹ جائے وہ مشرک ہو گیا۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے دریافت کیا' حضور ﷺ پھر اس کا کفارہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہنا اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُكَ وَلَا طَيْرَ اِلَّا طَيْرُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ یعنی اے اللہ سب بھلائیاں' سب نیک شگون تیرے ہی ہاتھ میں ہیں۔ تیرے سوا کوئی بھلائیوں اور نیک شگونیوں والا نہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا کہ لوگو شرک سے بچو۔ وہ تو چیونٹی کی چال سے زیادہ پوشیدہ چیز ہے' اس پر حضرت عبداللہ بن حرب اور حضرت قیس بن مصارب کھڑے ہو گئے اور کہا' یا تو آپ اس کی دلیل پیش کیجئے یا ہم جائیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کی شکایت کریں۔ آپ نے فرمایا' لو دلیل لو۔ ہمیں آنحضرت ﷺ نے ایک دن خطبہ سنایا اور فرمایا' لوگو شرک سے بچو۔ وہ تو چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے۔ پس کسی نے آپ ؐ سے پوچھا کہ پھر اس سے بچاؤ کیسے ہو سکتا ہے؟ فرمایا یہ دعا پڑھا کرو اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ اَنْ نُشْرِكَ بِكَ شَيْئًا نَعْلَمُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُكَ مِمَّا لَا نَعْلَمُ ایک اور روایت میں ہے کہ یہ سوال کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ شرک تو یہی ہے کہ اللہ کے ساتھ دوسرے کو پکارا جائے۔

اس حدیث میں دعا کے الفاظ یہ ہیں اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اُشْرِكَ بِكَ وَ اَنَا اَعْلَمُ وَ اَسْتَغْفِرُكَ مِمَّا لَا اَعْلَمُ (مسند ابویعلی) ابوداؤد وغیرہ میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی دعا سکھایئے جسے میں صبح شام اور سوتے وقت پڑھا کروں تو آپ ؐ نے فرمایا یہ دعا پڑھ اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ رَبَّ كُلِّ شَیْءٍ وَّ مَلِيْكَهٗ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِىْ وَ مِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَ شِرْكِهٖ اور روایت میں ہے کہ مجھے حضور ﷺ نے یہ دعا پڑھنی سکھائی۔ اس کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں وَ اَنْ اَقْتَرِفَ عَلٰى نَفْسِىْ سُوْٓءً اَوْ اَجُرَّهٗ اِلٰى مُسْلِمٍ فرمان ہے کہ کیا ان مشرکوں کو اس بات کا خوف نہیں ہے کہ اگر اللہ کو منظور ہو تو چاروں طرف سے عذاب الٰہی انہیں اس طرح آگھیرے کہ انہیں پتہ بھی نہ چلے۔ جیسے ارشاد ہے اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ الخ' یعنی مکاریاں اور برائیاں کرنے والے کیا اس بات سے نڈر ہو گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دے یا ایسی جگہ سے عذاب لا دے کہ انہیں شعور بھی نہ ہو یا انہیں لیٹتے بیٹھتے ہی پکڑ لے یا ہوشیار کر کے تھام لے۔ اللہ کسی بات میں عاجز نہیں۔ یہ تو صرف اس کی رحمت و رافت ہے کہ گناہ کریں اور پھلیں پھولیں۔ فرمان الٰہی ہے کہ بستیوں کے گنہگار اس بات سے بے خطر ہو گئے ہیں کہ ان کے پاس راتوں کو ان کے سوتے ہوئے ہی عذاب آ جائیں یا دن دھاڑے بلکہ ہنستے کھیلتے ہوئے عذاب آ دھمکیں' اللہ کے مکر سے بے خوف نہ ہونا چاہئے ایسے لوگ سخت نقصان اٹھاتے ہیں۔

تو کہہ میری راہ یہی ہے اللہ کی طرف - میں اور میرے فرمانبردار بلا رہے ہیں پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ' اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں نہیں ○ تجھ سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے ہیں' سب شہری مرد ہی تھے جن کی طرف ہم وحی نازل فرماتے گئے' کیا زمین میں چل پھر کر انھوں نے دیکھا نہیں کہ ان سے پہلے کے لوگوں کا کیسا کچھ انجام ہوا؟ یقیناً آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لئے بہت ہی بہتر ہے' کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے ؟ ○

دعوت وحدانیت ☆☆ (آیت:۱۰۸) اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو جنہیں تمام جن وانس کی طرف بھیجا ہے' حکم دیتا ہے کہ لوگوں کو خبر کر دو کہ میرا مسلک' میرا طریق' میری سنت یہ ہے کہ اللہ کی وحدانیت کی دعوت عام کر دوں - پورے یقین و دلیل اور بصیرت کے ساتھ' میں اس طرف سب کو بلا رہا ہوں - میرے جتنے پیرو ہیں' وہ بھی اسی طرف سب کو بلا رہے ہیں - شرعی' نقلی اور عقلی دلیلوں کے ساتھ اس طرف دعوت دیتے ہیں - ہم اللہ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں' اس کی تعظیم تقدیس' تسبیح تہلیل بیان کرتے ہیں' اسے شریک سے' نظیر سے' عدیل سے' وزیر سے' مشیر سے اور ہر طرح کی کمی اور کمزوری سے پاک مانتے ہیں' نہ اس کی اولاد مانیں' نہ بیوی' نہ ساتھی' نہ ہم جنس - وہ ان تمام بری باتوں سے پاک اور بلند و بالا ہے - آسمان و زمین اور ان کی ساری مخلوق اس کی حمد و تسبیح کر رہی ہے لیکن لوگ ان کی تسبیح سمجھتے نہیں' اللہ بڑا ہی حلیم اور غفور ہے -

رسول اور نبی صرف مرد ہی ہوئے ہیں ☆☆ (آیت:۱۰۹) بیان فرماتا ہے کہ رسول اور نبی مرد ہی بنتے رہے نہ کہ عورتیں - جمہور اہل اسلام کا یہی قول ہے کہ نبوت عورتوں کو کبھی نہیں ملی - اس آیت کریمہ کا سیاق بھی اسی پر دلالت کرتا ہے - لیکن بعض کا قول ہے کہ خلیل اللہ علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ' موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ مریم بھی نبیہ تھیں - ملائکہ نے حضرت سارہ کو ان کے لڑکے اسحاق اور پوتے یعقوب کی بشارت دی - موسیٰ کی ماں کی طرف انہیں دودھ پلانے کی وحی ہوئی - مریم کو حضرت عیسیٰ کی بشارت فرشتے نے دی - فرشتوں نے مریم سے کہا کہ اللہ نے تجھے پسندیدہ' پاک اور برگزیدہ کر لیا ہے تمام جہان کی عورتوں پر - اے مریم اپنے رب کی فرماں برداری کرتی رہ' اس کے لئے سجدے کر اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر - اس کا جواب یہ ہے کہ اتنا تو ہم مانتے ہیں جتنا قرآن نے بیان فرمایا - لیکن اس سے ان کی نبوت ثابت نہیں ہوتی - صرف اتنا فرمان یا اتنی بشارت یا اتنے حکم کسی کی نبوت کے لئے دلیل نہیں -

اہل سنت والجماعت کا اور سب کا مذہب یہ ہے کہ عورتوں میں سے کوئی نبوت والی نہیں - ہاں ان میں صدیقات ہیں جیسے کہ سب سے اشرف اور افضل عورت حضرت مریم کی نسبت قرآن نے فرمایا ہے وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ پس اگر وہ نبی ہوتیں تو اس مقام میں وہی مرتبہ بیان کیا جاتا - آیت کا مطلب یہ ہے کہ زمین کے رہنے والے انسان ہی نبی ہوتے رہے نہ کہ آسمان سے کوئی فرشتہ اترتا ہو - چنانچہ اور آیت میں ہے وَمَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ یعنی تجھ سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے' وہ سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں آمد و رفت بھی رکھتے تھے - وہ ایسے نہ تھے کہ کھانا کھانے سے پاک ہوں' نہ ایسے تھے کہ کبھی

مرنے والے ہی نہ ہوں' ہم نے ان سے اپنے وعدے پورے کئے' انہیں اور ان کے ساتھ جنہیں ہم نے چاہا' نجات دی اور مسرف لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ اسی طرح اور آیت میں ہے قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ الخ' یعنی میں کوئی پہلا رسول تو نہیں؟ الخ پاؤ یہ ہے کہ اہل قریٰ سے مراد اہل شہر ہیں نہ کہ بادیہ نشین۔ وہ تو بڑے کج طبع اور بد اخلاق ہوتے ہیں۔ مشہور و معروف ہے کہ شہری نرم طبع اور خوش خلق ہوتے ہیں۔ اسی طرح بستیوں سے دور والے' پرلے کنارے رہنے والے بھی عموماً ایسے ہی ٹیڑھے ترچھے ہوتے ہیں۔ قرآن فرماتا ہے اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا الخ' جنگلوں کے رہنے والے بد کفر و نفاق میں بہت سخت ہیں۔ قتادہ بھی یہ مطلب بیان فرماتے ہیں کیونکہ شہریوں میں علم و حاکم زیادہ ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ بادیہ نشین اعراب میں سے کسی نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا۔ آپ نے اسے بدلہ دیا لیکن اسے اس نے بہت کم سمجھا' آپؐ نے اور دیا۔ اور دیا یہاں تک کہ اسے خوش کر دیا۔ پھر فرمایا میرا جی چاہتا ہے کہ سوائے قریش اور انصاری اور ثقفی اور دوسی لوگوں کے اوروں کا تحفہ قبول ہی نہ کروں۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ وہ مومن جو لوگوں سے ملے جلے اور ان کی ایذاؤں پر صبر کرے' وہ اس سے بہتر ہے جو نہ ان سے ملے جلے اور نہ ان کی ایذاؤں پر صبر کرے۔ یہ جھٹلانے والے کیا ملک میں چلتے پھرتے نہیں کہ اپنے سے پہلے کے جھٹلانے والوں کی حالتوں کو دیکھیں اور ان کے انجام پر غور کریں؟ جیسے فرمان ہے اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ الخ' یعنی کیا انہوں نے زمین کی سیر نہیں کی کہ ان کے دل سمجھدار ہوتے۔ ان کے کان سن لیتے' ان کی آنکھیں دیکھ لیتیں کہ ان جیسے گنہگاروں کا کیا حشر ہوتا رہا ہے؟ وہ نجات سے محروم رہتے ہیں۔ عتاب الٰہی انہیں غارت کر دیتا ہے۔ عالم آخرت ان کے لئے بہت ہی بہتر ہے جو احتیاط سے زندگی گزار دیتے ہیں۔ یہاں بھی نجات پاتے ہیں اور وہاں بھی' اور وہاں کی نجات یہاں کی نجات سے بہت ہی بہتر ہے۔ وعدہ الٰہی ہے اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا ہم اپنے رسولوں کی اور ان پر ایمان لانے والوں کی اس دنیا میں بھی مدد فرماتے ہیں اور قیامت کے دن بھی ان کی امداد کریں گے' اس دن گواہ کھڑے ہوں گے' ظالموں کے عذر بے سود رہیں گے' ان پر لعنت برسے گی اور ان کے لئے برا گھر ہوگا۔ گھر کی اضافت آخرت کی طرف کی۔ جیسے صلوٰۃ اولیٰ اور مسجد جامع اور عام اول اور بارحۃ الاولیٰ اور یوم الخمیس میں ایسی ہی اضافت ہے۔ عربی شعروں میں بھی یہ اضافت بکثرت آئی ہے۔

حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ ۭ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۰﴾

یہاں تک کہ جب رسول ناامید ہونے لگے اور یہ خیال کرنے لگے کہ انہیں جھوٹ کہا گیا' فوراً ہی ہماری مدد ان کے پاس آپہنچی۔ جسے ہم نے چاہا اسے نجات دی گئی' بات یہ ہے کہ ہمارا عذاب گنہگاروں سے واپس نہیں کیا جاتا ○

جب مخالفت عروج پر ہو: ☆☆ (آیت: ۱۱۰) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس کی مدد اس کے رسولوں پر بروقت اترتی ہے۔ دنیا کے جھٹکے جب زوروں پر ہوتے ہیں' مخالفت جب تن جاتی ہے' اختلاف جب بڑھ جاتا ہے' دشمنی جب پوری ہو جاتی ہے' انبیاء اللہ کو جب چاروں طرف سے گھیر لیا جاتا ہے' معاً اللہ کی مدد آپہنچتی ہے۔ كُذِبُوْا اور كُذِّبُوْا دونوں قراتیں ہیں' حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ یہ لفظ كُذِبُوْا یا كُذِّبُوْا ہے؟ حضرت عائشہؓ کی قرأت ذال کی تشدید سے ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عروہ بن زبیرؓ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ یہ لفظ كُذِبُوْا ہے یا كُذِّبُوْا ہے؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا كُذِّبُوْا ہے۔ انہوں نے کہا پھر تو یہ معنی ہوئے کہ رسولوں نے گمان کیا کہ

وہ جھٹلائے گئے تو یہ گمان کی کون سی بات تھی۔ یہ تو یقینی بات تھی کہ وہ جھٹلائے جاتے تھے۔ آپ نے فرمایا بے شک یہ یقینی بات تھی کہ وہ کفار کی طرف سے جھٹلائے جاتے تھے لیکن وہ وقت بھی آئے کہ ایمان دار امتی بھی ایسے زلزلے میں ڈالے گئے اور اس طرح ان کی مدد میں تاخیر ہوئی کہ رسولوں کے دل میں آئی کہ غالباً اب تو ہماری جماعت بھی ہمیں جھٹلانے لگی ہوگی۔ اب مدد رب آئی۔ اور انہیں غلبہ ہوا۔ تم اتنا تو خیال کرو کہ کُذِبُوْا کیسے ٹھیک ہوسکتا ہے؟ معاذ اللہ کیا انبیاء علیہم السلام اللہ کی نسبت یہ بدگمانی کر سکتے ہیں کہ انہیں رب کی طرف سے جھٹلایا گیا؟ ابن عباسؓ کی قرأت میں کُذِبُوْا ہے۔ آپ اس کی دلیل میں آیت حتی یقول الرسول الخ، پڑھ دیتے تھے یعنی یہاں تک کہ انبیاء اور ایماندار کہنے لگے کہ اللہ کی مدد کہاں ہے۔ یاد رکھو مدد رب بالکل قریب ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا سختی سے انکار کرتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ جناب رسول اللہ آنحضرت ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے جتنے وعدے کئے، آپ کو کامل یقین تھا کہ وہ سب یقینی اور حتمی ہیں اور سب پورے ہو کر ہی رہیں گے۔ آخر دم تک کبھی نعوذ باللہ آپ کے دل میں یہ وہم ہی پیدا نہیں ہوا کہ کوئی وعدہ ربانی غلط ثابت ہوگا۔ یا ممکن ہے کہ غلط ہو جائے یا پورا نہ ہو۔ ہاں انبیاء علیہم السلام پر برابر بلائیں اور آزمائشیں آتی رہیں، یہاں تک کہ ان کے دل میں یہ خطرہ پیدا ہونے لگا کہ کہیں میرے ماننے والے بھی مجھ سے بدگمان ہو کر مجھے جھٹلا نہ رہے ہوں۔

ایک شخص قاسم بن محمد کے پاس آ کر کہتا ہے کہ محمد بن کعب قرظی کُذِبُوْا پڑھتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ان سے کہہ دو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زوجہ صدیقہ عائشہؓ سے سنا ہے وہ کُذِّبُوْا پڑھتی تھیں یعنی ان کے ماننے والوں نے انہیں جھٹلایا۔ پس ایک قرات تو تشدید کے ساتھ ہے۔ دوسری تخفیف کے ساتھ ہے، پھر اس کی تفسیر میں ابن عباسؓ سے تو وہ مروی ہے جو اوپر گزر چکا۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے یہ آیت اسی طرح پڑھ کر فرمایا، یہی وہ ہے جو تو برا جانتا ہے۔ یہ روایت اس روایت کے خلاف ہے جسے ان دونوں بزرگوں سے اوروں نے روایت کیا ہے، اس میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب رسول ناامید ہو گئے کہ ان کی قوم ان کی مانے گی اور قوم نے یہ سمجھ لیا کہ نبیوں نے ان سے جھوٹ کہا، اسی وقت اللہ کی مدد آ پہنچی اور جسے اللہ نے چاہا، نجات بخشی۔ اسی طرح کی تفسیر اوروں سے بھی مروی ہے۔ ایک نوجوان قریشی نے حضرت سعید بن جبیر رحمتہ اللہ علیہ سے کہا کہ حضرت ہمیں بتایئے اس لفظ کو کیا پڑھیں؟ مجھ سے تو اس لفظ کی قرات کی وجہ سے ممکن ہے کہ اس سورت کا پڑھنا ہی چھوٹ جائے۔ آپ نے فرمایا سنو اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیا اس سے مایوس ہو گئے کہ ان کی قوم ان کی بات مانے گی اور قوم والے سمجھ بیٹھے کہ نبیوں نے غلط کہا ہے، یہ سن کر حضرت ضحاک بن مزاحم بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا کہ اس جیسا جواب کسی ذی علم کا میں نے نہیں سنا اگر میں یہاں سے یمن پہنچ کر بھی ایسے جواب کو سنتا تو میں اسے بھی بہت آسان جانتا۔

مسلم بن یسار رحمتہ اللہ علیہ نے بھی آپ کا یہ جواب سن کر اٹھ کر آپ سے معانقہ کیا اور کہا اللہ تعالیٰ آپ کی پریشانیوں کو بھی اسی طرح دور کر دے جس طرح آپ نے ہماری پریشانی دور فرمائی۔ بہت سے اور مفسرین نے بھی یہی مطلب بیان کیا ہے بلکہ مجاہد رحمتہ اللہ علیہ کی قرأت تو ذال کے زبر سے ہے یعنی کُذَبُوْا ہاں بعض مفسرین وَظَنُّوْا کا فاعل مومنوں کو بتاتے ہیں اور بعض کافروں کو یعنی کافروں نے یا یہ کہ بعض مومنوں نے یہ گمان کیا کہ رسولوں سے جو وعدہ مدد کا تھا، اس میں وہ جھوٹے ثابت ہوئے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو فرماتے ہیں، رسول ناامید ہو گئے یعنی اپنی قوم کے ایمان سے اور نصرت ربانی میں دیر دیکھ کر ان کی قوم گمان کرنے لگی کہ وہ جھوٹا وعدہ دیئے گئے تھے۔ پس یہ دونوں روایتیں تو ان دونوں بزرگ صحابیوں سے مروی ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا صاف انکار کرتی ہیں۔ ابن جریر رحمتہ اللہ علیہ بھی قول صدیقہؓ کی طرفداری کرتے اور دوسرے قول کی تردید کرتے ہیں اور اسے ناپسند کر کے رد کر دیتے ہیں، واللہ اعلم۔

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۗ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿١١١﴾

ان کے قصوں میں عقل والوں کے لئے یقیناً نصیحت اور عبرت ہے' یہ قرآن جھوٹ بنائی ہوئی بات نہیں بلکہ یہ تصدیق ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے کی ہیں اور کھول کھول کر بیان کرنے والی ہے ہر چیز کی' اور ہدایت و رحمت ہے ایمان دار لوگوں کے لئے ○

عبرت و نصیحت: ☆☆ (آیت:۱۱۱) نبیوں کے واقعات' مسلمانوں کی نجات' کافروں کی ہلاکت کے قصے' عقلمندوں کے لئے بڑی عبرت و نصیحت والے ہیں۔ یہ قرآن بناوٹی نہیں بلکہ اگلی آسمانی کتابوں کی سچائی کی دلیل ہے۔ ان میں جو حقیقی باتیں اللہ کی ہیں' ان کی تصدیق کرتا ہے۔ اور جو تحریف و تبدیلی ہوئی ہے' اسے چھانٹ دیتا ہے' ان کی جو باتیں باقی رکھنے کی تھیں' انہیں باقی رکھتا ہے۔ اور جو احکام منسوخ ہو گئے' انہیں بیان کرتا ہے۔ ہر ایک حلال و حرام' محبوب و مکروہ کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ طاعات' واجبات' مستحبات' محرمات' مکروہات وغیرہ کو بیان فرماتا ہے۔ اجمالی اور تفصیلی خبریں دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل وعلا کی صفات بیان فرماتا ہے اور بندوں نے جو غلطیاں اپنے خالق کے بارے میں کی ہیں' ان کی اصلاح کرتا ہے۔ مخلوق کو اس سے روکتا ہے کہ وہ اللہ کی کوئی صفت اس کی مخلوق میں ثابت کریں۔ پس یہ قرآن مومنوں کے لئے ہدایت و رحمت ہے' ان کے دل ضلالت سے ہدایت اور جھوٹ سے سچ اور برائی سے بھلائی کی راہ پاتے ہیں اور رب العباد سے دنیا اور آخرت کی بھلائی حاصل کر لیتے ہیں۔ ہماری بھی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دنیا و آخرت میں ایسے ہی مومنوں کا ساتھ دے اور قیامت کے دن جب کہ بہت سے چہرے سفید ہوں گے اور بہت سے منہ کالے ہو جائیں گے' ہمیں مومنوں کے ساتھ نورانی چہروں میں شامل رکھے۔ آمین۔ الحمد للہ سورہ یوسف کی تفسیر ختم ہو گئی۔ اللہ کا شکر ہے وہی تعریفوں کے لائق ہے اور اسی سے ہم مدد چاہتے ہیں۔

تفسیر سورة رعد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

الٓمٓرٰ ۚ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ ۗ وَالَّذِي أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١﴾ اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ۖ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۖ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُم بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ تُوقِنُونَ ﴿٢﴾

اللہ رحمان و رحیم کے نام سے ○

یہ ہیں قرآن کی آیتیں' اور جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے اتارا جاتا ہے' سب حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ○ اللہ وہ ہے' جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کر رکھا ہے کہ تم اسے دیکھ رہے ہو۔ پھر وہ عرش پر قرار پکڑے ہوئے ہے' اسی نے سورج چاند کو ماتحتی میں لگا رکھا ہے' ہر ایک میعاد معین پر گشت کر رہا

ہے وہ کام کی تدبیر کرتا ہے۔ وہی اپنے نشانات کھول کھول کر بیان کر رہا ہے کہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کر لو ○

(آیت:۱) سورتوں کے شروع میں جو حروف مقطعات آتے ہیں ان کی پوری تشریح سورہ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں لکھ آئے ہیں۔ اور یہ بھی ہم کہہ آئے ہیں کہ جس سورت کے اول میں یہ حروف آئے ہیں وہاں عموماً یہی بیان ہوتا ہے کہ قرآن کلام اللہ ہے۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ چنانچہ یہاں بھی ان حروف کے بعد فرمایا' یہ کتاب کی یعنی قرآن کی آیتیں ہیں۔ بعض نے کہا مراد کتاب سے توراۃ و انجیل ہے لیکن یہ ٹھیک نہیں۔ پھر اسی پر عطف ڈال کر اور صفتیں اس پاک کتاب کی بیان فرمائیں کہ یہ سراسر حق ہے اور اللہ کی طرف سے تجھ پر اتارا گیا ہے۔ اَلْحَقُّ خبر ہے۔ اس کا متبدا پہلے بیان ہوا ہے۔ یعنی اَلَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْکَ لیکن ابن جریر رحمتہ اللہ علیہ کا پسندیدہ قول یہ ہے کہ واؤ زائدہ ہے یا عاطفہ ہے اور صفت کا صفت پر عطف ہے جیسے ہم نے پہلے کہا ہے۔ پھر اس کی شہادت میں شاعر کا قول لائے ہیں۔ پھر فرمایا کہ باوجود حق ہونے کے پھر بھی اکثر لوگ ایمان سے محروم ہیں جیسے پہلے گزرا ہے کہ گو تو حرص کرے لیکن اکثر لوگ ایمان قبول کرنے والے نہیں۔ یعنی اس کی حقانیت واضح ہے لیکن ان کی ضد ہٹ دھرمی اور سرکشی انہیں ایمان کی طرف متوجہ نہ ہونے دے گی۔

(آیت:۲) کمال قدرت اور عظمت سلطنت ربانی دیکھو کہ بغیر ستونوں کے آسمانوں کو اس نے بلند و بالا اور قائم کر رکھا ہے۔ زمین سے آسمان کو اللہ نے کیسا اونچا کیا اور صرف اپنے حکم سے اسے ٹھہرایا۔ جس کی انتہا کوئی نہیں پاتا۔ آسمان دنیا ساری زمین کو اور جو اس کے ارد گرد ہے' پانی ہوا وغیرہ سب کو احاطہ کئے ہوئے ہے اور ہر طرف سے برابر اونچا ہے۔ زمین سے پانچ سو سال کی راہ پر ہے' ہر جگہ سے اتنا ہی اونچا ہے۔ پھر اس کی اپنی موٹائی اور دل بھی پانچ سو سال کے فاصلے کا ہے' پھر دوسرا آسمان اس آسمان کو بھی گھیرے ہوئے ہے اور پہلے سے دوسرے تک کا فاصلہ وہی پانچ سو سال کا ہے۔ اسی طرح تیسرا' پھر چوتھا' پھر پانچواں' پھر چھٹا' پھر ساتواں جیسے فرمان الٰہی ہے اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ الخ' یعنی اللہ نے سات آسمان پیدا کئے ہیں اور اسی کے مثل زمین۔ حدیث شریف میں ہے' ساتوں آسمان اور ان میں اور ان کے درمیان میں جو کچھ ہے' وہ کرسی کے مقابلے میں ایسا ہے جیسے کہ چٹیل میدان میں کوئی حلقہ ہو اور کرسی عرش کے مقابلے پر بھی ایسی ہی ہے۔ عرش کی قدر اللہ عزوجل کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔

بعض سلف کا بیان ہے کہ عرش سے زمین تک کا فاصلہ پچاس ہزار سال کا ہے۔ عرش سرخ یاقوت کا ہے۔ بعض مفسر کہتے ہیں' آسمان کے ستون تو ہیں لیکن دیکھے نہیں جاتے۔ لیکن ایاس بن معاویہ فرماتے ہیں' آسمان زمین پر مثل قبے کے ہے یعنی بغیر ستون کے ہے۔ قرآن کے طرز عبارت کے لائق بھی یہ بات ہے اور آیت وَیُمْسِکُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ سے بھی یہی ظاہر ہے۔ پس تَرَوْنَھَا اس نفی کی تاکید ہوگی یعنی آسمان بلاستون اس قدر بلند ہے اور تم آپ دیکھ رہے ہو' یہ ہے کمال قدرت۔ امیہ بن ابو الصلت کے اشعار میں ہے' جس کے اشعار کی بابت حدیث میں ہے کہ اس کے اشعار ایمان لائے ہیں اور اس کا دل کفر کرتا ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ یہ اشعار حضرت زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہیں جن میں ہے ۔

وَاَنْتَ الَّذِیْ مِنْ فَضْلٍ مَنٍّ وَّرَحْمَۃٍ بَعَثْتَ اِلٰی مُوْسٰی رَسُوْلًا مُّنَادِیًا
فَقُلْتَ لَہٗ فَاذْھَبْ وَھَارُوْنَ فَادْعُوَا اِلَی اللّٰہِ فِرْعَوْنَ الَّذِیْ کَانَ طَاغِیًا
وَقُوْلَا لَہٗ ھَلْ اَنْتَ سَوَّیْتَ ھٰذِہٖ بِلَا وَتَدٍ حَتّٰی اسْتَقَلَّتْ کَمَا ھِیَا
وَقُوْلَا لَہٗ اَنْتَ رَفَعْتَ ھٰذِہٖ بِلَا عَمَدٍ اَوْ فَوْقَ ذٰلِکَ بَانِیًا

وَقُولَا لَهُ هَلْ اَنْتَ سَوَّيْتَ وَسْطَهَا مُنِيْرًا اِذَا مَا جَنَّكَ الَّيْلُ هَادِيَا
وَ قُوْلَا لَنَا مَنْ اَنْبَتَ الْحَبَّ فِي الثَّرىٰ فَيُصْبِحُ مِنْهُ الْعَشْبُ يَهْتَزُّ رَابِيَا
وَقُوْلَهُ مَنْ يُّرسِلُ الشَّمْسَ غُدْوَةً فَيُصْبِحُ مَا مَسَّتْ مِنَ الْاَرْضِ ضَاحِيَا
وَيَخْرُجُ مِنْهُ حَبَّهٗ فِيْ رُؤُسِهٖ فَفِيْ ذَاكَ ايَاتٌ لِّمَنْ كَانَ وَاعِيَا

یعنی تو وہ اللہ ہے جس نے اپنے فضل وکرم سے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کو مع ہارون علیہ السلام کے فرعون کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور ان سے فرمادیا کہ اس سرکش کو قائل کرنے کے لئے اس سے کہیں کہ اس بلند وبالا بے ستون آسمان کو کیا تو نے بنایا ہے؟ اور اس میں سورج چاند ستارے تو نے پیدا کئے ہیں؟ اور مٹی سے دانوں کو اگانے والا' پھر ان درختوں میں بالیں پیدا کر کے ان میں دانے پکانے والا کیا تو ہے؟ کیا قدرت کی یہ زبردست نشانیاں ایک گہرے انسان کے لئے اللہ کی ہستی کی دلیل نہیں ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہوا۔ اس کی تفسیر سورہ اعراف میں گزر چکی ہے۔ اور یہ بھی بیان کر دیا گیا ہے کہ یہ جس طرح ہے اسی طرح چھوڑ دی جائے۔ کیفیت' تشبیہ' تعطیل' تمثیل سے اللہ کی ذات پاک ہے اور برتر و بلند وبالا ہے۔ سورج چاند اس کے حکم کے مطابق گردش میں ہیں اور وقت موزوں یعنی قیامت تک برابر اسی طرح لگے رہیں گے۔ جیسے فرمان ہے کہ سورج اپنی جگہ برابر چل رہا ہے۔ اس کی جگہ سے مراد عرش کے نیچے ہے جو زمین کے تلے سے دوسری طرف سے ملحق ہے۔ یہ اور تمام ستارے یہاں تک پہنچ کر عرش سے اور دور ہو جاتے ہیں کیونکہ صحیح بات جس پر بہت سی دلیلیں ہیں۔ یہی ہے کہ وہ قبہ ہے متصل عالم باقی آسمانوں کی طرح وہ محیط نہیں اس لئے کہ اس کے پائے ہیں اور اس کے اٹھانے والے ہیں اور یہ بات آسمان مستدیر گھومے ہوئے آسمان میں تصور میں نہیں آ سکتی۔ جو بھی غور کرے گا' اسے سچ مانے گا۔ آیات واحادیث کا جانچنے والا اسی نتیجے پر پہنچے گا۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔

صرف سورج چاند کا ہی ذکر یہاں اس لئے ہے کہ ساتوں سیاروں میں بڑے اور روشن یہی دو ہیں۔ پس جب کہ یہ دونوں مسخر ہیں تو اور تو بطور اولیٰ مسخر ہوئے۔ جیسے کہ سورج چاند کو سجدہ نہ کرو' سے مراد اور ستاروں کو بھی سجدہ نہ کرنا ہے۔ پھر اور آیت میں تصریح بھی موجود ہے فرمان ہے وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ الخ' یعنی سورج کو اپنی وحدانیت کی دلیلوں کو بالتفصیل بیان فرما رہا ہے کہ تم اس کی توحید کے قائل ہو جاؤ اور اسے مان لو کہ وہ تمہیں فنا کر کے پھر زندہ کر دے گا۔

وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ۭ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَاۗءٍ وَّاحِدٍ ۣ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰي بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

اسی نے زمین کو پھیلا کر بچھا دیا ہے اور اس میں پہاڑ اور نہریں پیدا کر دی ہیں' اور اس میں ہر قسم کے پھلوں کے جوڑے دوہرے دوہرے پیدا کر دیئے ہیں' رات کو دن

سے چھپا دیتا ہے' یقیناً غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ○ اور زمین میں مختلف ٹکڑے ایک دوسرے سے لگتے لگاتے ہیں اور باغات ہیں۔ انگوروں کے اور کھیت ہیں اور کھجوروں کے درخت ہیں شاخ دار اور بعض ایسے ہیں جو دو شاخے نہیں۔ سب ایک ہی پانی پلائے جاتے ہیں۔ پھر بھی ہم ایک کو ایک پر پھلوں میں برتری دیتے ہیں' اس میں عقلمندوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں ○

عالم سفلی کے انوع واقسام : ☆☆ (آیت :۲-۴) اوپر کی آیت میں عالم علوی کا بیان تھا' یہاں عالم سفلی کا ذکر ہو رہا ہے' زمین کو طول وعرض میں پھیلا کر اللہ ہی نے بچھایا ہے۔ اس میں مضبوط پہاڑ بھی اسی کے گاڑے ہوئے ہیں' اس میں دریاؤں اور چشموں کو بھی اسی نے جاری کیا ہے تاکہ مختلف شکل وصورت' مختلف رنگ' مختلف ذائقوں کے پھل پھول کے درخت اس سے سیراب ہوں۔ جوڑا جوڑا میوے اس نے پیدا کئے' کھٹے میٹھے وغیرہ۔ رات دن ایک دوسرے کے پے در پے برابر آتے جاتے رہتے ہیں' ایک کا آنا دوسرے کا جانا ہے۔ پس مکان اور زمان سب میں تصرف اسی قادر مطلق کا ہے۔ اللہ کی ان نشانیوں' حکمتوں اور دلائل کو جو غور سے دیکھے' وہ ہدایت یافتہ ہو سکتا ہے۔ زمین کے ٹکڑے ملے جلے ہوئے ہیں' پھر قدرت کو دیکھئے کہ ایک ٹکڑے سے تو پیداوار ہو اور دوسرے سے کچھ نہ ہو۔ ایک کی مٹی سرخ' دوسرے کی مٹی سفید' زرد' وہ سیاہ' یہ پتھریلی' وہ نرم' یہ میٹھی' وہ شور' ایک ریتیلی' ایک صاف' غرض یہ بھی خالق کی قدرت کی نشانی ہے اور بتاتی ہے کہ فاعل' خود مختار' مالک الملک' لاشریک ایک وہی اللہ خالق کل ہے۔ نہ اس کے سوا کوئی معبود' نہ پالنے والا۔ زَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ کو اگر جَنّٰتٌ پر عطف ڈالیں تو پیش سے مرفوع پڑھنا چاہئے اور اَعْنَاب پر عطف ڈالیں تو زیر سے مضاف الیہ مان کر مجرور پڑھنا چاہئے۔ ائمہ کی جماعت کی دونوں قراتیں ہیں۔ صِنْوَانٌ کہتے ہیں ایک درخت جو کئی تنوں اور شاخوں والا ہو جیسے انار اور انجیر اور بعض کھجوریاں۔ غَيْرُ صنوان جو اس طرح نہ ہو۔ ایک ہی تنا ہو جیسے اور درخت ہوتے ہیں۔ اسی سے انسان کے چچا کو صنوُ الْاَب کہتے ہیں۔ حدیث میں بھی یہ آیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا' کیا تمہیں معلوم نہیں کہ انسان کا چچا مثل باپ کے ہوتا ہے۔ براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' ایک جڑ یعنی ایک تنے میں کئی ایک شاخدار درخت کھجور ہوتے ہیں اور ایک تنے پر ایک ہی ہوتا ہے۔ یہی صنوان اور غیر صنوان ہے۔ یہی قول اور بزرگوں کا بھی ہے۔ سب کے لئے پانی ایک ہی ہے یعنی بارش کا لیکن ہر مزے اور پھل میں کمی بیشی میں بے انتہا فرق ہے۔ کوئی میٹھا ہے' کوئی کھٹا ہے' حدیث میں بھی یہ تفسیر ہے ملاحظہ ہو ترمذی شریف۔ الغرض قسموں اور جنسوں کا اختلاف' شکل صورت کا اختلاف' رنگ کا اختلاف' بو کا اختلاف' مزے کا اختلاف' پتوں کا اختلاف' تروتازگی کا اختلاف' ایک بہت ہی میٹھا' ایک سخت کڑوا' ایک نہایت خوش ذائقہ' ایک بے حد بدمزہ' رنگ کسی کا زرد' کسی کا سرخ' کسی کا سفید' کسی کا سیاہ۔ اسی طرح تازگی اور پھل میں بھی اختلاف حالانکہ غذا کے اعتبار سے سب یکساں ہیں۔ یہ قدرت کی نیرنگیاں ایک ہوشیار شخص کے لئے عبرت ہیں۔ اور فاعل مختار اللہ کی قدرت کا بڑا زبردست پتہ دیتی ہیں کہ جو وہ چاہتا ہے' ہوتا ہے۔ عقل مندوں کے لئے یہ آیتیں اور یہ نشانیاں کافی وافی ہیں۔

وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۵

اگر تجھے تعجب ہو تو واقعی ان کا یہ کہنا بھی عجیب ہے کہ کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے' کیا ہم نئی پیدائش میں ہوں گے' یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے پروردگار سے کفر کیا' یہی ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور یہی ہیں جو جہنم کے رہنے والے ہیں' جو اس میں ہمیشہ رہیں گے ○

عقل کے اندھے ضدی لوگ: ☆☆ (آیت:۵) اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ آپ ان کے جھٹلانے کا کوئی تعجب نہ کریں۔ یہ ہیں ہی ایسے۔ اس قدر نشانیاں دیکھتے ہوئے اللہ کی قدرت کا ہمیشہ مطالعہ کرتے ہوئے اسے مانتے ہوئے کہ سب کا خالق اللہ ہی ہے پھر بھی قیامت کے منکر ہوتے ہیں حالانکہ اس سے بڑھ کر روزمرہ مشاہدہ کرتے رہتے ہیں کہ کچھ نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ سب کچھ کر دیتا ہے۔ ہر عاقل جان سکتا ہے کہ زمین وآسمان کی پیدائش انسان کی پیدائش سے بہت بڑی ہے اور دوبارہ پیدا کرنا بہ نسبت اول بار پیدا کرنے کے بہت آسان ہے۔ جیسے فرمان ربانی ہے اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ یَعْیَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یُّحْیِ الْمَوْتٰی بَلٰٓی اِنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ یعنی جس نے آسمان وزمین بغیر تھکے پیدا کر دیا کیا وہ مردوں کو جلانے پر قادر نہیں؟ بے شک ہے بلکہ ہر چیز اس کی قدرت میں ہے۔ پس یہاں فرماتا ہے کہ دراصل یہ کفار ہیں ان کی گردنوں میں قیامت کے دن طوق ہوں گے اور جہنمی ہیں جو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

وَیَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّیِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰی ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝۶

یہ تجھ سے سزا کی طلبی میں جلدی کر رہے ہیں راحت سے پہلے ہی۔ یقیناً ان سے پہلے سزائیں بطور مثال گزر چکی ہیں بے شک تیرا رب البتہ بخشش والا ہے۔ لوگوں کی بے جا حرکتوں پر بھی اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ تیرا رب بڑی سزا دینے والا بھی ہے ○

منکرین قیامت: ☆☆ (آیت:۶) یہ منکرین قیامت کہتے ہیں کہ اگر سچے ہو تو ہم پر اللہ کا عذاب جلد ہی کیوں نہیں لاتے؟ کہتے تھے کہ اے اپنے آپ پر اللہ کی وحی نازل ہونے کا دعویٰ کرنے والے ہمارے نزدیک تو تو پاگل ہے۔ اگر بالفرض سچا ہے تو عذاب کے فرشتوں کو کیوں نہیں لاتا؟ اس کے جواب میں ان سے کہا گیا کہ فرشتے حق کے اور فیصلے کے ساتھ ہی آیا کرتے ہیں۔ جب وہ وقت آئے گا اس وقت ایمان لانے یا توبہ کرنے یا نیک عمل کرنے کی فرصت ومہلت نہیں ملے گی۔ اسی طرح اور آیت میں ہے وَیَسْتَعْجِلُوْنَكَ دو آیتوں تک اور جگہ ہے سَاَلَ سَآئِلٌ الخ۔ اور آیت میں ہے کہ بے ایمان اس کی جلدی مچا رہے ہیں اور ایماندار اس سے خوف کھا رہے ہیں اور اسے برحق جان رہے ہیں۔ اسی طرح اور آیت میں فرمان ہے کہ وہ کہتے تھے کہ اے اللہ اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور المناک عذاب نازل فرما۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے کفر وانکار کی وجہ سے اللہ کے عذاب کا آنا محال جان کر اس قدر نڈر اور بے خوف ہو گئے تھے کہ عذاب کے اترنے کی آرزو اور طلب کیا کرتے تھے۔ یہاں فرمایا کہ ان سے پہلے کے ایسے لوگوں کی مثالیں ان کے سامنے ہیں کہ کس طرح وہ عذاب کی پکڑ میں آ گئے۔ کہہ دو کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا حلم وکرم ہے کہ گناہ دیکھتا ہے اور فوراً نہیں پکڑتا ورنہ روئے زمین پر کسی کو چلتا پھرتا نہ چھوڑے۔ دن رات خطائیں دیکھتا ہے اور درگزر فرماتا ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ وہ عذاب پر قدرت نہیں رکھتا۔ اس کے عذاب بھی بڑے خطرناک نہایت سخت درد دکھ دینے والے ہیں۔ چنانچہ فرمان ہے فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ الخ اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو تو کہہ دے کہ تمہارا رب وسیع رحمتوں والا ہے لیکن اس کے آئے ہوئے عذاب گنہگاروں پر سے نہیں ہٹائے جا سکتے۔

اور فرمان ہے کہ تیرا پروردگار جلد عذاب کرنے والا بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے۔ اور آیت میں ہے نَبِّئْ عِبَادِیْ الخ میرے بندوں کو خبر کر دے کہ میں غفور ورحیم ہوں اور میرے عذاب بھی بڑے دردناک ہیں۔ اسی قسم کی اور بھی بہت سے آیتیں

ہیں جن میں امید وبیم' خوف ولالچ کا ایک ساتھ بیان ہوا ہے- ابن ابی حاتم میں ہے- اس آیت کے اترنے پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اگر اللہ تعالیٰ کا معاف فرمانا نہ ہوتا تو کسی کی زندگی کا لطف باقی نہ رہتا اور اگر اس کا دھمکانا ڈرانا اور سزا کرنا نہ ہوتا تو ہر شخص بے پرواہی سے ظلم وزیادتی میں مشغول ہو جاتا- ابن عساکر میں ہے کہ حسن بن عثمان ابوحسان راوی رحمتہ اللہ علیہ نے خواب میں اللہ عزوجل کا دیدار کیا- دیکھا کہ آنحضرت ﷺ اللہ کے سامنے کھڑے اپنے ایک امتی کی شفاعت کر رہے ہیں جس پر فرمان باری ہوا کہ کیا تجھے اتنا کافی نہیں کہ میں نے سورہ رعد میں تجھ پر آیت وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ نازل فرمائی ہے- ابوحسان رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی-

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝۷ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ۭ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝۸ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝۹

کافر کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشان کیوں نہیں اتارا گیا' بات یہ ہے کہ تو تو صرف آگاہ کرنے والا ہے اور ہر قوم کے لئے ہادی ہے ○ مادہ اپنے شکم میں جو کچھ رکھتی ہے' اسے اللہ بخوبی جانتا ہے اور پیٹ کا گھٹنا بڑھنا بھی ○ ہر چیز اس کے پاس اندازے سے ہے- چھپے کھلے کا وہ عالم ہے- سب سے بڑا اور سب سے بلند وبالا ○

اعتراض برائے اعتراض: ☆☆ (آیت:۷) کافر لوگ از روئے اعتراض کہا کرتے تھے کہ جس طرح اگلے پیغمبر معجزے لے کر آئے' یہ پیغمبر کیوں نہیں لائے؟ مثلاً صفا پہاڑ سونے کا بنا دیتے یا مثلاً عرب کے پہاڑ یہاں سے ہٹ جاتے اور یہاں سبزہ اور نہریں ہو جاتیں- پس ان کے جواب میں اور جگہ ہے کہ ہم یہ معجزے بھی دکھا دیتے مگر اگلوں کی طرح ان کے جھٹلانے پر پھر اگلوں جیسے ہی عذاب ان پر آ جاتے- تو ان کی باتوں سے مغموم ومتفکر نہ ہو جایا کر' تیرے ذمے تو صرف تبلیغ ہی ہے- تو ہادی ہے' ان کے نہ ماننے سے تیری پکڑ نہ ہوگی- ہدایت اللہ کے ہاتھ ہے' یہ تیرے بس کی بات نہیں- ہر قوم کے لئے رہبر اور داعی ہے- یا یہ مطلب ہے کہ ہادی میں ہوں- تو تو ڈرانے والا ہے- اور آیت میں وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ہر امت میں ڈرانے والا گزرا ہے اور مراد یہاں ہادی سے پیغمبر ہے- پس پیشوا' رہبر ہر گروہ میں ہوتا ہے جس کے علم وعمل سے دوسرے راہ پاسکیں اس امت کے پیشوا آنحضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں- ایک نہایت ہی منکر' واہی روایت میں ہے کہ اس آیت کے اترنے کے وقت آپ نے اپنے سینہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا' منذر تو میں ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کندھے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا' اے علیؓ تو ہادی ہے' میرے بعد ہدایات پانے والے تجھ سے ہدایت پائیں گے- حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ اس جگہ ہادی سے مراد قریش کا ایک شخص ہے- جنید کہتے ہیں' وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود ہیں- ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہادی ہونے کی روایت کی ہے لیکن اس میں سخت نکارت ہے-

علم الٰہی: ☆☆ (آیت:۸-۹) اللہ کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں- تمام جاندار مادہ حیوان ہوں یا انسان' ان کے پیٹ کے بچوں کا' ان کے حمل کا' اللہ کو علم ہے' کہ پیٹ میں کیا ہے؟ اسے اللہ بخوبی جانتا ہے یعنی مرد ہے یا عورت؟ اچھا ہے یا برا؟ نیک ہے یا بد؟ عمر والا ہے یا بے عمر

کا؟ چنانچہ ارشاد ہے هُوَ اَعۡلَمُ بِكُمۡ الخ وہ بخوبی جانتا ہے جب کہ تمہیں زمین سے پیدا کرتا ہے اور جب کہ تم ماں کے پیٹ میں چھپے ہوئے ہوتے ہو۔ الخ اور فرمان ہے يَخۡلُقُكُمۡ فِيۡ بُطُوۡنِ اُمَّهٰتِكُمۡ الخ وہ تمہیں تمہاری ماں کے پیٹ میں پیدا کرتا ہے۔ ایک کے بعد دوسری پیدائش میں تین تین اندھیریوں میں۔ ارشاد ہے وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَةٍ الخ ہم نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا' پھر نطفے سے نطفے کو خون بستہ کیا' خون بستہ کو لوتھڑا گوشت کا کیا۔ لوتھڑے کو ہڈی کی شکل میں کر دیا۔ پھر ہڈی کو گوشت چڑھایا۔ پھر آخری اور پیدائش میں کیا۔ پس بہترین خالق بابرکت ہے۔ بخاری ومسلم کی حدیث میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش چالیس دن تک اس کی ماں کے پیٹ میں جمع ہوتی رہتی ہے۔ پھر اتنے ہی دنوں تک وہ بصورت خون بستہ رہتا ہے۔ پھر اتنے ہی دنوں تک وہ گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے' پھر اللہ تبارک وتعالیٰ خالق کل ایک فرشتے کو بھیجتا ہے' جسے چار باتوں کے لکھ لینے کا حکم ہوتا ہے' اس کا رزق' عمر' عمل اور نیک بد ہونا لکھ لیتا ہے۔ اور حدیث میں ہے' وہ پوچھتا ہے کہ اے اللہ مرد ہوگا یا عورت؟ شقی ہوگا یا سعید؟ روزی کیا ہے؟ عمر کتنی ہے؟ اللہ تعالیٰ بتلاتا ہے اور وہ لکھ لیتا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں' غیب کی کنجیاں پانچ ہیں جنہیں بجز اللہ تعالیٰ علیم وخبیر کے اور کوئی نہیں جانتا' کل کی بات اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا' کون شخص کہاں مرے گا۔ اسے بھی اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ قیامت کب قائم ہوگی۔ اس کا علم بھی اللہ ہی کو ہے۔

پیٹ میں کیا گھٹتا ہے' اس سے مراد حمل کا ساقط ہو جانا ہے اور رحم میں کیا بڑھ رہا ہے' کیسے پورا ہو رہا ہے' یہ بھی اللہ کو بخوبی علم رہتا ہے۔ دیکھ لو کوئی عورت دس مہینے لیتی ہے کوئی نو۔ کسی کا حمل گھٹتا ہے' کسی کا بڑھتا ہے۔ نو ماہ سے گھٹنا' نو سے بڑھ جانا' اللہ کے علم میں ہے۔ حضرت ضحاک کا بیان ہے کہ میں دو سال ماں کے پیٹ میں رہا جب پیدا ہوا تو میرے اگلے دو دانت نکل آئے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کہ حمل کی انتہائی مدت دو سال کی ہوتی ہے۔ کمی سے مراد بعض کے نزدیک ایام حمل میں خون کا آنا اور زیادتی سے مراد نو ماہ سے زیادہ حمل کا ٹھہرا رہنا ہے۔ مجاہد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' نو سے پہلے جب عورت خون کو دیکھے تو نو سے زیادہ ہو جاتے ہیں مثل ایام حیض کے۔ خون کے گرنے سے بچہ اچھا ہو جاتا ہے اور نہ گرے تو بچہ پورا پاٹھا اور بڑا ہوتا ہے۔ حضرت مکحول رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں بالکل بےغم' بے کھٹکے اور باآرام ہوتا ہے۔ اس کی ماں کے حیض کا خون اس کی غذا ہوتا ہے' جو بے طلب باآرام اسے پہنچتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ماں کو ان دنوں حیض نہیں آتا۔ پھر جب بچہ پیدا ہوتا ہے زمین پر آتے ہی روتا چلاتا ہے' اس انجان جگہ سے اسے وحشت ہوتی ہے' جب اس کی نال کٹ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی روزی ماں کے سینے میں پہنچا دیتا ہے اور اب بھی بے طلب' بے جستجو' بے رنج وغم' بےفکری کے ساتھ اسے روزی ملتی رہتی ہے۔ پھر ذرا بڑا ہوتا ہے' اپنے ہاتھوں کھانے پینے لگتا ہے' لیکن بالغ ہوتے ہی روزی کے لئے ہائے ہائے کرنے لگتا ہے۔ موت اور قتل تک سے روزی حاصل ہونے کا امکان ہو تو پس وپیش نہیں کرتا۔ افسوس اے ابن آدم تجھ پر حیرت ہے۔ جس نے تجھے تیری ماں کے پیٹ میں روزی دی' جس نے تجھے تیری ماں کی گود میں روزری دی' جس نے تجھے بچے سے بالغ بنانے تک روزی دی اب تو بالغ اور عقل مند ہو کر یہ کہنے لگا کہ ہائے کہاں سے کھاؤں گا؟ موت ہو یا قتل ہو؟ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ ہر چیز اس کے پاس اندازے کے ساتھ موجود ہے۔ رزق اجل سب مقرر شدہ ہے۔

حضور ﷺ کی ایک صاحبزادی صاحبہ نے آپؐ کے پاس آدمی بھیجا کہ میرا بچہ آخری حالت میں ہے' آپ کا تشریف لانا میرے لئے خوشی کا باعث ہے۔ آپ نے فرمایا' جاؤ ان سے کہہ دو کہ جو اللہ لے لے' وہ اسی کا ہے' جو دے رکھے' وہ بھی اسی کا ہے۔ ہر چیز کا صحیح اندازہ اس کے پاس ہے۔ ان سے کہہ دو کہ صبر کریں اور اللہ سے ثواب کی امید رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کو بھی جانتا ہے جو بندوں سے پوشیدہ ہے اور اسے بھی جو بندوں پر ظاہر ہے' اس سے کچھ بھی مخفی نہیں۔ وہ سب سے بڑا۔ وہ ہر ایک سے بلند ہے۔ ہر چیز اس کے علم میں ہے۔ ساری مخلوق

اس کے سامنے عاجز ہے' تمام سر اس کے سامنے جھکے ہوئے ہیں۔ تمام بندے اس کے سامنے عاجز' لاچار اور محض بے بس ہیں۔

سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ﴿۱۰﴾ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴿۱۱﴾

تم میں سے کسی کا اپنی بات کو چھپا کر کہنا اور با آواز بلند اسے کہنا اور جو رات کو چھپا ہوا ہو اور جو دن میں چل رہا ہو سب اللہ پر برابر اور یکساں ہیں ○ اس کے پہرے دار انسان کے آگے پیچھے مقرر ہیں جو بحکم اللہ اس کی نگہبانی کرتے رہتے ہیں' کسی قوم کی حالت اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اسے نہ بدلیں جو ان کے دلوں میں ہے' اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کا سزا کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ بدلا نہیں کرتا اور بجز اس کے کوئی بھی ان کا کارساز نہیں ہوتا ○

سب پہ محیط علم: ☆☆ (آیت: ۱۰-۱۱) اللہ کا علم تمام مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے۔ کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔ پست اور بلند ہر آواز وہ سنتا ہے چھپا کھلا سب جانتا ہے۔ تم چھپاؤ یا کھولو' اس سے مخفی نہیں۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' وہ اللہ پاک ہے جس کے سننے نے تمام آوازوں کو گھیرا ہوا ہے۔ قسم اللہ کی اپنے خاوند کی شکایت لے کر آنے والی عورت نے رسول اللہ ﷺ سے اس طرح کانا پھوسی کی کہ میں پاس ہی گھر میں بیٹھی ہوئی تھی لیکن میں بھی پوری طرح نہ سن سکی لیکن اللہ تعالیٰ نے آیتیں قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ الخ اتاریں یعنی اس عورت کی یہ تمام سرگوشی اللہ تعالیٰ سن رہا تھا۔ وہ سمیع و بصیر ہے' جو اپنے گھر کے تہہ خانے میں راتوں کے اندھیرے میں چھپا ہوا ہو۔ وہ' اور جو دن کے وقت کھلم کھلا آباد راستوں میں چلا جا رہا ہو' وہ علم الٰہی میں برابر ہیں۔ جیسے آیت اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ الخ میں فرمایا ہے۔

اور آیت وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ میں ارشاد ہوا ہے کہ تمہارے کسی کام کے وقت ہم ادھر ادھر نہیں ہوتے' کوئی ذرہ ہماری معلومات سے خارج نہیں۔ اللہ کے فرشتے بطور نگہبان اور چوکیدار کے بندوں کے ارد گرد مقرر ہیں جو انہیں آفتوں سے اور تکلیفوں سے بچاتے رہتے ہیں جیسے کہ اعمال پر نگہبان فرشتوں کی اور جماعت ہے' جو باری باری پے در پے آتے جاتے رہتے ہیں' رات کے الگ' دن کے الگ۔ اور جیسے کہ دو فرشتے انسان کے دائیں بائیں اعمال لکھنے پر مقرر ہیں' داہنے والا نیکیاں لکھتا ہے' بائیں جانب والا بدیاں لکھتا ہے۔ اسی طرح دو فرشتے اس کے آگے پیچھے ہیں جو اس کی حفاظت و حراست کرتے رہتے ہیں۔ پس ہر انسان ہر وقت چار فرشتوں میں رہتا ہے' دو کاتب اعمال دائیں بائیں' دو نگہبانی کرنے والے آگے پیچھے' پھر رات کے الگ دن کے الگ۔ چنانچہ حدیث میں ہے' تم میں فرشتے پے در پے آتے جاتے رہتے ہیں' رات کے' اور دن کے' ان کا میل صبح اور عصر کی نماز میں ہوتا ہے' رات گزارنے والے آسمان پر چڑھ جاتے ہیں۔ باوجود علم کے اللہ تبارک و تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حالت میں چھوڑا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم گئے تو انہیں نماز میں پایا اور آئے تو نماز میں چھوڑ آئے۔ اور حدیث میں ہے' تمہارے ساتھ وہ ہیں جو سوا پاخانے اور جماع کے وقت کے تم سے علیحدہ نہیں ہوتے۔ پس تمہیں ان کا لحاظ' ان کی شرم' ان کا اکرام اور ان کی عزت کرنی چاہیے۔

پس جب اللہ کو کوئی نقصان بندے کو پہنچانا منظور ہوتا ہے۔ بقول ابن عباس محافظ فرشتے اس کام کو ہو جانے دیتے ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں'

ہر بندے کے ساتھ اللہ کی طرف سے موکل ہے جو اسے سوتے جاگتے جنات سے‘ انسان سے‘ زہریلے جانوروں اور تمام آفتوں سے بچاتا رہتا ہے- ہر چیز کو روک دیتا ہے مگر وہ جسے اللہ پہنچانا چاہے- ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں‘ یہ دنیا کے بادشاہوں امیروں وغیرہ کا ذکر ہے جو پہرے چوکی میں رہتے ہیں- ضحاک فرماتے ہیں کہ سلطان اللہ کی نگہبانی میں ہوتا ہے امر اللہ سے یعنی مشرکین اور ظاہرین سے- واللہ اعلم- ممکن ہے غرض اس قول سے یہ ہو کہ جیسے بادشاہوں امیروں کی چوکیداری سپاہی کرتے ہیں‘ اسی طرح بندے کے چوکیدار اللہ کی طرف سے مقرر شدہ فرشتے ہوتے ہیں-

ایک غریب روایت میں تفسیر ابن جریر میں وارد ہوا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے دریافت کیا کہ فرمایئے بندے کے ساتھ کتنے فرشتے ہوتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا‘ ایک تو دائیں جانب نیکیوں کا لکھنے والا جو بائیں جانب والے پر امیر ہے‘ جب تو کوئی نیکی کرتا ہے‘ وہ ایک کی بجائے دس لکھ لی جاتی ہیں- جب تو کوئی برائی کرے تو بائیں والا دائیں والے سے اس کے لکھنے کی اجازت طلب کرتا ہے- وہ کہتا ہے ذرا ٹھہر جاؤ- شاید یہ توبہ واستغفار کرلے- تین مرتبہ وہ اجازت مانگتا ہے- تب تک بھی اگر اس نے توبہ نہ کی تو یہ نیکی کا فرشتہ اس سے کہتا ہے‘ اب لکھ لے اللہ ہمیں اس سے بچائے یہ تو بڑا برا ساتھی ہے- اسے اللہ کا لحاظ نہیں‘ یہ اس سے نہیں شرماتا- اللہ کا فرمان ہے کہ انسان جو بات زبان پر لاتا ہے‘ اس پر نگہبان متعین اور مہیا ہیں- اور دو فرشتے تیرے آگے پیچھے ہیں- فرمان الٰہی ہے لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ الخ اور ایک فرشتہ تیرے ماتھے کے بال تھامے ہوئے ہے جب تو اللہ کے لئے تواضع اور فروتنی کرتا ہے- وہ تجھے پست اور عاجز کر دیتا ہے اور دو فرشتے تیرے ہونٹوں پر ہیں‘ جو درود تو مجھ پر پڑھتا ہے‘ اس کی وہ حفاظت کرتے ہیں- ایک فرشتہ تیرے منہ پر کھڑا ہے کہ کوئی سانپ وغیرہ جیسی چیز تیرے حلق میں نہ چلی جائے اور دو فرشتے تیری آنکھوں پر ہیں‘ پس یہ دس فرشتے ہر بنی آدم کے ساتھ ہیں- پھر دن کے الگ ہیں اور رات کے الگ ہیں- یوں ہر شخص کے ساتھ بیس فرشتے منجانب اللہ موکل ہیں- ادھر بہکانے کے لئے دن بھر تو ابلیس کی ڈیوٹی رہتی ہے اور رات کو اس کی اولاد کی- مسند احمد میں ہے‘ تم میں سے ہر ایک کے ساتھ جن ساتھی ہے اور فرشتہ ساتھی ہے‘ لوگوں نے کہا‘ آپ کے ساتھ بھی؟ فرمایا ہاں لیکن اللہ نے اس پر میری مدد کی ہے‘ وہ مجھے بھلائی کے سوا کچھ نہیں کہتا (مسلم) یہ فرشتے بحکم رب اس کی نگہبانی رکھتے ہیں- بعض قراتوں میں مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ کے بدلے بِاَمْرِ اللّٰهِ ہے- کعب کہتے ہیں اگر ابن آدم کے لئے ہر نرم وسخت کھل جائے تو البتہ ہر چیز اسے خود نظر آنے لگے- اور اگر اللہ کی طرف سے یہ محافظ فرشتے مقرر نہ ہوں جو کھانے پینے اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں تو واللہ تم تو اچک لئے جاؤ- ابوامامہ فرماتے ہیں‘ ہر آدمی کے ساتھ محافظ فرشتہ ہے جو تقدیری امور کے سوا اور تمام بلاؤں کو اس سے دفعہ کرتا رہتا ہے- ایک شخص قبیلہ مراد کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا- انہیں نماز میں مشغول دیکھا تو کہا کہ قبیلہ مراد کے آدمی آپ کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں- آپ پہرہ چوکی مقرر کر لیجئے- آپ نے فرمایا- ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے اس کے محافظ مقرر ہیں بغیر تقدیر کے لکھے کے کسی برائی کو انسان تک پہنچنے نہیں دیتے‘ سنو! اجل ایک مضبوط قلعہ ہے اور عمدہ ڈھال ہے- اور کہا گیا ہے کہ اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں- جیسے حدیث شریف میں ہے‘ لوگوں نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ یہ جھاڑ پھونک جو ہم کرتے ہیں‘ کیا اس سے اللہ کی مقرر کی ہوئی تقدیر ٹل جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا‘ وہ خود اللہ کی مقرر کردہ ہے-

ابن ابی حاتم میں ہے کہ بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے ایک کی طرف وحی الٰہی ہوئی کہ اپنی قوم سے کہہ دے کہ جس بستی والے اور جس گھر والے اللہ کی اطاعت گذاری کرتے کرتے اللہ کی معصیت کرنے لگتے ہیں‘ اللہ تعالیٰ ان کی راحت کی چیزوں کو ان سے دور کر کے انہیں وہ چیزیں پہنچاتا ہے جو انہیں تکلیف دینے والی ہوں- اس کی تصدیق قرآن کی آیت اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ الخ سے بھی ہوتی ہے- امام

ابن ابی شیبہ کی کتاب صفتہ العرش میں یہ روایت مرفوعاً بھی آئی ہے۔ عمیر بن عبدالملک کہتے ہیں کہ کوفے کے منبر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ سنایا جس میں فرمایا کہ اگر میں چپ رہتا تو حضور ﷺ بات شروع کرتے اور جب میں پوچھتا تو آپ مجھے جواب دیتے۔ ایک دن آپؐ نے مجھ سے فرمایا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' مجھے قسم ہے اپنی عزت وجلال کی' اپنی بلندی کی جوعرش پر ہے کہ جس بستی کے جس گھر کے لوگ میری نافرمانیوں میں مبتلا ہوں' پھرانہیں چھوڑ کر میری فرمانبرداری میں لگ جائیں تو میں بھی اپنے عذاب اور دکھ ان سے ہٹا کر اپنی رحمت اور سکھ انہیں عطا فرماتا ہوں۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند میں ایک راوی غیر معروف ہے۔

هُوَ الَّذِىْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰۤئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾

وہی اللہ ہے جو تمہیں بجلی کی چمک ڈرانے اور امید دلانے کے لئے دکھاتا ہے اور بوجھل بادلوں کو پیدا کرتا ہے ○ گرج اس کی تسبیح وتعریف کرتی ہے اور فرشتے بھی اس کے خوف سے' وہی آسمان سے بجلیاں گراتا ہے اور جس پر چاہتا ہے اس پر ڈال دیتا ہے' کفار اللہ کی بابت لڑ جھگڑ رہے ہیں' اللہ سخت قوت والا ہے ○

بجلی کی گرج: ☆☆ (آیت: ۱۲-۱۳) بجلی بھی اس کے حکم میں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سائل کے جواب میں کہا تھا کہ برق پانی ہے۔ مسافر اسے دیکھ کر اپنی ایذا اور مشقت کے خوف سے گھبراتا ہے اور مقیم برکت ونفع کی امید پر رزق کی زیادتی کا لالچ کرتا ہے' وہی بوجھل بادلوں کو پیدا کرتا ہے جو بوجہ پانی کے بوجھ کے زمین کے قریب آ جاتے ہیں۔ پس ان میں بوجھ پانی کا ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ کڑک بھی اس کی تسبیح وتعریف کرتی ہے۔ ایک اور جگہ ہے کہ ہر چیز اللہ کی تسبیح وحمد کرتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بادل پیدا کرتا ہے جو اچھی طرح بولتے ہیں اور ہنستے ہیں۔ ممکن ہے بولنے سے مراد گرجنا اور ہنسنے سے مراد بجلی کا ظاہر ہونا ہو۔ سعد بن ابراہیم کہتے ہیں' اللہ تعالیٰ بارش بھیجتا ہے۔ اس سے اچھی بولی اور اس سے اچھی ہنسی والا کوئی اور نہیں۔ اس کی ہنسی بجلی ہے اور اس کی گفتگو گرج ہے۔ محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ برق ایک فرشتہ ہے جس کے چار منہ ہیں۔ ایک انسان جیسا' ایک بیل جیسا ایک گدھ جیسا' ایک شیر جیسا' وہ جب دم ہلاتا ہے تو بجلی ظاہر ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ گرج کڑک سن کر یہ دعا پڑھتے اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذَالِكَ (ترمذی) اور روایت میں یہ دعا ہے سُبْحَانَ مَنْ يُّسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ حضرت علیؓ گرج سن کر پڑھتے سبحان من سبحت لہ' ابن ابی زکریا فرماتے ہیں' جو شخص گرج کڑک سن کر کہے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اس پر بجلی نہیں گرے گی۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ گرج کڑک کی آواز سن کر باتیں چھوڑ دیتے اور فرماتے سُبْحَانَ اللّٰهِ الَّذِىْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ اور فرماتے کہ اس آیت میں اور اس آواز میں زمین والوں کے لئے بہت تنزیر وعبرت ہے۔ مسند احمد میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ تمہارا رب العزت فرماتا ہے' اگر میرے بندے میری پوری اطاعت کرتے تو راتوں کو بارشیں برساتا اور دن کو سورج چڑھاتا اور انہیں گرج کی آواز تک نہ سناتا۔

طبرانی میں ہے' آپ فرماتے ہیں' گرج سن کر اللہ کا ذکر کرو۔ کیونکہ ذکر کرنے والوں پر کڑاکا نہیں گرتا۔ وہ بجلی بھیجتا ہے جس پر

چاہے اس پر گراتا ہے- اسی لئے آخر زمانے میں بکثرت بجلیاں گریں گی-

مسند کی حدیث میں ہے کہ قیامت کے قریب بجلی بکثرت گرے گی یہاں تک کہ ایک شخص اپنی قوم سے آ کر پوچھے گا کہ صبح کس پر بجلی گری؟ وہ کہیں گے فلاں فلاں پر- ابو یعلی راوی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو ایک مغرور سردار کے بلانے کو بھیجا' اس نے کہا کون رسول اللہ؟ اور کون اللہ؟ اللہ سونے کا ہے یا چاندی کا؟ یا پیتل کا؟ قاصد واپس آیا اور حضور ﷺ سے یہ ذکر کیا کہ دیکھئے میں نے تو آپ سے پہلے ہی کہا تھا کہ وہ متکبر' مغرور شخص ہے- آپؐ اسے نہ بلوائیں- آپؐ نے فرمایا' دوبارہ جاؤ اور اس سے یہی کہو' اس نے جا کر پھر بلایا لیکن اس ملعون نے یہی جواب اس مرتبہ بھی دیا- قاصد نے واپس آ کر پھر حضورؐ سے عرض کیا' آپ نے تیسری مرتبہ بھیجا' اب کی مرتبہ بھی اس نے پیغام سن کر وہی جواب دینا شروع کیا کہ ایک بادل اس کے سر پر آ گیا - کڑکا اور اس میں سے بجلی گری اور اس کے سر سے کھوپڑی اڑا لی گئی- اس کے بعد یہ آیت اتری-

ایک روایت میں ہے کہ ایک یہودی حضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ تانبے کا ہے یا موتی کا یا یاقوت کا' ابھی اس کا سوال پورا نہ ہوا تھا جو بجلی گری اور وہ تباہ ہو گیا اور یہ آیت اتری- قتادہ کہتے ہیں' مذکور ہے کہ ایک شخص نے قرآن کو جھٹلایا اور آنحضرت ﷺ کی نبوت سے انکار کیا- اسی وقت آسمان سے بجلی گری اور وہ ہلاک ہو گیا اور یہ آیت اتری- اس آیت کے شان نزول میں عامر بن طفیل اور اربد بن ربیعہ کا قصہ بھی بیان ہوتا ہے- یہ دونوں سرداران عرب مدینے میں حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ ہم آپ کو مان لیں گے لیکن اس شرط پر کہ آپ ہمیں آدھوں آدھ کا شریک کر لیں- آپ نے فرمایا تو جھوٹا ہے' اللہ تجھے یہ وقت ہی نہیں دے گا پھر یہ دونوں مدینے میں ٹھہرے رہے کہ موقعہ پا کر حضور ﷺ کو غفلت میں قتل کر دیں چنانچہ ایک دن انہیں موقعہ مل گیا- ایک نے تو آپؐ کو سامنے سے باتوں میں لگا لیا- دوسرا تلوار تولے پیچھے سے آ گیا لیکن اس حافظ حقیقی نے آپ کو ان کی شرارت سے بچا لیا- اب یہاں سے نامراد ہو کر چلے اور اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے کے لئے عرب کو آپ کے خلاف ابھارنے لگے- اسی حال میں اربد پر آسمان سے بجلی گری اور اس کا کام تو تمام ہو گیا' عامر طاعون کی گلٹی سے پکڑا گیا اور اسی میں بلک بلک کر جان دی اور اسی جیسوں کے بارے میں یہ آیت اتری کہ اللہ تعالیٰ جس پر چاہے بجلی گراتا ہے- اربد کے بھائی لبید نے اپنے بھائی کے اس واقعہ کو اشعار میں خوب بیان کیا ہے- اور روایت میں ہے کہ عامر نے کہا کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو مجھے کیا ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا' جو سب مسلمانوں کا حال وہی تیرا حال- اس نے کہا' پھر تو میں مسلمان نہیں ہوتا- اگر آپؐ کے بعد اس امر کا والی میں بنوں تو میں دین قبول کرتا ہوں- آپؐ نے فرمایا' یہ امر خلافت نہ تیرے لئے ہے نہ تیری قوم کے لیے ہاں ہمارا لشکر تیری مدد پر ہو گا- اس نے کہا اس کی مجھے ضرورت نہیں- اب بھی نجدی لشکر میری پشت پناہی پر ہے مجھے تو کچے پکے کا مالک کر دیں تو میں دین اسلام قبول کر لوں- آپؐ نے فرمایا' نہیں- یہ دونوں آپؐ کے پاس سے چلے گئے- عامر کہنے لگا' واللہ میں مدینے کو چاروں طرف سے لشکروں سے محصور کر لوں گا-

حضور ﷺ نے فرمایا' اللہ تیرا یہ ارادہ پورا نہیں ہونے دے گا- اب ان دونوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ایک تو حضرت ﷺ کو باتوں میں لگائے' دوسرا تلوار سے آپ کا کام تمام کر دے- پھر ان میں سے لڑے گا کون؟ زیادہ سے زیادہ دیت دے کر پیچھا چھٹ جائے گا- اب یہ دونوں پھر آپؐ کے پاس آئے- عامر نے کہا' ذرا آپؐ اٹھ کر یہاں آیئے- میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں- آپ اٹھے' اس کے ساتھ چلے' ایک دیوار تلے' وہ باتیں کرنے لگا- حضور ﷺ بھی کھڑے ہوئے سن رہے تھے' اربد نے موقعہ پا کر تلوار پر ہاتھ رکھا- اسے میان سے باہر نکالنا چاہا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا ہاتھ شل کر دیا اس سے تلوار نکلی ہی نہیں- جب کافی دیر لگ گئی اور اچانک حضور ﷺ کی نظر

پشت کی جانب پڑی تو آپ نے یہ حالت دیکھی اور وہاں سے لوٹ کر چلے آئے۔ اب یہ دونوں مدینے سے چلے' حرہ راقم میں آ کر ٹھہرے لیکن حضرت سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں پہنچے اور انہیں وہاں سے نکالا' راقم میں پہنچے ہی تھے جو اربد پر بجلی گری۔ اس کا تو وہیں ڈھیر ہو گیا۔ عامر یہاں سے بھاگم بھاگ چلا لیکن جریج میں پہنچا تھا جو اسے طاعون کی گلٹی نکلی۔ بنوسلول قبیلے کی ایک عورت کے ہاں یہ ٹھہرا۔ وہ کبھی کبھی اپنی گردن کی گلٹی کو دباتا اور تعجب سے کہتا' یہ تو ایسی ہے جیسے اونٹ کی گلٹی ہوتی ہے' افسوس میں سلولیہ عورت کے گھر پر مروں گا۔ کیا اچھا ہوتا کہ میں اپنے گھر ہوتا۔ آخر اس سے نہ رہا گیا' گھوڑا منگوایا' سوار ہوا اور چل دیا لیکن راستے ہی میں ہلاک ہو گیا پس ان کے بارے میں یہ آیتیں اَللّٰهُ يَعْلَمُ سے مِنْ وَّالٍ تک نازل ہوئیں۔ ان میں حضرت ﷺ کی حفاظت کا ذکر بھی ہے۔ پھر اربد پر بجلی گرنے کا ذکر ہے اور فرمایا ہے کہ یہ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ اس کی عظمت و توحید کو نہیں مانتے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے مخالفوں اور منکروں کو سخت سزا اور ناقابل برداشت عذاب کرنے والا ہے۔ پس یہ آیت مثل آیت وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ الخ' کے ہے یعنی انہوں نے مکر کیا اور ہم نے بھی اسی طرح کہ انہیں معلوم نہ ہو سکا۔ اب تو خود دیکھ لے کہ ان کے مکر کا انجام کیا ہوا؟ ہم نے انہیں اور ان کی قوم کو غارت کر دیا۔ اللہ سخت پکڑ کرنے والا ہے۔ بہت قوی ہے' پوری قوت و طاقت والا ہے۔

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَاۗءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۭ وَمَا دُعَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝۱۴

اسی کو پکارنا حق ہے' جو لوگ اس کے سوا اوروں کو پکارتے ہیں' وہ ان کے کسی کام پر نہیں پہنچتے مگر جیسے کہ کوئی شخص اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے ہوئے ہو کہ ان کے منہ میں پڑ جائے تو وہ پانی اس کے منہ میں پہنچنے والا نہیں' ان منکروں کی جتنی پکار ہے' سب گمراہی میں ہے ○

دعوت حق: ☆☆ (آیت:۱۴) حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' اللہ کے لئے دعوت حق ہے' اس سے مراد توحید ہے۔ محمد بن منکدر کہتے ہیں' مراد لا الہ الا اللہ ہے۔ پھر مشرکوں کافروں کی مثال بیان ہوئی کہ جیسے کوئی شخص پانی کی طرف ہاتھ پھیلائے ہوئے ہو کہ اس کے منہ میں خود بخود پہنچ جائے تو ایسا نہیں ہونے کا۔ اسی طرح یہ کفار جنہیں پکارتے ہیں اور جن سے امیدیں رکھتے ہیں' وہ ان کی امیدیں پوری نہیں کرنے کے۔ اور یہ مطلب بھی ہے کہ جیسے کوئی اپنی مٹھیوں میں پانی بند کر لے تو وہ رہنے کا نہیں۔ پس باسط قابض کے معنی میں ہے۔ عربی شعر میں بھی قابض ماء آیا ہے پس جیسے پانی مٹھی میں روکنے والا اور جیسے پانی کی طرف ہاتھ پھیلانے والا پانی سے محروم ہے' ایسے ہی یہ مشرک اللہ کے سوا دوسروں کو گو پکاریں لیکن رہیں گے محروم ہی' دین و دنیا کا کوئی فائدہ انہیں نہ پہنچے گا۔ ان کی پکار بے سود ہے۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝۱۵

اللہ ہی کے لئے زمین کی سب مخلوق خوشی اور ناخوشی سے سجدہ کرتی رہتی ہے اور ان کے سائے بھی صبح و شام ○

عظمت و سطوت الٰہی: ☆☆ (آیت:۱۵) اللہ تعالیٰ اپنی عظمت و سلطنت کو بیان فرما رہا ہے کہ ہر چیز اس کے سامنے پست ہے اور ہر ایک اس کی سرکار میں اپنی عاجزی کا اظہار کرتی ہے۔ مومن خوشی سے اور کافر بزور اس کے سامنے سجدہ میں ہے۔ ان کی پرچھائیں صبح و شام

ان کے سامنے جھکتی رہتی ہے۔ اصال جمع ہے اصیل کی۔ اور آیت میں بھی اس کا بیان ہوا ہے۔ فرمان ہے اَوَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا خَلَقَ اللّٰہُ مِنْ شَیْءٍ یَّتَفَیَّؤُا ظِلٰلُہٗ الخ یعنی کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ تمام مخلوق اللہ کے سامنے دائیں بائیں جھک کر اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اور اپنی عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط قُلِ اللّٰہُ ط قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ لَا یَمْلِکُوْنَ لِاَنْفُسِہِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ط قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ ۵ اَمْ هَلْ تَسْتَوِی الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۵ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰہِ شُرَکَآءَ خَلَقُوْا کَخَلْقِہٖ فَتَشَابَہَ الْخَلْقُ عَلَیْہِمْ ط قُلِ اللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾

پوچھ کہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار کون ہے؟ کہہ دے اللہ۔ کہہ دے کہ کیا تم پھر بھی اس کے سوا اوروں کو حمایتی بنا رہے ہو؟ جو خود اپنی جان کے بھی بھلے برے کا اختیار نہیں رکھتے، کہہ دے کیا اندھا اور دیکھتا برابر ہو سکتا ہے؟ یا کیا اندھیریاں اور روشنی برابر ہو سکتی ہے۔ کیا جنہیں یہ شریک اللہ ٹھہرا رہے ہیں، انھوں نے بھی اللہ کی طرح مخلوق پیدا کی ہے کہ ان کی نظر میں مخلوق مشتبہ ہوگئی ہو؟ کہہ دے کہ صرف اللہ ہی تمام چیزوں کا خالق ہے۔ وہ اکیلا ہے اور زبردست غالب ہے ○

اندھیرا اور روشنی: ☆☆ (آیت:۱۶) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ یہ مشرکین بھی اس کے قائل ہیں کہ زمین و آسمان کا رب اور مدبر اللہ ہی ہے۔ اس کے باوجود دوسرے اولیاء کی عبادت کرتے ہیں حالانکہ وہ سب عاجز بندے ہیں۔ ان کے تو کیا خود اپنے بھی نفع نقصان کا انہیں کوئی اختیار نہیں، پس یہ اور اللہ کے عابد یکساں نہیں ہو سکتے۔ یہ تو اندھیروں میں ہیں اور بندۂ رب نور میں ہے۔ جتنا فرق اندھے اور دیکھنے والے میں ہے، جتنا فرق اندھیروں اور روشنی میں ہے، اتنا ہی فرق ان دونوں میں ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ کیا ان مشرکین کے مقرر کردہ شریک الٰہ ان کے نزدیک کسی چیز کے خالق ہیں؟ کہ ان پر تمیز مشکل ہوگئی کہ کس چیز کا خالق اللہ ہے؟ اور کس چیز کے خالق ان کے معبود ہیں حالانکہ ایسا نہیں۔ اللہ کے مشابہ، اس جیسا، اس کے برابر کا اور اس کی مثل کا کوئی نہیں۔ وہ وزیر سے، شریک سے، بیوی سے پاک ہے اور ان سب سے اس کی ذات بلند و بالا ہے۔ یہ تو مشرکین کی پوری بے وقوفی ہے کہ اپنے جھوٹے معبودوں کو اللہ کا پیدا کیا ہوا، اس کی مملوک سمجھتے ہوئے پھر بھی ان کی پوجا پاٹ میں لگے ہوئے ہیں۔ لبیک پکارتے ہوئے کہتے ہیں کہ یا اللہ ہم حاضر ہوئے۔ تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ شریک کہ وہ تیری ملکیت میں ہے اور جس چیز کا وہ مالک ہے، وہ بھی دراصل تیری ہی ملکیت ہے۔ قرآن نے اور جگہ ان کا مقولہ بیان فرمایا ہے کہ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی یعنی ہم تو ان کی عبادت صرف اس لالچ میں کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں۔ ان کے اس اعتقاد کی رگ گردن توڑتے ہوئے ارشاد ربانی ہوا کہ اس کے پاس کوئی بھی اس کی اجازت کے بغیر لب نہیں ہلا سکتا۔ آسمانوں کے فرشتے بھی شفاعت اس کی اجازت بغیر کر ہی نہیں سکتے۔ سورہ مریم میں فرمایا، زمین و آسمان کی تمام مخلوق اللہ کے سامنے غلام بن کر آنے والی ہے، سب اس کی نگاہ میں اور اس کی گنتی میں ہیں اور ہر ایک تنہا تنہا اس کے سامنے قیامت کے دن حاضری دینے والا ہے۔

پس جب کہ سب کے سب بندے اور غلام ہونے کی حیثیت میں یکساں ہیں، پھر ایک کا دوسرے کی عبادت کرنا بڑی حماقت اور کھلی بے انصافی نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر اس نے رسولوں کا سلسلہ شروع دنیا سے جاری رکھا۔ ہر ایک نے لوگوں کو پہلا سبق یہ دیا کہ اللہ ایک ہی

عبادت کے لائق ہے۔ اس کے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں لیکن انہوں نے نہ اپنے اقرار کا پاس کیا نہ رسولوں کی متفقہ تعلیم کا لحاظ کیا' بلکہ مخالفت کی' رسولوں کو جھٹلایا تو کلمہ عذاب ان پر صادق آ گیا۔ یہ رب کا ظلم نہیں۔

أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۚ وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهُ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۚ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً ۖ وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ ﴿١٧﴾

اسی نے آسمان سے پانی برسایا۔ پھر اپنی اپنی سمائی کے مطابق نالے بہہ نکلے۔ پھر پانی کے ریلے نے اوپر چڑھے جھاگ کو اٹھا لیا' اور اس چیز میں بھی جس کو آگ میں ڈال کر تپاتے ہیں زیور یا ساز و سامان کیلئے اسی طرح کے جھاگ ہیں' اسی طرح اللہ تعالیٰ حق و باطل کی مثال بیان فرماتا ہے۔ اب جھاگ تو ناکارہ ہو کر چلا جاتا ہے لیکن جو لوگوں کو نفع دینے والی چیز ہے' وہ زمین میں ٹھہری رہتی ہے' اللہ تعالیٰ اسی طرح مثالیں بیان فرماتا ہے O

باطل بے ثبات ہے: ☆☆ (آیت: ۱۷) حق و باطل کے فرق' حق کی پائیداری اور باطل کی بے ثباتی کی یہ دو مثالیں بیان فرمائیں۔ ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ بادلوں سے مینہ برساتا ہے' چشموں دریاؤں نالوں وغیرہ کے ذریعے برسات کا پانی بہنے لگتا ہے۔ کسی میں کم' کسی میں زیادہ' کوئی چھوٹی' کوئی بڑی۔ یہ دلوں کی مثال ہے اور ان کے تفاوت کی۔ کوئی آسمانی علم بہت زیادہ حاصل کرتا ہے کوئی کم۔ پھر پانی کی اس رو پر جھاگ تیرنے لگتا ہے۔ ایک مثال تو یہ ہوئی۔ دوسری مثال سونے' چاندی' لوہے' تانبے کی ہے کہ اسے آگ میں تپایا جاتا ہے۔ سونے چاندی زیور کے لئے' لوہا تانبا برتن بھانڈے وغیرہ کے لئے ان میں بھی جھاگ ہوتے ہیں تو جیسے ان دونوں چیزوں کے جھاگ مٹ جاتے ہیں' اسی طرح باطل جو کبھی حق پر چھا جاتا ہے' آخر چھٹ جاتا ہے اور حق نتھر آتا ہے جیسے پانی نتھر کر صاف ہو کر رہ جاتا ہے اور جیسے چاندی سونا وغیرہ تپا کر کھوٹ سے الگ کر لئے جاتے ہیں۔ اب سونے چاندی پانی وغیرہ سے تو دنیا نفع اٹھاتی رہتی ہے اور ان پر جو کھوٹ اور جھاگ آ گیا تھا' اس کا نام و نشان بھی نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے سمجھانے کے لئے کتنی صاف صاف مثالیں بیان فرما رہا ہے کہ سوچیں سمجھیں۔ جیسے فرمایا ہے کہ ہم یہ مثالیں لوگوں کے سامنے بیان فرماتے ہیں لیکن اسے علماء خوب سمجھتے ہیں۔ بعض سلف کی سمجھ میں جو کوئی مثال نہیں آتی تھی تو وہ رونے لگتے تھے کیونکہ انہیں نہ سمجھنا علم سے خالی لوگوں کا وصف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' پہلی مثال میں بیان ہے' ان لوگوں کا جن کے دل یقین کے ساتھ علم الٰہی کے حامل ہوتے ہیں اور بعض دل وہ بھی ہیں جن میں شک باقی رہ جاتا ہے پس شک کے ساتھ کا علم بے سود ہوتا ہے۔ یقین پورا فائدہ دیتا ہے۔ زبد سے مراد شک ہے جو کمتر چیز ہے' یقین کارآمد چیز ہے' جو باقی رہنے والی ہے۔ جیسے زیور جو آگ میں تپایا جاتا ہے تو کھوٹ جل جاتا ہے اور کھری چیز رہ جاتی ہے' اسی طرح اللہ کے ہاں یقین مقبول۔ شک مردود ہے۔ پس جس طرح پانی رہ گیا اور پینے وغیرہ کے کام آیا اور جس طرح سونا چاندی اصلی رہ گیا اور اس کے ساز و سامان بنے' اسی طرح نیک اور خالص اعمال عامل کو نفع دیتے ہیں اور باقی رہتے ہیں۔ ہدایت و حق پر جو عامل رہے' وہ نفع پاتا ہے جیسے لوہے کی چھری تلوار بغیر تپائے بن نہیں سکتی۔ اسی طرح باطل' شک اور ریاکاری والے اعمال اللہ کے ہاں کارآمد نہیں ہو سکتے۔ قیامت کے دن باطل ضائع ہو جائے گا۔ اور اہل حق کو حق نفع دے گا۔

سورہ بقرہ کے شروع میں منافقوں کی دو مثالیں اللہ رب العزت نے بیان فرمائیں- ایک پانی کی' ایک آگ کی- سورہ نور میں کافروں کی دو مثالیں بیان فرمائیں- ایک سراب یعنی ریت کی' دوسری سمندر کی تہہ کے اندھیروں کی- ریت کا میدان موسم گرما میں دور سے بالکل لہریں لیتا ہوا دریا کا پانی معلوم ہوتا ہے- چنانچہ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن یہودیوں سے پوچھا جائے گا کہ تم کیا مانگتے ہو؟ کہیں گے پیاسے ہو رہے ہیں' پانی چاہئے' تو ان سے کہا جائے گا کہ پھر جاتے کیوں نہیں ہو؟ چنانچہ جہنم انہیں ایسی نظر آئے گی جیسے دنیا میں ریتیلے میدان- دوسری آیت میں فرمایا اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ الخ بخاری و مسلم میں فرمان رسول اللہ ﷺ ہے کہ جس ہدایت و علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے' اس کی مثال اس بارش کی طرح ہے جو زمین پر برسی- زمین کے ایک حصہ نے تو پانی کو قبول کیا' گھاس چارہ بکثرت اگ آیا- بعض زمین جاذب تھی' اس نے پانی کو روک لیا- پس اللہ نے اس سے بھی لوگوں کو نفع پہنچایا- پانی ان کے پینے کے' پلانے کے' کھیت کے کام آیا اور جو ٹکڑا زمین کا سنگلاخ اور سخت تھا' نہ اس میں پانی ٹھہرا نہ وہاں کچھ پیداوار ہوئی- پس یہ اس کی مثال ہے جس نے دین میں سمجھ حاصل کی اور میری بعثت سے اللہ نے اسے فائدہ پہنچایا اس نے خود علم سیکھا دوسروں کو سکھایا اور مثال ہے اس کی جس نے اس کے لئے سر بھی نہ اٹھایا اور نہ اللہ کی وہ ہدایت قبول کی جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں- پس وہ سنگلاخ زمین کی مثل ہے- ایک اور حدیث میں ہے' میری اور تمہاری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی- جب آگ نے اپنی آس پاس کی چیزیں روشن کر دیں تو پتنگے اور پروانے وغیرہ کیڑے اس میں گر گر کر جان دینے لگے- وہ انہیں ہر چند روکتا ہے لیکن بس پھر بھی وہ برابر گر رہے ہیں بالکل یہی مثال میری اور تمہاری ہے کہ تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر تمہیں روکتا ہوں اور کہہ رہا ہوں کہ آگ سے پرے ہٹو لیکن تم میری نہیں سنتے' نہیں مانتے' مجھ سے چھوٹ چھوٹ کر آگ میں گرے چلے جاتے ہو پس حدیث میں بھی پانی اور آگ کی دونوں مثالیں آ چکی ہیں-

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰىؔ ۚ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ سُوْۗءُ الْحِسَابِ ڏ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۹﴾

جن لوگوں نے اپنے رب کے حکم کی بجا آوری کی' ان کے لئے بھلائی ہے اور جن لوگوں نے اس کی حکم برداری نہ کی' اگر ان کے لئے زمین میں جو کچھ ہے' سب کچھ ہو اور اسی کے ساتھ ویسا ہی اور بھی ہو' جب بھی وہ سب کچھ اپنے بدلے میں دے دیں' یہی ہیں جن کے لئے حساب کی سختی ہے اور جن کا ٹھکانا جہنم ہے جو بہت بری جگہ ہے ○ کیا ایک وہ شخص جو یہ علم رکھتا ہو کہ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے جو اتارا گیا ہے' حق ہے' اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو اندھا ہو' نصیحت تو وہی قبول کرتے ہیں جو عقلمند ہوں ○

ذوالقرنین: ☆☆ (آیت:۱۸) نیکوں بدوں کا انجام بیان ہو رہا ہے- اللہ رسول کو ماننے والے' احکام کے پابند' خبروں پر یقین رکھنے والے تو نیک بدلہ پائیں گے- ذوالقرنین رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ظلم کرنے والے کو ہم بھی سزا دیں گے اور اللہ کے ہاں بھی سخت عذاب دیا جائے گا- اور ایماندار اور نیک اعمال لوگ بہترین بدلہ پائیں گے اور ہم بھی ان سے نرمی کی باتیں کریں گے- اور آیت میں فرمان ربی ہے'

نیکوں کے لئے نیک بدلہ ہے اور زیادتی بھی۔ پھر فرماتا ہے' جو لوگ اللہ کی باتیں نہیں مانتے' یہ قیامت کے دن ایسے عذابوں کو دیکھیں گے کہ اگر ان کے پاس ساری زمین بھر سونا ہو تو وہ اپنے فدیے میں دینے کے لئے تیار ہو جائیں بلکہ اس جتنا اور بھی۔ مگر قیامت کے روز نہ فدیہ ہوگا' نہ بدلہ' نہ عوض' نہ معاوضہ۔ ان سے سخت باز پرس ہوگی' ایک ایک چھلکے اور ایک ایک دانے کا حساب لیا جائے گا۔ حساب میں پورے نہ اتریں گے تو عذاب ہوگا۔ جہنم ان کا ٹھکانہ ہوگا جو بدترین جگہ ہوگی۔

ایک موازنہ: ☆☆ (آیت:۱۹) ارشاد ہوتا ہے کہ ایک وہ شخص جو اللہ کے کلام کو جو آپ کی جانب اترا سراسر حق مانتا ہو' سب پر ایمان رکھتا ہو' ایک کو دوسرے کی تصدیق کرنے والا اور موافقت کرنے والا جانتا ہو' سب خبروں کو سچ جانتا ہو' سب حکموں کو مانتا ہو' سب برائیوں کو بد جانتا ہو' آپ کی سچائی کا قائل ہو۔ اور دوسرا وہ شخص جو نابینا ہو' بھلائی کو سمجھتا ہی نہیں اور اگر سمجھ بھی لے تو مانتا نہ ہو' نہ سچا جانتا ہو' یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ جیسے فرمان ہے کہ دوزخی اور جنتی برابر نہیں۔ جنتی خوش نصیب ہیں' یہی فرمان یہاں ہے کہ یہ دونوں برابر نہیں۔ بات یہ ہے کہ بھلی سمجھ سمجھ داروں کی ہی ہوتی ہے۔

الَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ لَا یَنْقُضُوْنَ الْمِیْثَاقَ ﴿۲۰﴾ وَ الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ وَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ یَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾ وَ الَّذِیْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً وَّ یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾

جو اللہ کے عہد و پیمان کو پورا کرتے ہیں اور قول و قرار کو توڑتے نہیں ○ اللہ نے جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم دیا ہے' وہ اسے جوڑتے ہیں' اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور حساب کی سختی کا کھٹکا رکھتے ہیں ○ اپنے رب کی رضا مندی کی طلب کی وجہ سے صبر کرتے رہتے ہیں اور نمازوں کو برابر قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انھیں دے رکھا ہے' اسے چھپے کھلے خرچ کرتے رہتے ہیں اور برائی کو بھی بھلائی سے ٹالتے رہتے ہیں ○

منافق کا نفسیاتی تجزیہ: ☆☆ (آیت:۲۰-۲۲) ان بزرگوں کی نیک صفتیں بیان ہو رہی ہیں اور ان کے بھلے انجام کی خبر دی جا رہی ہے جو آخرت میں جنت کے مالک بنیں گے اور یہاں بھی جو نیک انجام ہیں۔ وہ منافقوں کی طرح نہیں ہوتے کہ عہد شکنی' غداری اور بے وفائی کریں۔ یہ منافق کی خصلت ہے کہ وعدہ کر کے توڑ دیں۔ جھگڑوں میں گالیاں بکیں' باتوں میں جھوٹ بولیں' امانت میں خیانت کریں۔ صلہ رحمی کا' رشتہ داروں سے سلوک کرنے کا' فقیر محتاج کو دینے کا' بھلی باتوں کے نباہنے کا' جو حکم الٰہی ہے' یہ اس کے عامل ہیں۔ رب کا خوف دل میں رکھتے ہوئے فرمان الٰہی سمجھ کر نیکیاں کرتے ہیں' بدیاں چھوڑتے ہیں۔ آخرت کے حساب سے ڈرتے ہیں' اسی لئے برائیوں سے بچتے ہیں' نیکیوں کی رغبت کرتے ہیں۔ اعتدال کا راستہ نہیں چھوڑتے۔ ہر حال میں فرمان الٰہی کا لحاظ رکھتے ہیں۔ گو نفس حرام کاموں اور اللہ کی نافرمانیوں کی طرف جانا چاہے لیکن یہ اسے روک لیتے ہیں اور ثواب آخرت یاد دلا کر مرضی مولا' رضائے رب کے طالب ہو کر نافرمانیوں سے باز رہتے ہیں۔ نماز کی پوری حفاظت کرتے ہیں۔ رکوع' سجدہ' قعدہ' خشوع خضوع شرعی طور پر بجا لاتے ہیں' جنہیں دینا اللہ نے فرمایا ہے' انہیں اللہ کی دی ہوئی چیزیں دیتے رہتے ہیں۔ فقیر' محتاج' مساکین اپنے ہوں یا غیر ہوں' ان کی برکتوں سے محروم نہیں رہتے۔ چھپے کھلے دن

رات' وقت بے وقت برابر راہ اللہ خرچ کرتے رہتے ہیں- قباحت کو احسان سے' برائی کو بھلائی سے' دشمنی کو دوستی سے ٹال دیتے ہیں- دوسرا سرکشی کرے' یہ نرمی کرتے ہیں- دوسرا سر چڑھے' یہ سر جھکا دیتے ہیں- دوسروں کے ظلم سہ لیتے ہیں اور خود نیک سلوک کرتے ہیں- تعلیم قرآن ہے اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ الخ بہت اچھے طریقے سے ٹال دو تو دشمن بھی گاڑھا دوست بن جائے گا- صبر کرنے والے صاحب نصیب ہی اس مرتبے کو پاتے ہیں- ایسے لوگوں کے لئے اچھا انجام ہے-

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾

ان ہی کے لئے عاقبت کا گھر ہے- ہمیشہ رہنے کے باغات جہاں یہ خود جائیں گے اور ان کے باپ داداؤں اور بیویوں اور اولادوں میں سے بھی جو نیک کار ہوں' ان کے پاس فرشتے ہر ہر دروازے سے آئیں گے ○ کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہوتی رہے- صبر کے بدلے کیا ہی اچھا بدلہ ہے اس گھر کا ○

بروج و بالا خانے: ☆☆ (آیت: ۲۳-۲۴) وہ اچھا انجام اور بہترین گھر جنت ہے جو ہمیشگی والا اور پائیدار ہے- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' جنت کے ایک محل کا نام عدن ہے جس میں بروج اور بالا خانے ہیں جس کے پانچ ہزار دروازے ہیں' ہر دروازے پر پانچ ہزار فرشتے ہیں' وہ محل مخصوص ہے نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کے لئے- ضحاک رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں' یہ جنت کا شہر ہے جس میں انبیاء ہوں گے- شہداء ہوں گے اور ہدایت کے ائمہ ہوں گے- ان کے آس پاس اور لوگ ہوں گے اور ان کے ارد گرد اور جنتیں ہیں- وہاں یہ اپنے اور چہیتوں کو بھی اپنے ساتھ دیکھیں گے- ان کے بڑے باپ دادے' ان کے چھوٹے بیٹے پوتے' ان کے جوڑے جو بھی ایماندار اور نیکو کار تھے' ان کے پاس ہوں گے اور راحتوں میں مسرور ہوں گے جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی- یہاں تک کہ اگر کسی کے عامل اس درجہ بلند تک پہنچنے کے قابل نہ بھی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے درجے بڑھا دے گا اور اعلیٰ منزل تک پہنچا دے گا جیسے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ الخ' جن ایمانداروں کی اولاد ان کی پیروی ایمان میں کرتی ہے' ہم انہیں بھی ان کے ساتھ ملا دیتے ہیں- ان کے پاس مبارک باد اور سلام کے لئے ہر ہر دروازے سے ہر وقت فرشتے آتے رہتے ہیں' یہ بھی اللہ کا انعام ہے تاکہ یہ ہر وقت خوش رہیں اور بشارتیں سنتے رہیں- نبیوں' صدیقوں' شہیدوں کا پڑوس' فرشتوں کے سلام اور جنت الفردوس مقام- مسند کی حدیث میں ہے' جانتے بھی ہو کہ سب سے پہلے جنت میں کون جائیں گے؟ لوگوں نے کہا' اللہ کو علم ہے اور اس کے رسول ﷺ کو' فرمایا' سب سے پہلے جنتی مساکین مہاجرین ہیں جو دنیا کی لذتوں سے دور تھے' جو تکلیفوں میں مبتلا تھے' جن کی امنگیں دلوں میں ہی رہ گئیں اور قضا آ گئی- رحمت کے فرشتوں کو حکم الٰہی ہوگا کہ جاؤ انہیں مبارک باد دو' فرشتے کہیں گے' الٰہی ہم تیرے آسمانوں کے رہنے والے تیری بہترین مخلوق ہیں- کیا تو ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم جا کر انہیں سلام کریں اور انہیں مبارک باد پیش کریں؟ جناب باری جواب دے گا' یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے صرف میری عبادت کی' میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا' دنیوی راحتوں سے محروم رہے' مصیبتوں میں مبتلا رہے' کوئی مراد پوری ہونے نہ پائی اور یہ صابر و شاکر رہے- اب تو فرشتے جلدی جلدی بصد شوق ان کی طرف دوڑیں گے' ادھر ادھر کے ہر ہر دروازے سے گھسیں گے اور سلام کر کے مبارک باد پیش کریں گے- طبرانی میں ہے کہ سب سے پہلے جنت میں جانے والے تین قسم کے لوگ ہیں- فقراء مہاجرین جو مصیبتوں میں مبتلا رہے' جب انہیں جو حکم ملا' بجا لاتے رہے- انہیں ضرورتیں بادشاہوں ایسی ہوتی تھیں لیکن مرتے دم تک پوری نہ ہوئیں- جنت کو بروز

قیامت اللہ تعالیٰ اپنے سامنے بلائے گا۔ وہ بنی سنوری اپنی تمام نعمتوں اور تازگیوں کے ساتھ حاضر ہوگی۔ اس وقت ندا ہوگی کہ میرے وہ بندے جو میری راہ میں جہاد کرتے تھے' میری راہ میں ستائے جاتے تھے' میری راہ میں لڑتے بھڑتے تھے' وہ کہاں ہیں' آؤ بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں چلے جاؤ۔ اس وقت فرشتے اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑیں گے اور عرض کریں گے کہ پروردگار ہم تو صبح شام تیری تسبیح و تقدیس میں لگے رہے۔ یہ کون ہیں جنہیں ہم پر بھی تو نے فضیلت عطا فرمائی؟ اللہ رب العزت فرمائے گا' یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے میری راہ میں جہاد کیا' میری راہ میں تکلیفیں برداشت کیں۔ اب تو فرشتے جلدی کر کے ان کے پاس ہر ہر دروازے سے جا پہنچیں گے سلام کریں گے اور مبارک بادیاں پیش کریں گے کہ تمہیں تمہارے صبر کا بدلہ کتنا اچھا ملا۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مومن جنت میں اپنے تخت پر با آرام نہایت شان سے تکیہ لگائے بیٹھا ہوا ہوگا' خادموں کی قطاریں ادھر ادھر کھڑی ہوں گی جو دروازے والے خادم سے فرشتہ اجازت مانگے گا' وہ دوسرے خادم سے کہے گا' وہ یکے بعد دیگرے پوچھے گا یہاں تک کہ مومن سے پوچھا جائے گا۔ مومن اجازت دے گا کہ اسے آنے دو۔ یونہی ایک دوسرے کو پیغام پہنچائے گا اور آخری خادم فرشتے کو اجازت دے گا اور دروازہ کھول دے گا۔ وہ آئے گا اور سلام کرے گا اور چلا جائے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ ہر سال کے آخر پر شہداء کی قبروں پر آتے اور کہتے سَلَامٌ عَلَيْكُم بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ اور اسی طرح ابوبکر' عمر' عثمان' بھی رضی اللہ عنہم (اس کی سند ٹھیک نہیں)

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾

جو لوگ اللہ کے عہد کو اس کی مضبوطی کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم اللہ نے ہے انہیں توڑتے رہتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلاتے رہتے ہیں' ان پر لعنتیں ہیں اور ان کے لئے برا گھر ہے ○ اللہ تعالیٰ جس کی روزی چاہتا ہے' بڑھاتا ہے اور گھٹاتا ہے۔ یہ تو دنیا کی زندگی میں مست ہو گئے حالانکہ دنیا آخرت کے مقابلے میں نہایت حقیر پونجی ہے ○

مومنین کی صفات: ☆☆ (آیت: ۲۵) مومنوں کی صفتیں اوپر بیان ہوئیں کہ وہ وعدے کے پورے' رشتوں ناتوں کے ملانے والے ہوتے ہیں۔ پھر ان کا اجر بیان ہوا کہ وہ جنتوں کے مالک بنیں گے۔ اب یہاں ان بدنصیبوں کا ذکر ہو رہا ہے جو ان کے خلاف خصائل رکھتے تھے نہ خدا کے وعدوں کا لحاظ کرتے تھے نہ صلہ رحمی اور احکام اللہ کی پابندی کا خیال رکھتے تھے۔ یہ لعنتی گروہ ہے اور برے انجام والا ہے۔ حدیث میں ہے' منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ باتوں میں جھوٹ بولنا' وعدوں کا خلاف کرنا' امانت میں خیانت کرنا۔ ایک حدیث میں ہے' جھگڑوں میں گالیاں بکنا' اس شان کے لوگ رحمت الٰہی سے دور ہیں۔ ان کا انجام برا ہے۔ یہ جہنمی گروہ ہے۔ یہ چھ خصلتیں ہوئیں جو منافقین سے اپنے غلبہ کے وقت ظاہر ہوتی ہیں۔ باتوں میں جھوٹ' وعدہ خلافی' امانت میں خیانت' اللہ کے عہد کو توڑ دینا' اللہ کے ملانے کے حکم کی چیزوں کو نہ ملانا' ملک میں فساد پھیلانا۔ اور یہ دبے ہوئے ہوتے ہیں تب بھی جھوٹ' وعدہ خلافی اور خیانت کرتے ہیں۔

مسئلہ رزق: ☆☆ (آیت:۲۶) اللہ جس کی روزی میں کشادگی دینا چاہے قادر ہے، جسے تنگ روزی دینا چاہے قادر ہے یہ سب کچھ حکمت و عدل سے ہو رہا ہے- کافروں کو دنیا پر ہی سہارا ہو گیا- یہ آخرت سے غافل ہو گئے- سمجھنے لگے کہ یہاں رزق کی فراوانی حقیقی اور بھلی چیز ہے حالانکہ دراصل یہ مہلت ہے اور آہستہ پکڑ کی شروع ہے لیکن انہیں کوئی تمیز نہیں- مومنوں کو جو آخرت ملنے والی ہے اس کے مقابل تو یہ کوئی قابل ذکر چیز نہیں، یہ نہایت ناپائیدار اور حقیر چیز ہے- آخرت بہت بڑی اور بہتر چیز- لیکن عموماً لوگ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں- آنحضرت ﷺ نے اپنی کلمہ کی انگلی سے اشارہ کر کے فرمایا کہ اسے کوئی سمندر میں ڈبو لے اور دیکھے کہ اس میں کتنا پانی آتا ہے؟ جتنا یہ پانی سمندر کے مقابلے پر ہے، اتنی ہی دنیا آخرت کے مقابلے میں ہے (مسلم) ایک چھوٹے چھوٹے کانوں والے بکری کے مرے ہوئے بچے کو راستے میں پڑا ہوا دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا، جیسا یہ ان لوگوں کے نزدیک ہے جن کا یہ تھا، اس سے بھی زیادہ بے کار اور ناچیز اللہ کے سامنے ساری دنیا ہے-

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ ۗ قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ ﴿٢٧﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿٢٨﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَىٰ لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ ﴿٢٩﴾

کافر کہتے ہیں کہ اس پر کوئی نشان کیوں نازل نہیں کیا گیا؟ تو جواب دے کہ جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے، کر دیتا ہے اور جو اس کی طرف جھکے، اسے راستہ دکھا دیتا ہے ○ جو لوگ ایمان لائے، ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں یاد رکھو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو تسلی حاصل ہوتی ہے- جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے نیک کام بھی کئے، ان کے لئے خوش حالی ہے اور بہترین ٹھکانا ہے ○

مشرکین کے اعتراض: ☆☆ (آیت:۲۷-۲۹) مشرکین کا ایک اعتراض بیان ہو رہا ہے کہ اگلے نبیوں کی طرح یہ ہمیں ہمارا کہا ہوا کوئی معجزہ کیوں نہیں دکھاتا؟ اس کی پوری بحث کئی بار گزر چکی کہ اللہ کو قدرت تو ہے لیکن اگر پھر بھی یہ ٹس سے مس نہ ہوئے تو انہیں نیست و نابود کر دیا جائے گا- حدیث میں ہے کہ خدا کی طرف سے نبی ﷺ پر وحی آئی کہ ان کی چاہت کے مطابق میں صفا پہاڑ کو سونے کا کر دیتا ہوں، زمین عرب میں میٹھے دریاؤں کی ریل پیل کر دیتا ہوں، پہاڑی زمین کو زراعتی زمین سے بدل دیتا ہوں لیکن پھر بھی اگر یہ ایمان نہ لائے تو انہیں وہ سزا دوں گا جو کسی کو نہ ہوتی ہو- اگر چاہوں تو یہ کر دوں اور اگر چاہوں تو ان کے لئے توبہ اور رحمت کا دروازہ کھلا رہنے دوں تو آپ نے دوسری صورت پسند فرمائی- سچ ہے ہدایت و ضلالت اللہ کے ہاتھ ہے- وہ کسی معجزے کے دیکھنے پر موقوف نہیں، بے ایمانوں کے لئے نشانات اور ڈراوے سب بے سود ہیں- جن پر کلمہ عذاب صادق ہو چکا ہے وہ تمام تر نشانات دیکھ کر بھی مان کر نہ دیں گے ہاں عذابوں کو دیکھ کر تو پورے ایماندار بن جائیں گے لیکن وہ محض بے کار چیز ہے- فرماتا ہے وَلَوْ اَنَّنَا الخ، یعنی اگر ہم ان پر فرشتے اتارتے اور ان سے مردے باتیں کرتے اور ہر چھپی چیز ان کے سامنے ظاہر کر دیتے جب بھی انہیں ایمان نصیب نہ ہوتا- ہاں اگر اللہ چاہے تو اور بات ہے لیکن ان میں کے اکثر جاہل ہیں- جو اللہ کی طرف جھکے، اس سے مدد چاہے، اس کی طرف عاجزی کرے، وہ راہ یافتہ ہو جاتا ہے- جن کے دلوں میں ایمان جم گیا

ہے، جن کے دل اللہ کی طرف جھکتے ہیں، اس کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں، راضی خوشی ہو جاتے ہیں اور فی الواقع ذکر اللہ اطمینان دل کی چیز بھی ہے۔ ایمانداروں اور نیک کاروں کے لئے خوشی، نیک فالی اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ ان کا انجام اچھا ہے، یہ مستحق مبارک باد ہیں، یہ بھلائی کو سمیٹنے والے ہیں، ان کا لوٹنا بہتر ہے، ان کا مال نیک ہے۔

مروی ہے کہ طوبیٰ سے مراد ملک حبش ہے اور نام ہے جنت کا اور اس سے مراد جنت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، جنت کی جب پیدائش ہو چکی، اس وقت جناب باری نے یہی فرمایا تھا۔ کہتے ہیں کہ جنت میں ایک درخت کا نام بھی طوبیٰ ہے کہ ساری جنت میں اس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں۔ ہر گھر میں اس کی شاخ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے ہاتھ سے بویا ہے، لولو کے دانے سے پیدا کیا ہے اور بحکم الٰہی یہ بڑھا اور پھیلا ہے۔ اس کی جڑوں سے جنتی شہد، شراب، پانی اور دودھ کی نہریں جاری ہوتی ہیں۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے، طوبیٰ نامی جنت کا ایک درخت ہے۔ سو سال کے راستے کا، اسی کے خوشوں سے جنتیوں کے لباس نکلتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ جس نے آپ کو دیکھ لیا اور آپ پر ایمان لایا، اسے مبارک ہو۔ آپ نے فرمایا ہاں اسے بھی مبارک ہو اور اسے ڈبل مبارک ہو جس نے مجھے نہ دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔ ایک شخص نے پوچھا طوبیٰ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، جنتی درخت ہے جو سو سال کی راہ تک پھیلا ہوا ہے۔ جنتیوں کے لباس اس کی شاخوں سے نکلتے ہیں۔ بخاری و مسلم میں ہے، حضور ﷺ فرماتے ہیں، جنت میں ایک درخت ہے کہ سوار ایک سو سال تک اس کے سائے میں چلتا رہے گا لیکن وہ ختم نہ ہوگا۔ اور روایت میں ہے کہ چال بھی تیز اور سواری بھی تیز چلنے والی۔ صحیح بخاری شریف میں آیت وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ کی تفسیر میں بھی یہی ہے اور حدیث میں ہے، ستر سال۔ یا سو سال اس کا نام شجرۃ الخلد ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ کے ذکر میں آپؐ نے فرمایا ہے، اس کی ایک شاخ کے سائے تلے ایک سو سال تک سوار چلتا رہے گا اور سو سو سوار اس کی ایک ایک شاخ تلے ٹھہر سکتے ہیں۔ اس میں سونے کی ٹڈیاں ہیں۔ اس کے پھل بڑے بڑے مٹکوں کے برابر ہیں (ترمذی) آپؐ فرماتے ہیں ہر جنتی کو طوبیٰ کے پاس لے جائیں گے اور اسے اختیار دیا جائے گا کہ جس شاخ کو چاہے پسند کرے، سفید، سرخ، زرد، سیاہ جو نہایت خوبصورت نرم اور اچھی ہوں گی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، طوبیٰ کو حکم ہوگا کہ میرے بندوں کے لئے بہترین چیزیں ٹپکا۔ تو اس میں سے گھوڑے اور اونٹ برسنے لگیں گے۔ سجے سجائے اور زین لگام وغیرہ کسے کسائے اور عمدہ بہترین لباس وغیرہ۔

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ ایک عجیب وغریب اثر وارد کیا ہے۔ رہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کا نام طوبیٰ ہے جس کے سائے تلے سوار سو سال تک چلتا رہے گا لیکن راستہ ختم نہ ہوگا۔ اس کی تروتازگی کھلے ہوئے چمن کی طرح ہے، اس کے پتے بہترین اور عمدہ ہیں، اس کے خوشے عنبریں ہیں، اس کے کنکر یاقوت ہیں، اس کی مٹی کافور ہے، اس کا گارا مشک ہے، اس کی جڑ سے شراب کی، دودھ کی اور شہد کی نہریں بہتی ہیں، اس کے نیچے جنتیوں کی مجلسیں ہوں گے، یہ بیٹھے ہوئے ہوں گے جو ان کے پاس فرشتے اونٹنیاں لے کر آئیں گے جن کی زنجیریں سونے کی ہوں گی۔ جن پر یاقوت کے پالان ہوں گے، جن پر سونا جڑاؤ ہو رہا ہوگا۔ جن پر ریشمی جھولیں ہوں گی۔ وہ اونٹنیاں ان کے سامنے پیش کریں گے اور کہیں گے کہ یہ سواریاں تمہیں بھجوائی گئی ہیں اور دربار الٰہی میں تمہارا بلاوا ہے یہ ان پر سوار ہوں گے۔ وہ پرندوں کی پرواز سے بھی تیز رفتار ہوں گی۔ جنتی ایک دوسرے سے مل کر چلیں گے اونٹنیوں کے کان سے کان بھی نہ ملیں گے، پوری فرمانبرداری کے ساتھ چلیں گی۔ راستے میں جو درخت آئیں گے، وہ خود بخود ہٹ جائیں گے کہ کسی کو اپنے ساتھی سے الگ نہ ہونا پڑے یونہی رحمٰن ورحیم اللہ کے پاس پہنچیں گے، اللہ تعالیٰ اپنے چہرے سے پردے ہٹا دے گا یہ اپنے رب کے منہ کو دیکھیں گے اور کہیں گے اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ اِلَیْکَ السَّلَامُ وَ حَقٌّ لَّکَ الْجَلَالُ وَ الْاِکْرَامُ ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ رب العزت فرمائے گا اَنَا السَّلَامُ

وَ مِنِّی السَّلَامُ تم پر میری رحمت ثابت ہو چکی اور محبت بھی۔ میرے ان بندوں کو مرحبا ہو جو بن دیکھے مجھ سے ڈرتے رہے۔ میری فرماں برداری کرتے رہے' جنتی کہیں گے باری تعالیٰ۔ نہ تو ہم سے تیری عبادت کا حق ادا ہوا نہ تیری پوری قدر ہوئی۔ ہمیں اجازت دے کہ تیرے سامنے سجدہ کریں۔ اللہ فرمائے گا۔ یہ محنت کی جگہ نہیں نہ عبادت کی' یہ تو نعمتوں راحتوں اور مالا مال ہونے کی جگہ ہے۔ عبادتوں کی تکلیف جاتی رہی۔ مزے لوٹنے کے دن آ گئے۔ جو چاہو مانگو۔ پاؤ گے۔ تم میں سے جو شخص جو مانگے' میں اسے دوں گا۔ پس یہ مانگیں گے' کم سے کم سوال والا کہے گا کہ الٰہی تو نے دنیا میں جو پیدا کیا تھا جس میں تیرے بندے ہائے وائے کر رہے تھے۔ میں چاہتا ہوں کہ شروع دنیا سے ختم دنیا تک دنیا میں جتنا کچھ تھا' مجھے عطا فرما' اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے تو کچھ نہ مانگا۔ اپنے مرتبے سے بہت کم چیز مانگی۔ اچھا ہم نے دی۔ میری بخشش اور دین میں کیا کمی ہے؟ پھر فرمائے گا جن چیزوں تک میرے ان بندوں کے خیالات کی رسائی بھی نہیں' وہ انہیں دو' چنانچہ دی جائیں گی یہاں تک کہ ان کی خواہشیں پوری ہو جائیں گی ان چیزوں میں جو انہیں یہاں ملیں گی' تیز رو گھوڑے ہوں گے' ہر چار پر یاقوتی تخت ہوگا' ہر تخت پر سونے کا ایک ڈیرا ہوگا۔ ہر ڈیرے میں جنتی فرش ہوگا جن پر بڑی بڑی آنکھوں والی دو دو حوریں ہوں گی جو دو دو حلے پہنے ہوئے ہوں گی' جن میں جنت کے تمام رنگ ہوں گے اور تمام خوشبوئیں۔ ان خیموں کے باہر سے ان کے چہرے ایسے چمکتے ہوں گے گویا وہ باہر بیٹھی ہیں۔ ان کی پنڈلی کے اندر کا گودا باہر سے نظر آ رہا ہوگا جیسے سرخ یاقوت میں ڈورا پرویا ہوا ہو اور وہ اوپر سے نظر آ رہا ہو۔ ہر ایک دوسری پر اپنی فضیلت ایسی جانتی ہوگی جیسی فضیلت سورج کی پتھر پر' اس طرح جنتی کی نگاہ میں بھی دونوں ایسی ہی ہوں گی۔ یہ ان کے پاس جائے گا اور ان سے بوس و کنار میں مشغول ہو جائے گا۔ وہ دونوں اسے دیکھ کر کہیں گی۔ واللہ ہمارے تو خیال میں بھی نہ تھا کہ اللہ تم جیسا خاوند ہمیں دے گا۔ اب بحکم الٰہی اسی طرح صف بندی کے ساتھ سواریوں پر یہ واپس ہوں گے اور اپنی منزلوں میں پہنچیں گے۔ دیکھو تو سہی کہ اللہ نے انہیں کیا کیا نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں؟ وہاں بلند درجہ لوگوں میں' اونچے اونچے بالا خانوں میں جو نرے موتی کے بنے ہوئے ہوں گے' جن کے دروازے سونے کے ہوں گے' جن کے منبر نور کے ہوں گے۔ جن کی چمک سورج کی چمک سے بالاتر ہوگی۔ اعلیٰ علیین میں ان کے محل ہوں گے یاقوت کے بنے ہوئے' نورانی' جن کے نور سے آنکھوں کی روشنی جاتی رہے لیکن اللہ تعالیٰ ان کی آنکھیں ایسی نہ کر دے گا۔ جو محلات یاقوت سرخ کے ہوں گے ان میں سبز ریشمی فرش ہوں گے اور جو زمرد یاقوت کے ہوں گے ان کے فرش سرخ مخمل کے ہوں گے جو زمرد اور سونے کے جڑاؤ کے ہوں گے' ان تختوں کے پائے جواہر کے ہوں گے' ان پر چھتیں لولو کی ہوں گی' ان کے برج مرجان کے ہوں گے' ان کے پہنچنے سے پہلے ہی الٰہی تحفے وہاں پہنچ چکے ہوں گے' سفید یاقوتی گھوڑے غلمان لئے کھڑے ہوں گے جن کا سامان چاندی کا جڑاؤ ہوگا۔ ان کے تخت پر اعلیٰ ریشمی نرم و دبیز فرش بچھے ہوئے ہوں گے۔ یہ ان سواریوں پر سوار ہو کر بے تکلف جنت میں جائیں گے۔ دیکھیں گے کہ ان کے گھروں کے پاس نورانی منبروں پر فرشتے ان کے استقبال کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں وہ ان کا شاندار استقبال کریں گے' مبارک باد دیں گے' مصافحہ کریں گے۔ پھر یہ اپنے گھروں میں داخل ہوں گے انعامات خداوہاں موجود پائیں گے اپنے محلات کے پاس وہ جنتیں ہری بھری پائیں گے اور دو پھلی پھولی جن میں دو چشمے پوری روانی سے جاری ہوں گے اور ہر قسم کے جوڑ دار میوے ہوں گے اور خیموں میں پاکدامن بھولی بھالی پردہ نشین حوریں ہوں گی۔ جب یہ یہاں پہنچ کر راحت و آرام میں ہوں گے' اس وقت اللہ رب العزت فرمائے گا' میرے پیارے بندو' تم نے میرے وعدے سچے پائے؟ کیا تم میرے ثوابوں سے خوش ہو گئے؟ وہ کہیں گے الٰہی ہم خوب خوش ہو گئے؟ بہت ہی راضی رضامند ہیں' دل سے راضی ہیں' کلی کلی کھلی ہوئی ہے تو بھی ہم سے خوش رہ' اللہ تعالیٰ فرمائے گا اگر میری رضامندی نہ ہوتی تو میں اپنے اس مہمان خانے میں تمہیں کیسے داخل ہونے دیتا؟ اپنا دیدار کیسے کراتا؟ میرے فرشتے تم سے مصافحہ کیوں کرتے؟ تم خوش رہو۔ با آرام رہو۔ تمہیں مبارک ہو' تم پھلو پھولو اور

سکھ چین اٹھاؤ' میرے یہ انعامات گھٹنے اور ختم ہونے والے نہیں۔ اس وقت وہ کہیں گے اللہ ہی کی ذات سزاوار تعریف ہے جس نے ہم سے غم ورنج کو دور کر دیا اور ایسے مقام پر پہنچایا کہ جہاں ہمیں کوئی تکلیف کوئی مشقت نہیں' یہ اسی کا فضل ہے وہ بڑا ہی بخشنے والا اور قدرداں ہے۔

یہ سیاق غریب ہے اور یہ اثر عجیب ہے۔ ہاں اس کے بعض شواہد بھی موجود ہیں۔ چنانچہ صحیحین میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے جو سب سے اخیر میں جنت میں جائے گا' فرمائے گا کہ مانگ' وہ مانگتا جائے گا اور اللہ کریم دیتا جائے گا یہاں تک کہ اس کا سوال پورا ہو جائے گا۔ اب اس کے سامنے کوئی خواہش باقی نہیں رہے گی تو اب اللہ تعالیٰ خود اسے یاد دلائے گا کہ یہ مانگ' یہ مانگ' یہ مانگے گا اور پائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا' یہ سب میں نے تجھے دیا اور اتنا ہی اور بھی دس مرتبہ عطا فرمایا۔ صحیح مسلم شریف کی قدسی حدیث میں ہے کہ اے میرے بندو! تمہارے اگلے پچھلے انسان جنات سب ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں اور مجھ سے دعائیں کریں اور مانگیں۔ میں ہر ایک کے تمام سوالات پورے کروں گا لیکن میرے ملک میں اتنی بھی کمی نہ آئے گی جتنی کسی سوئی کو سمندر میں ڈبونے سے سمندر کے پانی میں آئے' الخ۔ خالد بن معدان کہتے ہیں' جنت کے ایک درخت کا نام طوبیٰ ہے۔ اس میں تھن ہیں جن سے جنتیوں کے بچے دودھ پیتے ہیں' کچے گرے ہوئے بچے جنت کی نہروں میں ہیں۔ قیامت کے قائم ہونے تک۔ پھر چالیس سال کے بن کر اپنے ماں باپ کے ساتھ جنت میں رہیں گے۔

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَاْ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ۭ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ۝۳۰

اسی طرح ہم نے تجھے اس امت میں بھیجا ہے جس سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں کہ تو انہیں ہماری طرف سے جو وحی تجھ پر اترے' پڑھ سنائے یہ اللہ رحمان کے منکر ہیں' تو کہہ دے کہ میرا پالنے والا تو وہی ہے۔ اس کے سوا درحقیقت کوئی بھی لائق عبادت نہیں۔ اسی کے اوپر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی جانب میرا رجوع ہے ○

رسول اللہ ﷺ کی حوصلہ افزائی: ☆☆ (آیت: ۳۰) ارشاد ہوتا ہے کہ جیسے اس امت کی طرف ہم نے تجھے بھیجا کہ تو انہیں کلام اللہ پڑھ کر سنائے' اسی طرح تجھ سے پہلے اور رسولوں کو ان اگلی امتوں کی طرف بھیجا تھا۔ انہوں نے بھی پیغام الٰہی اپنی اپنی امتوں کو پہنچایا مگر انہوں نے جھٹلایا۔ اسی طرح تو بھی جھٹلایا گیا تو تجھے تنگ دل نہ ہونا چاہیے۔ ہاں ان جھٹلانے والوں کو ان کا انجام دیکھنا چاہیے جو ان سے پہلے تھے کہ عذاب الٰہی نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ پس تیری تکذیب تو ان کی تکذیب سے بھی ہمارے نزدیک زیادہ ناپسند ہے اب یہ دیکھ لیں کہ ان پر کیسے عذاب برستے ہیں؟ یہی فرمان آیت تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ الخ میں اور آیت وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ میں ہے کہ دیکھ لے ہم نے اپنے والوں کی کس طرح امداد فرمائی؟ اور انہیں کیسے غالب کیا؟ تیری قوم کو دیکھ کہ رحمٰن سے کفر کر رہی ہے۔ وہ اللہ کے اس وصف اور نام کو مانتی ہی نہیں۔ حدیبیہ کا صلح نامہ لکھتے وقت اس پر اڑ گئے کہ ہم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھنے نہیں دیں گے۔ ہم نہیں جانتے کہ رحمٰن اور رحیم کیا ہے؟ پوری حدیث بخاری میں موجود ہے۔ قرآن میں ہے قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ الخ' اللہ کہہ کر اسے پکارو یا رحمٰن کہہ کر جس نام سے پکارو' وہ تمام بہترین ناموں والا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں' اللہ کے نزدیک عبداللہ اور عبدالرحمٰن نہایت پیارے نام ہیں۔ جس سے تم کفر کر رہے ہو میں تو اسے مانتا ہوں وہی میرا پروردگار ہے' میرے بھروسے اسی کے ساتھ ہیں' اسی کی جانب میری تمام تر توجہ اور رجوع

اور دل کا میل ہے اس کے سوا کوئی ان باتوں کا مستحق نہیں۔

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ۗ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ۗ اَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ۗ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ (۳۱) ع

اگر بالفرض قرآن کے ساتھ پہاڑ چلا دیئے جاتے یا زمین ٹکڑے ٹکڑے کر دی جاتی یا مردوں سے باتیں کرادی جاتیں' پھر بھی انھیں ایمان نہ آتا' بات یہ ہے کہ سب کام اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ تو کیا ایمان والوں کو اس بات پر دلجمعی نہیں کہ اگر اللہ چاہے تو تمام لوگوں کو ہدایت دے دے' کفار کو تو ان کے کفر کے بدلے ہمیشہ ہی کوئی نہ کوئی سخت سزا پہنچتی رہے گی یا ان کے مکانوں کے اردگرد گھومتی رہے گی تاوقتیکہ وعدہ الٰہی آ پہنچے اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا ○

قرآن حکیم کی صفات جلیلہ: ☆☆ (آیت:۳۱) اللہ تعالیٰ اس پاک کتاب قرآن کریم کی تعریفیں بیان فرما رہا ہے کہ اگر سابقہ کتابوں میں سے کسی کتاب کے ساتھ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جانے والے اور زمین پھٹ جانے والی اور مردے جی اٹھنے والے ہوتے تو یہ قرآن جو تمام اگلی کتابوں سے بڑھ چڑھ کر ہے' ان سب سے زیادہ اس بات کا اہل تھا۔ اس میں تو وہ معجز بیانی ہے کہ سارے جنات وانسان مل کر بھی اس جیسی ایک سورت نہ بنا کر لا سکے۔ یہ مشرکین اس کے بھی منکر ہیں تو معاملہ سپرد اللہ کرو' وہ مالک کل ہے۔ تمام کاموں کا مرجع وہی ہے۔ وہ جو چاہتا ہے' ہو جاتا ہے' جو نہیں چاہتا' ہرگز نہیں ہوتا۔ اس کے بھٹکائے ہوئے کی رہبری اور اس کے راہ دکھائے ہوئے کی گمراہی کسی کے بس میں نہیں۔ یہ یاد رہے کہ قرآن کا اطلاق اگلی الہامی کتابوں پر بھی ہوتا ہے اس لئے کہ وہ سب سے مشتق ہے۔

مسند میں ہے حضرت داؤد پر قرآن اس قدر آسان کر دیا گیا تھا کہ ان کے حکم سے سواری کسی جاتی' اس کے تیار ہونے سے پہلے ہی وہ قرآن کو ختم کر لیتے' سوا اپنے ہاتھ کی کمائی کے وہ اور کچھ نہ کھاتے تھے۔ پس مراد یہاں قرآن سے زبور ہے۔ کیا ایماندار اب تک اس سے مایوس نہیں ہوئے کہ تمام مخلوق ایمان نہیں لائے گی۔ کیا وہ مشیت الٰہی کے خلاف کچھ کر سکتے ہیں۔ رب کی یہ منشا ہی نہیں۔ اگر ہوتی تو روئے زمین کے لوگ مسلمان ہو جاتے۔ بھلا اس قرآن کے بعد کس معجزے کی ضرورت دنیا کو رہ گئی؟ اس سے بہتر' اس سے واضح' اس سے صاف' اس سے زیادہ دلوں میں گھر کرنے والا اور کون سا کلام ہوگا؟ اسے تو اگر بڑے سے بڑے پہاڑ پر اتارا جاتا تو وہ بھی خشیت الٰہی سے چکنا چور ہو جاتا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ ہر نبی کو ایسی چیز ملی کہ لوگ اس پر ایمان لائیں۔ میری ایسی چیز اللہ کی یہ وحی ہے۔ پس مجھے امید ہے کہ سب نبیوں سے زیادہ تابعداروں والا میں ہو جاؤں گا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزے ان کے ساتھ ہی چلے گئے اور میرا یہ معجزہ جیتا جاگتا رہتی دنیا تک رہے گا۔ نہ اس کے عجائبات ختم ہوں نہ یہ کثرت تلاوت سے پرانا ہو گا نہ اس سے علماء کا پیٹ بھر جائے۔ یہ فصل ہے' دل لگی نہیں۔ جو سرکش اسے چھوڑ دے گا' اللہ اسے توڑ دے گا' جو اس کے سوا اور میں ہدایت تلاش کرے گا' اسے اللہ گمراہ کر دے گا۔

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کافروں نے آنحضرت محمد ﷺ سے کہا' اگر آپ یہاں کے پہاڑ یہاں سے ہٹوا دیں اور یہاں کی زمین زراعت کے قابل ہو جائے اور جس طرح سلیمان علیہ السلام زمین کی کھدائی ہوا سے کراتے تھے' آپ بھی کرا دیجئے' یا جس

طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کر دیتے تھے' آپ بھی کر دیجئے' اس پر یہ آیت اتری۔ قتادہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' مطلب یہ ہے کہ اگر کسی قرآن کے ساتھ یہ امور ظاہر ہوتے تو اس تمہارے قرآن کے ساتھ بھی ہوتے۔ سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے لیکن وہ ایسا نہیں کرتا تاکہ تم سب کو آزما لے' اپنے اختیار سے ایمان لاؤ یا نہ لاؤ۔ کیا ایمان والے نہیں جانتے؟ یا یئس کے بدلے دوسری جگہ یتبیتن بھی ہے۔ ایمان داران کی ہدایت سے مایوس ہو چکے تھے۔ ہاں اللہ کے اختیارات میں کسی کا بس نہیں۔ وہ اگر چاہے تمام مخلوق کو ہدایت پر کھڑا کر دے۔ یہ کفار برابر دیکھ رہے ہیں کہ ان کے جھٹلانے کی وجہ سے اللہ کے عذاب برابر ان پر برستے رہتے ہیں یا ان کے آس پاس آ جاتے ہیں۔ پھر بھی یہ نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ جیسے فرمان ہے وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَاحَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى الخ' یعنی ہم نے تمہارے آس پاس کی بہت سی بستیوں کو ان کی بدکرداریوں کی وجہ سے غارت و برباد کر دیا اور طرح طرح سے اپنی نشانیاں ظاہر فرمائیں کہ لوگ برائیوں سے باز رہیں۔

اور آیت میں ہے اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا کیا وہ نہیں دیکھ رہے کہ ہم زمین کو گھٹاتے چلے آ رہے ہیں' کیا اب بھی اپنا ہی غلبہ مانتے چلے جائیں گے؟ تَحُلُّ کا فاعل قَارِعَه ہے۔ یہی ظاہر اور مطابق روانی عبارت ہے۔ لیکن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ قارعہ پہنچے یعنی چھوٹا سا لشکر اسلامی یا تو خود ان کے شہر کے قریب اتر پڑے یعنی محمد ﷺ یہاں تک کہ وعدہ ربانی آ پہنچے۔ اس سے مراد فتح مکہ ہے۔ آپ سے ہی مروی ہے کہ قارعہ سے مراد آسمانی عذاب ہے اور آس پاس اترنے سے مراد آنحضرت ﷺ کا اپنے لشکروں سمیت ان کی حدود میں پہنچ جانا ہے اور ان سے جہاد کرنا ہے۔ ان سب کا قول ہے کہ یہاں وعدہ ربانی سے مراد فتح مکہ ہے۔ لیکن حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ اللہ کا وعدہ اپنے رسولوں کی نصرت و امداد کا ہے۔ وہ کبھی ٹلنے والا نہیں' انہیں اور ان کے تابعداروں کو ضرور بلندی نصیب ہو گی۔ جیسے فرمان ہے فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ یہ غلط گمان ہرگز نہ کرو کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرے۔ اللہ غالب ہے اور بدلہ لینے والا۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۳۲﴾ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ۭ قُلْ سَمُّوْهُمْ ۭ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ۭ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾

یقیناً تجھ سے پہلے کے پیغمبروں کے ساتھ بھی مسخرا پن کیا گیا تھا اور میں نے بھی کافروں کو ڈھیل دی تھی۔ پھر انہیں پکڑ لیا تھا۔ پس میرے عذاب کی کیسی کچھ تکلیف ہوئی؟ ○ آیا وہ اللہ کہ جو خبر لینے والا ہے' ہر شخص کی' اس کے کئے ہوئے اعمال پر' ان لوگوں نے اللہ کے شریک ٹھہرائے ہیں' کہہ ذرا ان کے نام تو لو' کیا تم اللہ کو وہ باتیں بتاتے ہو جو وہ زمین میں جانتا ہی نہیں یا صرف اوپری اوپری باتیں بنا رہے ہو' بات اصل یہ ہے کہ کفر کرنے والوں کو ان کے مکر بھلے سجھائے گئے ہیں اور وہ صحیح راہ سے روک دیئے گئے ہیں' جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کا راہ دکھانے والا کوئی نہیں ○

سچائی کا مذاق اڑانا آج بھی جاری ہے: ☆☆ (آیت:۳۲) اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو تسلی دیتا ہے کہ آپ اپنی قوم کے غلط رویہ سے

رنج وفکر نہ کریں۔ آپ سے پہلے کے پیغمبروں کا بھی یونہی مذاق اڑایا گیا تھا۔ میں نے ان کافروں کو بھی کچھ دیر تو ڈھیل دی تھی۔ آخرش بری طرح پکڑ لیا تھا اور نام ونشان تک مٹا دیا تھا۔ تجھے معلوم ہے کہ کس کیفیت سے میرے عذاب ان پر آئے؟ اور ان کا انجام کیسا کچھ ہوا؟ جیسے فرمان ہے۔ بہت سی بستیاں ہیں جو باوجود ظلم کے بہت دنوں دنیا میں مہلت لئے رہیں لیکن آخرش اپنی بداعمالیوں کی پاداش میں عذابوں کا شکار ہوئیں۔ بخاری ومسلم میں ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے' اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے' پھر جب پکڑتا ہے تو وہ حیران رہ جاتا ہے۔ پھر آپ نے آیت وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ الخ' کی تلاوت کی۔

عالم خیر وشر: ☆☆ (آیت:۳۳) اللہ تعالیٰ ہر انسان کے اعمال کا محافظ ہے۔ ہر ایک کے اعمال کو جانتا ہے' ہر نفس پر نگہبان ہے' ہر عامل کے خیر وشر کے عمل سے باخبر ہے۔ کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں' کوئی کام اس کی بے خبری میں نہیں ہوتا۔ ہر حالت کا اسے علم ہے' ہر عمل پر وہ موجود ہے' ہر پتے کے جھڑنے کا اسے علم ہے' ہر جاندار کی روزی اللہ کے ذمے ہے' ہر ایک کے ٹھکانے کا اسے علم ہے' ہر بات اس کی کتاب میں لکھی ہوئی ہے' ظاہر و باطن ہر بات کو وہ جانتا ہے' تم جہاں ہو' وہاں اللہ تمہارے ساتھ ہے' تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے' ان صفتوں والا اللہ کیا تمہارے ان جھوٹے خداؤں جیسا ہے جو نہ سنیں نہ دیکھیں نہ اپنے لئے کسی چیز کے مالک نہ کسی اور کے نفع نقصان کا انہیں اختیار۔ اس جواب کو حذف کر دیا کیونکہ دلالت کلام موجود ہے۔ اور وہ فرمان الٰہی وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ہے' انہوں نے اللہ کے ساتھ اوروں کو شریک ٹھہرایا اور ان کی عبادت کرنے لگے۔ تم ذرا ان کے نام تو بتاؤ۔ ان کے حالات تو بیان کرو تا کہ دنیا جان لے کہ وہ محض بے حقیقت ہیں۔ کیا تم زمین کی ان چیزوں کی خبر اللہ کو دے رہے ہو جنہیں وہ نہیں جانتا یعنی جن کا وجود ہی نہیں۔ اس لئے کہ اگر وجود ہوتا تو علم الٰہی سے باہر نہ ہوتا کیونکہ اس پر کوئی مخفی سے مخفی چیز بھی حقیقتاً مخفی نہیں یا صرف اٹکل پچو باتیں بنا رہے ہو؟ فضول گپ مار رہے ہو' تم نے آپ ان کے نام گھڑ لئے' تم نے ہی انہیں نفع ونقصان کا مالک قرار دیا اور تم نے ہی ان کی پوجا پاٹ شروع کر دی۔ یہی تمہارے بڑے کرتے رہے' نہ تو تمہارے ہاتھ میں کوئی الٰہی دلیل ہے نہ اور کوئی ٹھوس دلیل۔ یہ تو صرف وہم پرستی اور خواہش پروری ہے۔ ہدایت اللہ کی طرف سے نازل ہو چکی ہے۔ کفار کا مکر انہیں بھلے رنگ میں دکھائی دے رہا ہے۔ وہ اپنے کفر پر اور اپنے شرک پر ہی ناز کر رہے ہیں' دن رات اسی میں مشغول ہیں اور اسی کی طرف اوروں کو بلا رہے ہیں جیسے فرمایا وَ قَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ الخ' ان کے شیطانوں نے ان کی بے ڈھنگیاں ان کے سامنے دلکش بنا دی ہیں' یہ راہ الٰہی سے طریقہ ہدیٰ سے روک دیئے گئے ہیں' ایک قرأت اس کی صَدُّوْا بھی ہے یعنی انہوں نے اسے اچھا جان کر پھر اوروں کو اس میں پھانسنا شروع کر دیا اور راہ رسول ﷺ سے لوگوں کو روکنے لگے' رب کے گمراہ کئے ہوئے لوگوں کو کون راہ دکھا سکے؟ جیسے فرمایا وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا جسے اللہ فتنے میں ڈالنا چاہے تو اس کے لئے مجال مداخلت نہیں رکھتا۔ اور آیت میں ہے کہ گو تو ان کی ہدایت کا لالچی ہو لیکن اللہ ان گمراہوں کو راہ دکھانا نہیں چاہتا۔ پھر کون ہے جو ان کی مدد کرے۔

لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ۭ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ڰ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾

ان کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی زیادہ سخت ہے' انہیں غضب اللہ سے بچانے والا کوئی بھی نہیں ○ اس جنت کی صفت جس کا وعدہ پرہیزگاروں کو دیا گیا ہے۔ یہ ہے کہ اس کے نیچے سے نہریں لہریں لے رہی ہیں' اس کے میوے ہمیشگی والے ہیں اور اس کے سائے بھی' یہ ہے انجام کار پرہیزگاروں کا' اور کافروں کا انجام دوزخ ہے ○

کافر موت مانگیں گے: ☆☆ (آیت: ۳۴-۳۵) کفار کی سزا اور نیکوکار کی جزا کا ذکر ہو رہا ہے۔ کافروں کا کفر و شرک بیان فرما کر ان کی سزا بیان فرمائی کہ وہ مومنوں کے ہاتھوں قتل و غارت ہوں گے' اس کے ساتھ ہی آخرت کے سخت تر عذابوں میں گرفتار ہوں گے۔ جو اس دنیا کی سزا سے بدرجہا بدتر ہیں' ملاعنہ کرنے والے میاں بیوی سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے بہت ہی ہلکا ہے یہاں کا عذاب فانی' وہاں کا باقی اور اس آگ کا عذاب جو یہاں کی آگ سے ستر حصے زیادہ تیز ہے۔ پھر قید وہ جو تصور میں بھی نہ آ سکے جیسے فرمان ہے فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ الخ' آج اس عذاب جیسے نہ کسی کے عذاب نہ اس جیسی کسی کی قید و بند۔ فرمان ہے وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا الخ' قیامت کے منکروں کے لئے ہم نے آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے' دور سے ہی انہیں دیکھتے ہی شور و غل شروع کر دے گی' وہاں کے تنگ و تاریک مکانات میں۔ جب یہ جکڑے ہوئے ڈالے جائیں گے تو ہائے وائے کرتے ہوئے موت مانگنے لگیں گے۔ ایک ہی موت کیا مانگتے ہو۔ بہت سی موتیں مانگو۔ اب بتلاؤ کہ یہ ٹھیک ہے یا جنت خلد ٹھیک ہے جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے کیا گیا ہے کہ وہ ان کا بدلہ ہے اور ان کا ہمیشہ رہنے کا ٹھکانا۔ پھر نیکوں کا انجام بیان فرماتا ہے کہ ان سے جن جنتوں کا وعدہ ہے' اس کی ایک صفت تو یہ ہے کہ اس سے چاروں طرف نہریں جاری ہیں۔ جہاں چاہیں پانی لے جائیں۔ پانی بھی نہ بگڑنے والا۔ پھر دودھ کی نہریں ہیں اور دودھ بھی ایسا جس کا مزہ کبھی نہ بگڑے اور شراب کی نہریں ہیں جس میں صرف لذت ہی لذت ہے' بدمزگی نہ بے ہودہ نشہ اور صاف شہد کی نہریں ہیں اور ہر قسم کے پھل ہیں اور ساتھ ہی رب کی رحمت' مالک کی معرفت۔ اس کے پھل ہمیشگی والے' اس کی کھانے پینے کی چیزیں کبھی فنا ہونے والی نہیں۔

جب آنحضرت ﷺ نے کسوف کی نماز پڑھی تھی تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ حضور ﷺ ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے کسی چیز کے گویا لینے کا ارادہ کیا تھا۔ پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پچھلے پاؤں پیچھے کو ہٹنے لگے' آپؐ نے فرمایا' ہاں میں نے جنت کو دیکھا تھا اور چاہا تھا کہ ایک خوشہ توڑ لوں۔ اگر لے لیتا تو رہتی دنیا تک وہ رہتا اور تم کھاتے رہتے۔ ابو یعلی میں ہے کہ ایک دن ظہر کی نماز میں ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے کہ آپ ناگاہ آگے بڑھے اور ہم بھی بڑھے۔ پھر ہم نے دیکھا کہ آپ نے گویا کوئی چیز لینے کا ارادہ کیا۔ پھر آپؐ پیچھے ہٹ آئے۔ نماز کے خاتمہ کے بعد حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آج تو ہم نے آپ کو ایسا کام کرتے ہوئے دیکھا کہ آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ آپ نے فرمایا ہاں' میرے سامنے جنت پیش کی گئی جو تر و تازگی سے مہک رہی تھی۔ میں نے چاہا کہ اس میں سے ایک خوشہ انگور کا توڑ لاؤں لیکن میرے اور اس کے درمیان آڑ کر دی گئی۔ اگر میں اسے توڑ لاتا تو تمام دنیا رہتی دنیا تک اسے کھاتی رہتی اور پھر بھی ذرا سا بھی کم نہ ہوتا۔ ایک دیہاتی نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ کیا جنت میں انگور ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا' ہاں اس نے کہا کتنے بڑے خوشے ہوں گے؟ فرمایا اتنے بڑے کہ اگر کوئی کالا کوا مہینہ بھر اڑتا رہے تو بھی اس خوشے سے آگے نہ نکل سکے۔ اور حدیث میں ہے کہ جنتی جب کوئی پھل توڑیں گے' اسی وقت اس کی جگہ دوسرا لگ جائے گا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں' جنتی خوب کھائیں پئیں گے لیکن نہ تھوک آئے گی نہ ناک آئے گی نہ پیشاب نہ پاخانہ' مشک جیسی خوشبو والا پسینہ آئے گا اور اسی سے کھانا ہضم ہو جائے گا جیسے سانس بے تکلف چلتا ہے' اس طرح تسبیح و تقدیس الہام کی جائے گی (مسلم وغیرہ)

ایک اہل کتاب نے حضور ﷺ سے کہا کہ آپ فرماتے ہیں جنتی کھائیں پئیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں' اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ ہر شخص کو کھانے پینے اور جماع اور شہوت کی اتنی قوت دی جائے گی جتنی یہاں سو آدمیوں کو مل کر ہو۔ اس نے کہا' اچھا تو جو کھائے گا' پئے گا' اسے پیشاب پاخانے کی بھی حاجت لگے گی' پھر جنت میں گندگی کیسی؟ آپؐ نے فرمایا' نہیں بلکہ پسینے کے راستے سب ہضم ہو جائے گا اور وہ پسینہ مشک بو ہو گا۔ (مسند و نسائی) فرماتے ہیں کہ جس پرندے کی طرف کھانے کے ارادے سے جنتی نظر ڈالے گا وہ اسی وقت بھنا بھنایا اس کے سامنے گر پڑے گا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ پھر وہ اسی طرح بحکم الٰہی زندہ ہو کر اڑ جائے گا۔ قرآن میں ہے' وہاں بکثرت میوے ہوں گے کہ نہ کٹیں' نہ ٹوٹیں' نہ ختم ہوں نہ گھٹیں' سایے جھکے ہوئے' شاخیں نیچی' سائے بھی دائمی ہوں گے جیسے فرمان ہے' ایماندار' نیک کردار' بہتی نہروں والی جنتوں میں جائیں گے' وہاں ان کے لئے پاک بیویاں ہوں گی اور بہترین لمبے چوڑے سائے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں جنت کے ایک درخت کے سائے تلے تیز سواری والا سوار سو سال تک تیز دوڑتا ہوا جائے لیکن پھر بھی اس کا سایہ ختم نہ ہو گا۔ قرآن میں ہے' سائے ہیں پھیلے اور بڑھے ہوئے۔

عموماً قرآن کریم میں جنت اور دوزخ کا ذکر ایک ساتھ آتا ہے تاکہ لوگوں کو جنت کا شوق ہو اور دوزخ' سے ڈر لگے۔ یہاں بھی جنت کا اور وہاں کی چند نعمتوں کا ذکر فرما کر فرمایا کہ یہ ہے انجام پرہیز گار اور تقوی شعار لوگوں کا اور کافروں کا انجام جہنم ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ جہنمی اور جنتی برابر نہیں' جنتی بامراد ہیں۔ خطیب دمشق حضرت بلال بن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اے اللہ کے بندو' کیا تمہارے کسی عمل کی قبولیت کا یا کسی گناہ کی معافی کا کوئی پروانہ تم میں سے کسی کو ملا؟ کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تم بے کار پیدا کئے گئے ہو؟ اور تم اللہ کے بس میں آنے والے نہیں ہو؟ واللہ اگر اطاعت الٰہی کا بدلہ دنیا میں ہی ملتا تو تم تمام نیکیوں پر جم جاتے۔ کیا تم دنیا پر ہی فریفتہ ہو گئے ہو؟ کیا اسی کے پیچھے مرمٹو گے؟ کیا تمہیں جنت کی رغبت نہیں جس کے پھل اور جس کے سائے ہمیشہ رہنے والے ہیں (ابن ابی حاتم)

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ۭ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ۭ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ﴿۳۶﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ۭ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ بَعْدَ مَا جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾

ع ۶ / ۱۱

جنھیں ہم نے کتاب دی ہے وہ تو جو کچھ تجھ پر اتارا جاتا ہے' اس سے خوش ہوتے ہیں اور دوسرے فرقے اس کی بعض باتوں کے منکر ہیں' تو اعلان کر دے کہ مجھے تو صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ ہی کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ شریک نہ کروں' میں اسی کی طرف بلا رہا ہوں اور اسی کی جانب رجوع کرتا ہوں ○ اسی طرح ہم نے اس قرآن کو عربی زبان کا فرمان اتارا ہے' اگر تو نے ان کی خواہشوں کی پیروی کر لی' اس کے بعد کہ تیرے پاس علم آ چکا ہے تو نہ تو اللہ کے عذابوں سے تجھے کوئی حمایتی ملے گا اور نہ بچانے والا ○

شاداں و فرحاں لوگ: ☆☆ (آیت: ۳۶-۳۷) جو لوگ اس سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں اور وہ اس کے عامل ہیں' وہ تو اس قرآن

کے تجھ پر اترنے سے شاداں و فرحاں ہو رہے ہیں کیونکہ خود ان کی کتابوں میں اس کی بشارت اور اس کی صداقت موجود ہے۔ جیسے آیت اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ الخ، میں ہے کہ اگلی کتابوں کو اچھی طور سے پڑھنے والے اس آخری کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ اور آیت میں ہے کہ تم مانو یا نہ مانو' اگلی کتابوں والے تو اس کے سچے تابعدار بن جاتے ہیں کیونکہ ان کتابوں میں آنحضرت ﷺ کی رسالت کی خبر ہے اور وہ اس وعدے کو پورا دیکھ کر خوشی سے مان لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کے وعدے غلط نکلیں' اس کے فرمان صحیح ثابت نہ ہوں۔ پس وہ شاد ماں ہوتے ہوئے اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ ہاں ان جماعتوں میں ایسے بھی ہیں جو اس کی بعض باتوں کو نہیں مانتے۔ غرض بعض اہل کتاب مسلمان ہیں' بعض نہیں۔ تو اے نبی اعلان کر دے کہ مجھے صرف الہ واحد کی عبادت کا حکم ملا ہوا ہے کہ دوسرے کی شرکت کے بغیر صرف اسی کی عبادت' اس کی ہی توحید کے ساتھ کروں۔ یہی حکم مجھ سے پہلے کے تمام نبیوں اور رسولوں کو ملا تھا' اسی راہ کی طرف' اسی الٰہی عبادت کی طرف میں تمام دنیا کو دعوت دیتا ہوں' اسی اللہ کی طرف سب کو بلاتا ہوں اور اسی اللہ کی طرف میرا لوٹنا ہے۔ جس طرح ہم نے تم سے پہلے نبی بھیجے' ان پر اپنی کتابیں نازل فرمائیں' اسی طرح یہ قرآن جو محکم اور مضبوط ہے' عربی زبان میں جو تیری اور تیری قوم کی زبان ہے' اس قرآن کو ہم نے تجھ پر نازل فرمایا۔ یہ بھی تجھ پر خاص احسان ہے کہ اس واضح اظہار مفصل اور محکم کتاب کے ساتھ تجھے ہم نے نوازا کہ نہ اس کے آگے سے باطل آ سکے نہ اس کے پیچھے سے آ کر اس میں مل سکے' یہ حکیم وحمید اللہ کی طرف سے اتری ہے۔ اے نبی ﷺ تیرے پاس الٰہی علم' آسمانی وحی آ چکی ہے۔ اب بھی اگر تو نے ان کی خواہش کی ماتحتی کی تو یاد رکھ کہ الٰہی عذابوں سے تجھے کوئی بھی نہ بچا سکے گا۔ نہ کوئی تیری حمایت پر کھڑا ہو گا۔ سنت نبویہ اور طریقہ محمدیہؐ کے علم کے بعد جو گمراہی والوں کے راستوں کو اختیار کریں' ان علماء کے لئے اس آیت میں زبردست وعید ہے۔ •

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاۤءُ وَيُثْبِتُ ۚۖ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾

ہم تجھ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں اور ہم نے ان سب کو بیوی بچوں والا بنایا تھا' کسی رسول سے نہیں ہو سکتا کہ کوئی نشانی بغیر اللہ کی اجازت کے لئے آئے' ہر مقررہ وعدے کی ایک لکھت ہے O اللہ جو چاہے نابود کر دے اور جو چاہے ثابت رکھے' لوح محفوظ اسی کے پاس ہے O

ہر کام کا وقت مقرر ہے: ☆☆ (آیت: ۳۸-۳۹) ارشاد ہے کہ جیسے آپ باوجود انسان ہونے کے رسول اللہ ہیں' ایسے ہی آپ سے پہلے کے تمام رسول بھی انسان ہی تھے' کھانا کھاتے تھے' بازاروں میں چلتے پھرتے تھے' بیوی بچوں والے تھے۔ اور آیت میں ہے کہ اے اشرف الرسل آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ میں بھی تم جیسا ہی ایک انسان ہوں' میری طرف وحی ربانی کی جاتی ہے۔ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے' حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نفلی روزے رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا' راتوں کو تہجد بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں' گوشت بھی کھاتا ہوں اور عورتوں سے بھی ملتا ہوں۔ جو شخص میرے طریقے سے منہ موڑ لے وہ میرا نہیں۔ مسند احمد میں آپ کا فرمان ہے کہ چار چیزیں تمام انبیاء کا طریقہ رہیں خوشبو لگانا' نکاح کرنا' مسواک کرنا اور مہندی۔ پھر فرماتا ہے کہ معجزے ظاہر کرنا کسی نبی کے بس کی بات نہیں۔ یہ اللہ عزوجل کے قبضے کی چیز ہے۔ وہ جو چاہتا ہے' کرتا ہے' جو ارادہ کرتا ہے' حکم دیتا ہے۔ ہر ایک بات

مقررہ وقت اور معلوم مدت کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔ ہر شے کی ایک مقدار معین ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ زمین و آسمان کی تمام چیزوں کا اللہ کو علم ہے؟ سب کچھ کتاب میں لکھا موجود ہے۔ یہ تو اللہ پر بہت ہی آسان ہے۔ ہر کتاب کی جو آسمان سے اتری ہے' اس کی ایک اجل ہے اور ایک مدت مقرر ہے ان میں سے جسے چاہتا ہے' منسوخ کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے باقی رکھتا ہے۔ پس اس قرآن سے جو اس نے اپنے رسول صلوات اللہ وسلامہ علیہ پر نازل فرمایا ہے' تمام اگلی کتابیں منسوخ ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ جو چاہے مٹائے' جو چاہے باقی رکھے۔ سال بھر کے امور مقرر کر دیئے لیکن اختیار سے باہر نہیں۔ جو چاہا باقی رکھا۔ جو چاہا بدل دیا۔ سوائے شقاوت' سعادت' حیات و ممات کے کہ ان سے فراغت حاصل کر لی گئی ہے ان میں تغیر نہیں ہوتا۔ منصور کہتے ہیں میں نے حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ ہم میں سے کسی کا یہ دعا کرنا کیسا ہے کہ الٰہی اگر میرا نام نیکوں میں ہے تو باقی رکھ اور اگر بدوں میں ہے تو اسے ہٹا دے اور نیکوں میں کر دے۔ آپ نے فرمایا یہ تو اچھی دعا ہے' سال بھر کے بعد پھر ملاقات ہوئی یا کچھ زیادہ عرصہ گزر گیا تھا تو میں نے پھر ان سے یہی بات دریافت کی آپ نے اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ سے دو آیتوں کی تلاوت کی اور فرمایا لیلتہ القدر میں سال بھر کی روزیاں' تکلیفیں مقرر ہو جاتی ہیں۔ پھر جو اللہ چاہے مقدم و مؤخر کرتا ہے۔ ہاں سعادت' شقاوت کی کتاب نہیں بدلتی۔ حضرت شقیق بن سلمہ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے' اے اللہ اگر تو نے ہمیں بدبختوں میں لکھا ہے تو اسے مٹا دے اور ہماری گنتی نیکوں میں لکھ لے اور اگر تو نے ہمیں نیک لوگوں میں لکھا ہے تو اسے باقی رکھ' تو جو چاہے مٹا دے اور جو چاہے باقی رکھے اصل کتاب تیرے ہی پاس ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہوئے روتے روتے یہ دعا پڑھا کرتے تھے' اے اللہ! اگر تو نے مجھ پر برائی اور گناہ لکھ رکھے ہیں تو انہیں مٹا دے۔ تو جسے چاہے مٹاتا ہے اور باقی رکھتا ہے۔ ام الکتاب تیرے پاس ہی ہے۔ تو اسے سعادت اور رحمت کر دے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی یہی دعا کیا کرتے تھے۔ کعب رحمتہ اللہ علیہ نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اگر ایک آیت کتاب اللہ میں نہ ہوتی تو میں قیامت تک جو امور ہونے والے ہیں' سب آپ کو بتا دیتا۔ پوچھا کہ وہ کون سی آیت ہے۔ آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ ان تمام اقوال کا مطلب یہ ہے کہ تقدیر کی الٹ پلٹ اللہ کے اختیار کی چیز ہے۔ چنانچہ مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ بعض گناہوں کی وجہ سے انسان اپنی روزی سے محروم کر دیا جاتا ہے اور تقدیر کو دعا کے سوا کوئی چیز بدل نہیں سکتی اور عمر کی زیادتی کرنے والی بجز نیکی کے کوئی چیز نہیں۔ نسائی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ اور صحیح حدیث میں ہے کہ صلہ رحمی عمر بڑھاتی ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ دعا اور قضا دونوں کی مڈبھیڑ آسمان و زمین کے درمیان ہوتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے پاس لوح محفوظ ہے جو پانچ سو سال کے راستے کی چیز ہے' سفید موتی کی ہے' یاقوت کے دو پٹھوں کے درمیان۔ ترسیٹھ بار اللہ تعالیٰ اس پر توجہ فرماتا ہے۔ جو چاہتا ہے' مٹاتا ہے' جو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے' ام الکتاب اسی کے پاس ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ رات کی تین ساعتیں باقی رہنے پر دفتر کھولا جاتا ہے' پہلی ساعت میں اس دفتر پر نظر ڈالی جاتی ہے جسے اس کے سوا کوئی اور نہیں دیکھتا۔ پس جو چاہتا ہے' مٹاتا ہے' جو چاہتا ہے' برقرار رکھتا ہے۔ کلبی فرماتے ہیں' روزی کو بڑھانا' گھٹانا' عمر کو بڑھانا گھٹانا' اس سے مراد ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ سے یہ بات کس نے بیان کی؟ فرمایا ابو صالح نے' ان سے حضرت جابر بن عبداللہ بن رباب نے' ان سے نبی ﷺ نے۔ پھر ان سے اس آیت کی بابت سوال ہوا تو جواب دیا کہ جمعرات کے دن سب باتیں لکھی جاتی ہیں۔ ان میں سے جو باتیں جزا و سزا سے خالی ہوں' نکال دی جاتی ہیں جیسے تیرا یہ قول کہ میں نے کھایا' میں نے پیا' میں آیا' میں گیا وغیرہ جو سچی باتیں ہیں اور ثواب و عذاب کی چیزیں نہیں اور باقی جو ثواب و عذاب کی چیزیں ہیں' وہ رکھ لی جاتی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ دو کتابیں ہیں۔ ایک میں کمی زیادتی ہوتی ہے اور اللہ کے پاس ہے۔ اصل کتاب

وہی ہے۔ فرماتے ہیں' مراد اس سے وہ شخص ہے جو ایک زمانے تک تو اللہ کی اطاعت میں لگا رہتا ہے' پھر معصیت میں لگ جاتا ہے اور اسی پر مرتا ہے۔ پس اس کی نیکی محو ہو جاتی ہے اور جس کے لئے ثابت رہتی ہے۔ یہ وہ ہے جو اس وقت تو نافرمانیوں میں مشغول ہے لیکن خدا کی طرف سے اس کے لئے فرمانبرداری پہلے سے مقرر ہو چکی ہے پس آخری وقت وہ خیر پر لگ جاتا ہے اور طاعت خدا میں مرتا ہے۔ یہ ہے جس کے لئے ثابت رہتی ہے۔ سعید بن جبیر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' مطلب یہ ہے کہ جسے چاہے بخشے۔ جسے چاہے نہ بخشے ابن عباسؓ کا قول ہے' جو چاہتا ہے' منسوخ کرتا ہے' جو چاہتا ہے' تبدیل نہیں کرتا' ناسخ کا اختیار اسی کے پاس ہے اور اول بدل بھی۔ بقول قتادہ' یہ آیت مثل آیت ماننسخ الخ' کے ہے یعنی جو چاہے منسوخ کر دے' جو چاہے باقی اور جاری رکھے۔ مجاہد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' جب اس سے پہلے کی آیت اتری کہ کوئی رسول بغیر اللہ کے فرمان کے کوئی معجزہ نہیں دکھا سکتا تو قریش کے کافروں نے کہا' پھر تو محمد ﷺ بالکل بے بس ہیں۔ کام سے تو فراغت حاصل ہو چکی ہے۔ پس انہیں ڈرانے کے لئے یہ آیت اتری کہ ہم جو چاہیں تجدید کر دیں۔ ہر رمضان میں تجدید ہوتی ہے۔ پھر اللہ جو چاہتا ہے' مٹا دیتا ہے' جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے' روزی بھی' تکلیف بھی' دیتا ہے اور تقسیم بھی۔ حسن بصری فرماتے ہیں' جس کی اجل آ جائے' چل بستا ہے' نہ آئی ہو' رہ جاتا ہے یہاں تک کہ اپنے دن پورے کر لے۔

ابن جریر رحمتہ اللہ علیہ اسی قول کو پسند فرماتے ہیں۔ حلال و حرام اس کے پاس ہے۔ کتاب کا خلاصہ اور جڑ اسی کے ہاتھ ہے۔ کتاب خود رب العلمین کے پاس ہی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کعب سے ام الکتاب کی بابت دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ اللہ نے مخلوق کو اور مخلوق کے اعمال کو جان لیا۔ پھر کہا کہ کتاب کی صورت میں ہو جائے' ہو گیا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' ام الکتاب سے مراد ذکر ہے۔

وَإِن مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا ۚ وَاللَّهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ ۚ وَهُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾

ان سے کئے ہوئے وعدوں میں سے کوئی اگر ہم تجھے دکھا دیں یا تجھے ہم فوت کر لیں تو تجھ پر تو صرف پہنچا دینا ہی ہے۔ حساب تو ہمارے ذمہ ہی ہے ○ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آ رہے ہیں' اللہ حکم کرتا ہے' کوئی اس کے احکام پیچھے ڈالنے والا نہیں' وہ جلد حساب لینے والا ہے ○

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کی وفات کے بعد: ☆☆ (آیت: ۴۰-۴۱) تیرے دشمنوں پر جو ہمارے عذاب آنے والے ہیں' وہ ہم تیری زندگی میں لائیں' تو اور تیرے انتقال کے بعد لائیں تو تجھے کیا؟ تیرا کام تو صرف ہمارے پیغام پہنچا دینا ہے۔ وہ تو کر چکا۔ ان کا حساب' ان کا بدلہ ہمارے ہاتھ ہے۔ تو صرف انہیں نصیحت کر دے۔ تو ان پر کوئی داروغہ اور نگہبان نہیں' جو منہ پھیرے گا اور کفر کرے گا' اسے اللہ ہی بڑی سزاؤں میں داخل کر دے گا' ان کا لوٹنا تو ہماری طرف ہی ہے اور ان کا حساب بھی ہمارے ذمے ہے۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو تیرے قبضے میں دیتے آ رہے ہیں؟ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ آباد اور عالی شان محل کھنڈرات اور ویرانے بنتے جا رہے ہیں؟ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ مسلمان کافروں کو دباتے چلے آ رہے ہیں؟ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ برکتیں اٹھتی جا رہی ہیں' خرابیاں آتی جا رہی ہیں؟ لوگ

مرتے جا رہے ہیں' زمین اجڑتی جا رہی ہے- خود زمین ہی اگر تنگ ہوتی جاتی تو تو انسان کو چھپڑ ڈالنا بھی محال ہو جاتا' مقصد انسان کا اور درختوں کا کم ہوتے رہنا ہے- مراد اس سے زمین کی تنگی نہیں بلکہ لوگوں کی موت ہے' علماء وفقہا اور بھلے لوگوں کی موت بھی زمین کی بربادی ہے- عرب شاعر کہتا ہے-

الارض تحیا اذا ما عاش عالمها ۔۔۔ متی یمت عالم منها یمت طرف

کالارض تحیا اذا ما الغیث حل بها ۔۔۔ و ان ابی عارفی اکنا فها التلف

یعنی جہاں کہیں جو عالم دین ہے' وہاں کی زمین کی زندگی اسی سے ہے- اس کی موت اس زمین کی ویرانی اور خرابی ہے- جیسے کہ بارش جس زمین پر برسے' لہلہانے لگتی ہے اور اگر نہ برسے تو سوکھنے اور بنجر ہونے لگتی ہے- پس آیت میں مراد اسلام کا شرک پر غالب آنا ہے' ایک کے بعد ایک بستی کو تابع کرنا ہے جیسے فرمایا وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى الخ' یہی قول امام ابن جریر رحمتہ اللہ علیہ کا بھی پسندیدہ ہے-

وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ۭ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۭ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾

ان سے پہلے لوگوں نے بھی اپنی مکاری میں کمی نہ کی تھی لیکن تمام تدبیریں اللہ ہی کی ہیں' جو شخص جو کچھ کر رہا ہے' اللہ کے علم میں ہے' کافروں کو ابھی معلوم ہو جائے گا کہ اس جہان کی جزا کس کے لئے ہے؟ ○

کافروں کے شرمناک کارنامے: ☆☆ (آیت:۴۲) اگلے کافروں نے بھی اپنے نبیوں کے ساتھ مکر کیا' انہیں نکالنا چاہا' اللہ نے ان کے مکر کا بدلہ لیا- انجام کار پرہیزگاروں کا ہی بھلا ہوا- اس سے پہلے آپ کے زمانے کے کافروں کی کارستانی بیان ہو چکی ہے کہ وہ آپ کو قید کرنے یا قتل کرنے یا دیس نکالا دینے کا مشورہ کر رہے تھے- وہ گھات میں تھے اور اللہ ان کی گھات میں تھا- بھلا اللہ سے زیادہ اچھی پوشیدہ تدبیر کس کی ہو سکتی ہے؟ ان کے مکر پر ہم نے بھی یہی کیا اور یہ بے خبر رہے- دیکھ لے کہ ان کے مکر کا انجام کیا ہوا؟ یہی کہ ہم نے انہیں غارت کر دیا اور ان کی ساری قوم کو برباد کر دیا' ان کے ظلم کی شہادت دینے والے' ان کی غیر آباد بستیوں کے کھنڈرات ابھی موجود ہیں- ہر ایک کے ہر ایک عمل سے اللہ تعالیٰ باخبر ہے' پوشیدہ عمل' دل کے خوف اس پر ظاہر ہیں- ہر عامل کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا- الکفار کی دوسری قرات الکافر بھی ہے- ان کافروں کو ابھی معلوم ہو جائے گا کہ انجام کار کس کا اچھا رہتا ہے- ان کا یا مسلمانوں کا- الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ حق والوں کو ہی غالب رکھا ہے' انجام کے اعتبار سے یہی اچھے رہتے ہیں' دنیا و آخرت انہی کی سنورتی ہے-

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ۭ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾ ع ۶

یہ کافر کہتے ہیں کہ تو اللہ کا رسول نہیں' تو جواب دے کہ مجھ میں اور تم میں اللہ گواہی دینے والا بس ہے' اور وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے ○

رسالت کے منکر: ☆☆ (آیت:۴۳) کافر تجھے جھٹلا رہے ہیں- تیری رسالت کے منکر ہیں- تو غم نہ کر- کہہ دیا کر کہ اللہ کی شہادت کافی ہے تیری نبوت کا وہ خود گواہ ہے' میری تبلیغ' پر تمہاری تکذیب پر وہ شاہد ہے' میری سچائی' تمہاری تکذیب کو وہ دیکھ رہا ہے- علم کتاب جس کے

پاس ہے' اس سے مراد عبداللہ بن سلام ہیں رضی اللہ عنہ- یہ قول حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ کا ہے لیکن بہت غریب قول ہے اس لئے کہ یہ آیت مکہ شریف میں اتری ہے اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تو ہجرت کے بعد مدینے میں مسلمان ہوئے ہیں- اس سے زیادہ ظاہر ابن عباسؓ کا قول ہے کہ یہود و نصاریٰ کے حق گو عالم مراد ہیں- ہاں ان میں حضرت عبداللہ بن سلام بھی ہیں اور حضرت سلمان اور حضرت تمیم داری وغیرہ رضی اللہ عنہم بھی- حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ سے ایک روایت میں مروی ہے کہ اس سے مراد بھی خود اللہ تعالیٰ ہے- حضرت سعید رحمتہ اللہ علیہ اس سے انکاری تھے کہ اس سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام لئے جائیں کیونکہ یہ آیت مکیہ ہے اور آیت کو من عندہ پڑھتے تھے- یہی قرات مجاہد اور حسن بصری سے بھی مروی ہے- ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی قرأت ہے لیکن وہ حدیث ثابت نہیں- صحیح بات یہی ہے کہ یہ اسم جنس ہے- ہر وہ عالم جو اگلی کتاب کا عالم ہے- اس میں داخل ہے' ان کی کتابوں میں آنحضرت ﷺ کی صفت اور آپ کی بشارت موجود تھی- ان کے نبیوں نے آپ کی بابت پیش گوئی کر دی تھی- جیسے فرمان رب ذی شان ہے وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ یعنی میری رحمت نے تمام چیزوں کو گھیر رکھا ہے- میں اسے ان لوگوں کے نام لکھ دوں گا جو متقی ہیں- زکوٰۃ کے ادا کرنے والے ہیں' ہماری آیتوں پر ایمان رکھنے والے ہیں' رسول نبی امی ﷺ کی اطاعت کرنے والے ہیں' جس کا ذکر اپنی کتاب تورات و انجیل میں موجود پاتے ہیں- اور آیت میں ہے کہ کیا یہ بات بھی ان کے لئے کافی نہیں کہ اس کے حق ہو۔ کا علم علماء بنی اسرائیل کو بھی ہے؟-

ایک بہت ہی غریب حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علمائے یہود سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ اپنے باپ ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی مسجد میں جا کر عید منائیں' مکے پہنچے- آنحضرت ﷺ یہیں تھے- یہ لوگ جب حج سے لوٹے تو آپ سے ملاقات ہوئی- اس وقت آپ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے اور لوگ بھی آپ کے پاس تھے- یہ بھی مع اپنے ساتھیوں کے کھڑے ہو گئے' آپ ﷺ نے ان کی طرف دیکھ کر پوچھا کہ آپ ہی عبداللہ بن سلام ہیں' کہا ہاں' فرمایا قریب- آؤ جب قریب گئے تو آپؐ نے فرمایا' کیا تم میرا ذکر تورات میں نہیں پاتے؟ انہوں نے کہا' آپ اللہ تعالیٰ کے اوصاف میرے سامنے بیان فرمائیے- اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے- آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور حکم دیا کہ کہو قل ھو اللہ احد آپ نے پوری سورت پڑھ سنائی' ابن سلام نے اسی وقت کلمہ پڑھ لیا' مسلمان ہو گئے' مدینے واپس چلے آئے لیکن اپنے اسلام کو چھپائے رہے' جب حضور ﷺ ہجرت کر کے مدینے پہنچے' اس وقت آپ کھجور کے ایک درخت پر چڑھے ہوئے کھجوریں اتار رہے تھے- جو آپ کو خبر پہنچی' اسی وقت درخت سے کود پڑے' ماں کہنے لگیں کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی آ جاتے تو تم درخت سے نہ کودتے- کیا بات ہے؟ جواب دیا کہ اماں جی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت سے بھی زیادہ خوشی مجھے ختم المرسلین ﷺ کی یہاں تشریف آوری سے ہوئی ہے- الحمدللہ سورہ رعد کی تفسیر ختم ہوئی-

---

تفسیر سورۃ ابراھیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ

شَدِيْدِ ۙ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۳﴾

اللہ مہربان رحم کرنے والے کے نام سے ○
یہ عالی شان کتاب ہم نے تیری طرف اتاری ہے کہ تو لوگوں کو اندھیروں سے اجالے کی طرف لے آئے - ان کے پروردگار کے حکم سے زبردست اور تعریفوں والے اللہ کی راہ کی طرف ○ جس اللہ کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے' منکروں کیلئے تو سخت عذاب کی خرابی ہے ○ جو آخرت کے مقابلے میں دنیوی زندگی کو پسند رکھتے ہیں اور راہ اللہ سے روکتے رہتے ہیں اور اس میں ٹیڑھ پن پیدا کرنا چاہتے ہیں' یہی لوگ پرلے درجے کی گمراہی میں ہیں ○

(آیت :۱-۳) حروف مقطعہ جو سورتوں کے شروع میں آتے ہیں' ان کا بیان پہلے گزر چکا ہے - اے نبی ﷺ یہ عظیم الشان کتاب ہم نے تیری طرف اتاری ہے یہ کتاب تمام کتابوں سے اعلیٰ' رسول تمام رسولوں سے افضل و بالا - جہاں اتری' وہ جگہ دنیا کی تمام جگہوں سے بہترین اور عمدہ - اس کتاب کا پہلا وصف یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے تو لوگوں کو اندھیروں سے اجالے میں لا سکتا ہے - تیرا پہلا کام یہ ہے کہ گمراہیوں کو ہدایت سے' برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دے - ایمانداروں کا حمایتی خود اللہ ہے' وہ انہیں اندھیروں سے اجالے میں لاتا ہے اور کافروں کے ساتھی اللہ کے سوا اور ہیں جو انہیں نور سے ہٹا کر تاریکیوں میں پھانس دیتے ہیں - اللہ اپنے غلام پر اپنی روشن اور واضح نشانیاں اتارتا ہے کہ وہ تمہیں تاریکیوں سے ہٹا کر نور کی طرف پہنچا دے - اصل ہادی اللہ ہی ہے - رسولوں کے ہاتھوں جن کی ہدایت اسے منظور ہوتی ہے' وہ راہ پا لیتے ہیں اور غیر مغلوب پر غالب' زبردست اور ہر چیز پر بادشاہ بن جاتے ہیں اور ہر حال میں تعریفوں والے اللہ کی راہ کی طرف ان کی رہبری ہو جاتی ہے - اللّٰهِ کی دوسری قرأت اللّٰهُ بھی ہے - پہلی قرأت بطور صفت کے ہے اور دوسری بطور نئے جملے کے' جیسے آیت قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الخ' میں - جو کافر تیرے مخالف ہیں' تجھے نہیں مانتے' انہیں قیامت کے دن سخت عذاب ہوں گے - یہ لوگ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں' دنیا کے لئے پوری کوشش کرتے ہیں اور آخرت کو بھولے بیٹھے ہیں' رسولوں کی تابعداری سے دوسروں کو بھی روکتے ہیں' راہ اللہ جو سیدھی اور صاف ہے' اسے ٹیڑھی ترچھی کرنا چاہتے ہیں - یہ اسی جہالت وضلالت میں رہیں گے لیکن راہ حق نہ ٹیڑھی ہوئی نہ ہو گی - پھر ایسی حالت میں ان کی صلاحیت کی کیا امید؟

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ڏ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۵﴾

ہم نے ہر ہر نبی کو اس کی قومی زبان میں ہی بھیجا ہے تا کہ ان کے سامنے وضاحت سے بیان کر دے' اللہ جسے چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہے راہ دکھا دے' وہ غلبہ والا اور حکمت والا ہے ○ یاد کر جب کہ ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ تو اپنی قوم کو اندھیریوں سے روشنی میں نکال اور انہیں اللہ کے احسانات یاد دلا' اس میں نشانیاں ہیں ہر ایک صبر شکر کرنے والے کے لئے ○

ہر قوم کی اپنی زبان میں رسول: ☆☆ (آیت:۴) یہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی انتہائی درجے کی مہربانی ہے کہ ہر نبی کو اس کی قومی زبان میں ہی بھیجا تا کہ سمجھنے سمجھانے کی آسانی رہے۔ مسند میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر نبی رسول کو اللہ تعالیٰ نے اس کی امت کی زبان میں ہی بھیجا ہے حق ان پر کھل تو جاتا ہی ہے پھر ہدایت وضلالت اللہ کی طرف سے ہے۔ اس کے چاہنے کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا۔ وہ غالب ہے۔ اس کا ہر کام حکمت سے ہے۔ گمراہ وہی ہوتے ہیں جو اسی کے مستحق ہوں اور ہدایت پر وہی آتے ہیں جو اس کے مستحق ہوں۔ چونکہ ہر نبی صرف اپنی اپنی قوم ہی کی طرف بھیجا جاتا رہا اس لئے اسے اس کی قومی زبان میں ہی کتاب اللہ ملتی تھی اور اس کی اپنی زبان بھی وہی ہوتی تھی۔

آنحضرت محمد بن عبداللہ علیہ صلوات اللہ کی رسالت عام تھی۔ ساری دنیا کی سب قوموں کی طرف آپ رسول اللہ تھے جیسے خود حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ مجھے پانچ چیزیں خصوصیت سے دی گئی ہیں جو کسی نبی کو عطا نہیں ہوئیں۔ مہینے بھر کی راہ کی دوری پر صرف رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے میرے لئے ساری زمین مسجد اور پاکیزہ قرار دی گئی ہے مجھ پر مال غنیمت حلال کئے گئے ہیں جو مجھ سے پہلے کسی پر حلال نہیں تھے مجھے شفاعت سونپی گئی ہے ہر نبی صرف اپنی قوم ہی کی طرف آتا تھا اور میں تمام عام لوگوں کی طرف رسول اللہ بنایا گیا ہوں۔ قرآن یہی فرماتا ہے کہ اے نبی اعلان کردو کہ میں تم سب کی جانب اللہ کا رسول ہوں صلی اللہ علیہ وسلم۔

نو (۹) نشانیاں: ☆☆ (آیت:۵) جیسے ہم نے تجھے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے اور تجھ پر اپنی کتاب نازل فرمائی ہے کہ تو لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آئے اسی طرح ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف بھیجا تھا۔ بہت سی نشانیاں بھی دی تھیں جن کا بیان آیت وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ الخ میں ہے۔ انہیں بھی یہی حکم تھا کہ لوگوں کو نیکیوں کی دعوت دے انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں اور جہالت وضلالت سے ہٹا کر علم وہدایت کی طرف لے آ۔ انہیں اللہ کے احسانات یاد دلا۔ کہ اللہ نے انہیں فرعون جیسے ظالم وجابر بادشاہ کی غلامی سے آزاد کیا ان کے لئے دریا کو کھڑا کر دیا ان پر ابر کا سایہ کر دیا ان پر من وسلویٰ اتارا۔ اور بھی بہت سی نعمتیں عطا فرمائیں۔ مسند کی مرفوع حدیث میں اِيّٰمِ اللّٰهِ کی تفسیر اللہ کی نعمتوں سے مروی ہے۔ لیکن ابن جریر رحمتہ اللہ علیہ میں یہ روایت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے موقوفاً بھی آئی ہے اور یہی زیادہ ٹھیک ہے۔ ہم نے اپنے بندوں بنی اسرائیل کے ساتھ جو احسان کئے فرعون سے نجات دلوانا اس کے ذلیل عذابوں سے چھڑوانا اس میں ہر صابر وشاکر کے لئے عبرت ہے۔ جو مصیبت میں صبر کرے اور راحت میں شکر کے خوگر ہیں۔ حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اچھا بندہ وہ ہے جو سختی کے وقت صبر کرے اور نرمی کے وقت شکر کرے۔ صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مومن کا تمام کام عجیب ہے۔ اسے مصیبت پہنچے تو صبر کرتا ہے وہی اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے اور اگر اسے راحت وآرام ملے تو شکر کرتا ہے۔ اس کا انجام بھی اس کے لئے بہتر ہوتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰكُمْ
مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ
اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ
عَظِيْمٌ ۝۶ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَىِٕنْ
كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝۷ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ

ع ۶

وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝۸

جس وقت موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کے وہ احسانات یاد کرو جو اس نے تم پر کئے ہیں جب کہ اس نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی جو تمہیں برے دکھ پہنچاتے تھے' تمہارے لڑکوں کو قتل کرتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ چھوڑتے تھے' اس میں تمہارے رب کی طرف سے تم پر بہت بڑی آزمائش تھی ○ جب تمہارے پروردگار نے تمہیں آگاہ کر دیا کہ اگر تم شکر گزاری کرو گے تو بے شک میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے ○ موسیٰ نے کہا کہ اگر تم سب اور روئے زمین کے تمام انسان اللہ کی ناشکری کریں تو بھی اللہ بے نیاز اور تعریفوں والا ہے ○

اولاد کا قاتل: ☆☆ (آیت:۶-۸) فرمان الٰہی کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو اللہ کی نعمتیں یاد دلا رہے ہیں۔ مثلاً فرعونیوں سے انہیں نجات دلوانا جو انہیں بے وقعت کر کے ان پر طرح طرح کے مظالم ڈھا رہے تھے یہاں تک کہ تمام نرینہ اولاد قتل کر ڈالتے تھے صرف لڑکیوں کو زندہ چھوڑتے تھے۔ یہ نعمت اتنی بڑی ہے کہ تم اس کی شکر گزاری کی طاقت نہیں رکھتے۔ یہ مطلب بھی اس جملہ کا ہو سکتا ہے کہ فرعونی ایذا در اصل تمہاری ایک بہت بڑی آزمائش تھی اور یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں معنی مراد ہوں۔ واللہ اعلم' جیسے فرمان ہے وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ یعنی ہم نے انہیں بھلائی برائی سے آزمالیا کہ وہ لوٹ آئیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں آگاہ کر دیا۔ اور یہ معنی بھی ممکن ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی اپنی عزت و جلالت اور کبریائی کی جیسے آیت وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ الخ' میں۔ پس اللہ کا حتمی وعدہ ہوا اور اس کا اعلان بھی کہ شکر گزاروں کی نعمتیں اور بڑھ جائیں گی اور ناشکروں کی' نعمتوں کے منکروں اور ان کے چھپانے والوں کی نعمتیں اور چھن جائیں گی اور انہیں سخت سزا ہو گی۔ حدیث میں ہے' بندہ بوجہ گناہ کے اللہ کی روزی سے محروم ہو جاتا ہے۔

مسند احمد میں ہے' رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ایک سائل گزرا۔ آپ نے اسے ایک کھجور دی۔ وہ بڑا بگڑا اور کھجور نہ لی۔ پھر دوسرا سائل گزرا۔ آپ نے اسے بھی وہی کھجور دی۔ اس نے اسے بخوشی لے لی اور کہنے لگا کہ اللہ کے رسول کا عطیہ ہے' آپ نے اسے بیس درہم دینے کا حکم فرمایا۔ اور روایت میں ہے کہ آپ نے لونڈی سے فرمایا' اسے لے جاؤ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس چالیس درہم ہیں۔ وہ اسے دلوا دو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ تم سب اور روئے زمین کی تمام مخلوق بھی ناشکری کرنے لگے تو اللہ کا کیا بگاڑے گی؟ وہ بندوں سے اور ان کی شکر گزاری سے بے نیاز اور بے پرواہ ہے۔ تعریفوں کا مالک اور قابل وہی ہے۔ چنانچہ فرمان ہے اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ تم اگر کفر کرو تو اللہ تم سے غنی ہے اور آیت میں ہے فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ الخ' انہوں نے کفر کیا' منہ موڑ لیا تو اللہ نے ان سے مطلقاً بے نیازی برتی۔ صحیح مسلم شریف میں قدسی حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' اے میرے بندو! اگر تمہارے اول و آخر انسان' جن سب مل کر بہترین تقوے والے دل کے شخص جیسے بن جائیں تو اس سے میرا ملک ذرا سا بھی بڑھ نہ جائے گا اور اگر تمہارے سب اگلے پچھلے انسان جنات بدترین دل کے بن جائیں تو اس وجہ سے میرے ملک میں سے ایک ذرہ بھی نہ گھٹے گا۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان' جن سب ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں اور مجھ سے مانگیں اور میں ہر ایک کا سوال پورا کر دوں تو بھی میرے پاس کے خزانوں میں اتنی ہی کمی آئے گی جتنی کی سمندر میں سوئی ڈالنے سے ہو۔ پس ہمارا رب پاک ہے' بلند ہے' غنی ہے اور حمید ہے۔

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۬ۛ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛؕ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا

بِمَآ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ وَاِنَّا لَفِىۡ شَكٍّ مِّمَّا تَدۡعُوۡنَنَاۤ اِلَيۡهِ مُرِيۡبٍ ۝۹

کیا تمہارے پاس تم سے پہلے کے لوگوں کی خبریں نہیں آئیں؟ یعنی قوم نوح کی اور عاد و ثمود کی اور ان کے بعد والوں کی جنہیں بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا' ان کے پاس ان کے رسول معجزے لائے لیکن وہ اپنے ہاتھ اپنے منہ میں پھیر لے گئے اور صاف کہہ دیا کہ جو کچھ تمہیں دے کر بھیجا گیا ہے' ہم اس کے منکر ہیں اور جس چیز کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو' ہمیں تو اس میں بڑا بھاری شبہ ہے۔ ہم اس سے خاطر جمع نہیں ○

(آیت:۹) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا باقی وعظ بیان ہو رہا ہے کہ آپ نے اپنی قوم کو اللہ کی وہ نعمتیں یاد دلاتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو تم سے پہلے کے لوگوں پر رسولوں کے جھٹلانے کی وجہ سے کیسے سخت عذاب آئے اور کس طرح وہ غارت کئے گئے یہ قول تو ہے امام ابن جریر رحمتہ اللہ علیہ کا لیکن ہے ذرا غور طلب۔ بظاہر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ وعظ تو ختم ہو چکا۔ اب یہ نیا بیان قرآن ہے۔ کہا گیا ہے کہ عادیوں اور ثمودیوں کے واقعات تورات شریف میں تھے ہی نہیں تو اگر یہ بات بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہی مانی جائے تو ظاہر ہے کہ ان کے قصے یہودیوں کے سامنے بیان ہو چکے تھے اور یہ دونوں واقعات بھی تورات میں تھے۔ واللہ اعلم۔ فی الجملہ ان لوگوں کے اور ان جیسے اور بھی بہت سے لوگوں کے واقعات قرآن کریم میں ہمارے سامنے بیان ہو چکے ہیں کہ ان کے پاس اللہ کے پیغمبر اللہ کی آیتیں اور اللہ کے دیئے ہوئے معجزے لے کر پہنچے' ان کی گنتی کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں' نسب کے بیان کرنے والے غلط گو ہیں۔ بہت سی امتیں ایسی بھی گزری ہیں جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ معد بن عدنان کے بعد کا نسب نامہ صحیح طور پر کوئی نہیں جانتا۔ وہ اپنے ہاتھ ان کے منہ تک لوٹا لے گئے' کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ رسولوں کے منہ بند کرنے لگے۔ ایک معنی یہ بھی ہیں کہ وہ اپنے ہاتھ اپنے منہ پر رکھنے لگے کہ محض جھوٹ ہے جو رسول کہتے ہیں۔ ایک معنی یہ ہیں کہ جواب سے لاچار ہو کر انگلیاں منہ پر رکھ لیں' ایک معنی یہ بھی ہیں کہ اپنے منہ سے انہیں جھٹلانے لگے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں پر فی معنی میں ''بے'' کے ہو جیسے بعض عرب کہتے ہیں اَدۡخَلَكَ اللّٰهُ بِالۡجَنَّةِ یعنی فِي الۡجَنَّةِ شعر میں بھی یہ محاورہ مستعمل ہے۔ اور بقول مجاہد اس کے بعد کا جملہ اسی کی تفسیر ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے مارے غصے کے اپنی انگلیاں اپنے منہ میں ڈال لیں۔ چنانچہ اور آیت میں منافقین کے بارے میں ہے کہ وَاِذَا خَلَوۡا عَضُّوۡا عَلَيۡكُمُ الۡاَ نَامِلَ مِنَ الۡغَيۡظِ یہ لوگ خلوت میں تمہاری جلن سے اپنی انگلیاں چباتے رہتے ہیں۔ یہ بھی ہے کہ کلام اللہ سن کر تعجب سے اپنے ہاتھ اپنے منہ پر رکھ دیتے ہیں اور کہہ گزرتے ہیں کہ ہم تو تمہاری رسالت کے منکر ہیں' ہم تمہیں سچا نہیں جانتے بلکہ سخت شبہ میں ہیں۔

قَالَتۡ رُسُلُهُمۡ اَفِى اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ؕ يَدۡعُوۡكُمۡ لِيَـغۡفِرَ لَـكُمۡ مِّنۡ ذُنُوۡبِكُمۡ وَيُؤَخِّرَكُمۡ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى‌ؕ قَالُوۡۤا اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَاؕ تُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ تَصُدُّوۡنَا عَمَّا كَانَ يَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاۡتُوۡنَا بِسُلۡطٰنٍ مُّبِيۡنٍ‏ ۝۱۰

ان کے رسولوں نے انہیں کہا کہ کیا حق تعالیٰ کے بارے میں تمہیں شک ہے جو آسمان و زمین کا بنانے والا ہے' وہ تو تمہیں اس لئے بلا رہا ہے کہ تمہارے تمام گناہ معاف فرما دے اور ایک مقرر وقت تک تمہیں مہلت عطا فرمائے۔ وہ کہنے لگے تم تو ہم جیسے ہی انسان ہو' تم چاہتے ہو کہ ہمیں ان معبودوں کی عبادت سے روک دو جن

کی عبادت ہمارے باپ دادے کرتے رہے، اچھا تو ہمارے سامنے کوئی کھلی سند پیش کرو ○

کفار اور انبیاء میں مکالمات: ☆☆ (آیت: ۱۰) رسولوں کی اور ان کی قوم کے کافروں کی بات چیت بیان ہو رہی ہے۔ قوم نے اللہ کی عبادت میں شک وشبہ کا اظہار کیا۔ اس پر رسولوں نے کہا اللہ کے بارے میں شک؟ یعنی اس کے وجود میں شک کیسا؟ فطرت اس کی شاہد عدل ہے انسان کی بنیاد میں اس کا اقرار موجود ہے۔ عقل سلیم اس کے ماننے پر مجبور ہے۔ اچھا اگر دلیل کے بغیر اطمینان نہیں تو دیکھ لو کہ یہ آسمان وزمین کیسے پیدا ہو گئے؟ موجود کے لیے موجد کا ہونا ضروری ہے۔ انہیں بغیر نمونہ پیدا کرنے والا وہی وحدہ لاشریک لہ ہے۔ اس عالم کی تخلیق تو مطیع مخلوق ہونا بالکل ظاہر ہے۔ اس سے کیا اتنی موٹی بات بھی سمجھ نہیں آتی؟ کہ اس کا صانع اس کا خالق ہے اور وہی اللہ تعالیٰ ہے جو ہر چیز کا خالق و مالک اور معبود برحق ہے۔ یا کیا تمہیں اس کی الوہیت اور اس کی وحدانیت میں شک ہے؟ جب تمام موجودات کا خالق اور موجد وہی ہے تو پھر عبادت میں تنہا وہی کیوں نہ ہو؟ چونکہ اکثر امتیں خالق کے وجود کے قائل تھیں، پھر اوروں کی عبادت، انہیں واسطہ اور وسیلہ جان کر، اللہ سے نزدیک کرنے والے اور نفع دینے والے سمجھ کر کرتی تھیں، اس لئے رسول اللہ انہیں ان کی عبادتوں سے یہ سمجھا کر روکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف بلا رہا ہے کہ آخرت میں تمہارے گناہ معاف فرما دے اور جو وقت مقدر ہے، اس تک تمہیں اچھائی سے پہنچا دے۔ ہر ایک فضیلت والے کو وہ اس کی فضیلت عنایت فرمائے گا۔ اب امتوں نے پہلے مقام کو تسلیم کرنے کے بعد جواب دیا کہ تمہاری رسالت ہم کیسے مان لیں "تم میں انسانیت تو ہم جیسی ہی ہے۔ اچھا اگر سچے ہو تو زبردست معجزہ پیش کرو جو انسانی طاقت سے باہر ہو؟

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَ مَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۳﴾

ان کے پیغمبروں نے ان سے کہا، یہ تو سچ ہے کہ ہم تم جیسے ہی انسان ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنا فضل کرتا ہے، بے حکم اللہ ہماری مجال نہیں کہ ہم کوئی معجزہ تمہیں لا دکھائیں، ایمان داروں کو صرف اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ آخر کیا وجہ کہ ہم اللہ پر بھروسہ نہ رکھیں ○ اسی نے ہمیں ہماری راہیں سمجھائی ہیں، واللہ جو ایذائیں تم ہمیں دو گے، ہم ان پر صبر ہی کریں گے، توکل کرنے والوں کو یہی لائق ہے کہ اللہ ہی پر توکل کریں ○ کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تمہیں دیس بدر کر دیں گے یا تم پھر سے ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ، تو ان کے پروردگار نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ہم ان ظالموں کو ہی غارت کر دیں گے ○

(آیت: ۱۱-۱۲) اس کے جواب میں پیغمبران رب نے فرمایا کہ یہ تو بالکل مسلم ہے کہ ہم تم جیسے ہی انسان ہیں۔ لیکن رسالت ونبوت اللہ کا عطیہ ہے۔ وہ جسے چاہے دے۔ انسانیت رسالت کے منافی نہیں۔ اور جو چیز تم ہمارے ہاتھوں سے دیکھنا چاہتے ہو اس کی نسبت بھی سن

لو کہ وہ ہمارے بس کی بات نہیں' ہاں ہم اللہ سے طلب کریں گے- اگر ہماری دعا مقبول ہوئی تو بے شک ہم دکھائیں گے- مومنوں کو تو ہر کام میں اللہ ہی پر توکل ہے اور خصوصیت کے ساتھ ہمیں اس پر زیادہ توکل اور بھروسہ ہے اس لئے بھی کہ اس نے تمام راہوں میں سے بہترین راہ دکھائی- تم جتنا چاہو دکھ دو لیکن ان شاء اللہ دامن توکل ہمارے ہاتھ سے چھوٹنے کا نہیں- متوکلین کے گروہ کے لئے اللہ کا توکل کافی وافی ہے-

آل لوط: ☆☆ (آیت:۱۳) کافر جب تنگ ہوئے' کوئی حجت باقی نہ رہی تو نبیوں کو دھمکانے لگے اور دیس نکالے سے ڈرانے لگے- قوم شعیب نے بھی اپنے نبی اور مومنوں سے یہی کہا تھا کہ ہم تمہیں اپنی بستی سے نکال دیں گے- لوطیوں نے بھی یہی کہا تھا کہ آل لوط کو اپنے شہر سے نکال دو- مشرکین قریش نے بھی یہی منصوبہ باندھا تھا- اور یہ بھی کہا تھا کہ قید کر لو قتل کر دو یا ملک سے باہر نکال دو- وہ اگرچہ مکر کرتے تھے لیکن اللہ بھی ان کے داؤ میں تھا- اپنے نبی کو سلامتی کے ساتھ مکے سے لے گیا' مدینے والوں کو آپ کا انصار و مددگار بنا دیا' وہ آپؐ کے لشکر میں شامل ہو کر آپؐ کے جھنڈے تلے کافروں سے لڑے اور بتدریج اللہ تعالیٰ نے آپ کو ترقیاں دیں یہاں تک کہ بالآخر آپؐ نے مکہ بھی فتح کر لیا اب تو دشمنان دین کے منصوبے خاک میں مل گئے- ان کی امیدوں پر اوس پڑ گئی- ان کی آرزوئیں پامال ہو گئیں- اللہ کا دین لوگوں کے دلوں میں مضبوط ہو گیا اور تھوڑے سے زمانے میں مشرق سے مغرب تک اشاعت اسلام ہو گئی فالحمد للہ- یہاں فرمان ہے کہ ادھر کفار نے نبیوں کو دھمکایا' ادھر اللہ نے ان سے سچا وعدہ فرمایا کہ یہی ہلاک ہوں گے-

وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۱۵﴾ مِّنْ وَّرَاۗىِٕهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّاۗءٍ صَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۭ وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾

اور ان کے بعد ہم خود تمہیں اس زمین میں بسائیں گے' یہ ہے ان کے لئے جو میرے سامنے کھڑے ہونے کا ڈر رکھیں اور میرے وعدے سے خوفزدہ رہیں ○ آخر فیصلے کو طلب کرنے لگے تو سرکش ضدی لوگ نامراد ہو گئے ○ اس کے سامنے دوزخ ہے جہاں وہ پیپ کا پانی پلایا جائے گا جسے بمشکل گھونٹ گھونٹ پئے گا ○ پھر بھی اسے گلے سے اتار نہ سکے گا- ہر جگہ سے موت آتی دکھائی دے گی لیکن وہ مرنے والا نہیں' پھر اس کے پیچھے بھی سخت عذاب ہے ○

اور پھر فرمایا کہ: ☆☆ (آیت:۱۴-۱۷) اور تم زمین کے مالک بنو گے- جیسے فرمان ہے کہ ہمارا کلمہ ہمارے رسولوں کے بارے میں سبقت کر چکا ہے کہ وہی کامیاب ہوں گے اور ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا- اور آیت میں ہے کَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ الخ' اللہ لکھ چکا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ہی غالب آئیں گے' اللہ قوت والا' عزت والا ہے- اور آیت میں ارشاد ہے کہ ذکر کے بعد زبور میں بھی یہی تحریر ہے- حضرت موسیٰ ؑ نے بھی اپنی قوم سے یہی فرمایا تھا کہ تم اللہ سے مدد طلب کرو' صبر و برداشت کرو' زمین اللہ ہی کی ہے- اپنے بندوں میں سے جسے چاہے وارث بنائے' انجام کار پرہیزگاروں کا ہی ہے- اور جگہ ارشاد ہے وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ الخ' ضعیف اور کمزور لوگوں کو ہم نے زمین کی مشرق و مغرب کا وارث بنا دیا جہاں ہماری برکتیں تھیں- بنی اسرائیل کے صبر کی وجہ سے ہمارا ان سے جو بہترین وعدہ تھا' وہ پورا ہو گیا' ان کے دشمن فرعون اور فرعونی اور ان کی تمام تیاریاں سب یکلخت خاک میں مل گئیں- نبیوں سے فرما دیا گیا کہ یہ زمین تمہارے قبضے میں

آئے گی یہ وعدے ان کے لئے ہیں جو قیامت کے دن میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتے رہیں اور میرے ڈراوے اور عذاب سے خوف کھاتے رہیں- جیسے فرمان باری ہے فَاَمَّا مَنْ طَغٰی الخ' یعنی جس نے سرکشی کی اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی' اس کا ٹھکانا جہنم ہے- اور آیت میں ہے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف جس نے کیا' اسے دوہری جنتیں ہیں- رسولوں نے اپنے رب سے مدد و فتح اور فیصلہ طلب کیا یا یہ کہ ان کی قوم نے اسے طلب کیا جیسے قریش مکہ نے کہا تھا کہ الٰہی اگر یہ حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا اور کوئی دردناک عذاب ہمیں کر- اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ادھر سے کفار کا مطالبہ ہوا' ادھر سے رسولوں نے بھی اللہ سے دعا کی جیسے بدر والے دن ہوا تھا کہ ایک طرف رسول اللہ ﷺ دعا مانگ رہے تھے' دوسری جانب سرداران کفر بھی کہہ رہے تھے کہ الٰہی آج سچے کو غالب کر' یہی ہوا بھی- مشرکین سے کلام اللہ میں اور جگہ فرمایا گیا ہے کہ تم فتح طلب کیا کرتے تھے' لو اب وہ آگئی' اب بھی اگر باز آجاؤ تو تمہارے حق میں بہتر ہے الخ' نقصان یافتہ وہ ہیں جو متکبر ہوں' اپنے تئیں کچھ گنتے ہوں- حق سے عناد رکھتے ہوں تو قیامت کے روز فرمان ہوگا کہ ہر ایک کافر' سرکش اور بھلائی سے روکنے والے کو جہنم داخل کرو' جو اللہ کے ساتھ دوسروں کی پوجا کرتا تھا' اسے سخت عذاب میں لے جاؤ-

حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن جہنم کو لایا جائے گا- وہ تمام مخلوق کو ندا کر کے کہے گی کہ میں ہر ایک سرکش ضدی کے لئے مقرر کی گئی ہوں- الخ' اس وقت ان بدلوگوں کا کیا ہی برا حال ہوگا جب کہ انبیا تک اللہ کے سامنے گڑگڑا رہے ہوں گے- وراء یہاں پر معنی ''امام'' سامنے کے ہیں جیسے آیت وَكَانَ وَرَآئَهُمْ مَّلِكٌ میں ہے ابن عباسؓ کی قرأت ہی وَكَانَ وَرَآئَهُمْ مَّلِكٌ ہے غرض سامنے سے جہنم اس کی تاک میں ہوگی جس میں جا کر پھر نکلنا ناممکن ہوگا قیامت کے دن تک تو صبح شام وہ پیش ہوتی رہی- اب وہ ٹھکانا بن گئی- پھر وہاں اس کے لئے پانی کے بدلے آگ جیسا پیپ ہے اور حد سے زیادہ ٹھنڈا اور بدبودار وہ پانی ہے جو جہنمیوں کے زخموں سے رستا ہے- جیسے فرمایا هٰذَا فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ الخ' پس ایک گرمی میں حد سے گزرا ہوا' ایک سردی میں حد سے گزرا ہوا- صَدِیْدٍ کہتے ہیں پیپ اور خون کو جو دوزخیوں کے گوشت سے اور ان کی کھالوں سے بہا ہوا ہوگا- اسی کو طينة الخبال بھی کہا جاتا ہے- مسند احمد میں ہے کہ جب اس کے پاس لایا جائے گا تو اسے سخت تکلیف ہوگی' منہ کے پاس پہنچتے ہی سارے چہرے کی کھال جھلس کر اس میں گر پڑے گی- ایک گھونٹ لیتے ہی پیٹ کی آنتیں پاخانے کے راستے باہر نکل پڑیں گی- اللہ کا فرمان ہے کہ وہ کھولتا ہوا گرم پانی پلائے جائیں گے جو ان کی آنتیں کاٹ دے اور فرمان ہے' فریاد کرنے پر ان کی فریاد رسی پگھلے ہوئے تانبے جیسے گرم پانی سے کی جائے گی جو چہرہ جھلسا دے' الخ- جبراً گھونٹ گھونٹ کر کے اتارے گا' فرشتے لوہے کے گرز مار مار کر پلائیں گے' بدمزگی' بدبو' حرارت' گرمی کی تیزی یا سردی کی تیزی کی وجہ سے گلے سے اترنا محال ہوگا- بدن میں' اعضاء میں' جوڑ جوڑ میں وہ درد اور تکلیف ہوگی کہ موت کا مزہ آئے لیکن موت آنے کی نہیں- رگ رگ پر عذاب ہے لیکن جان نہیں نکلتی- ایک ایک رواں ناقابل برداشت مصیبت میں جکڑا ہوا ہے لیکن روح بدن سے جدا نہیں ہوسکتی- آگے پیچھے دائیں بائیں سے موت آرہی ہے لیکن آتی نہیں- طرح طرح کے عذاب دوزخ کی آگ گھیرے ہوئے ہے مگر موت بلائے سے بھی نہیں آتی- نہ موت آئے نہ عذاب جائے- ہر سزا ایسی ہے کہ موت کے لئے کافی سے زیادہ ہے لیکن وہاں تو موت کو موت آگئی ہے تاکہ سزا دوام والی ہوتی رہے- ان تمام باتوں کے ساتھ پھر سخت تر' مصیبت ناک' الم افزا عذاب اور ہیں- جیسے زقوم کے درخت کے بارے میں فرمایا کہ وہ جہنم کی جڑ سے نکلتا ہے جس کے شگوفے شیطانوں کے سروں جیسے ہیں- وہ اسے کھائیں گے اور پیٹ بھر کے کھائیں گے- پھر کھولتا ہوا تیز گرم پانی پیٹ میں جا کر اس سے ملے گا- پھر ان کا لوٹنا جہنم کی جانب ہے- الغرض' کبھی زقوم کھانے کا- کبھی حمیم پینے کا' کبھی آگ میں جلنے کا' کبھی صدید پینے کا عذاب انہیں ہوتا رہے گا- اللہ کی پناہ-

فرمان رب عالیشان ہے هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ یُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ الخ یہی وہ جہنم ہے جسے کافر جھٹلاتے رہے- آج جہنم کے ابلتے ہوئے تیز گرم پانی کے درمیان وہ چکر کھاتے پھریں گے- اور آیت میں ہے کہ زقوم کا درخت گنہگاروں کی غذا ہے جو پگھلے ہوئے تانبے جیسا ہوگا' پیٹ میں جا کر ابلے گا اور ایسے جوش مارے گا جیسے گرم پانی کھول رہا ہو- اسے پکڑ و اور اسے بیچ جہنم میں ڈال دو- پھر اس کے سر پر گرم پانی کے تریڑے کا عذاب بہاؤ' مزہ چکھ- تو اپنے خیال میں بڑا عزیز تھا اور اکرام والا تھا' یہی ہے جس سے تم ہمیشہ شک وشبہ کرتے رہے- سورہ واقعہ میں فرمایا کہ وہ لوگ جن کے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیئے جائیں گے' یہ بائیں ہاتھ والے کیسے بدلوگ ہیں' گرم ہوا اور گرم پانی میں پڑے ہوئے ہوں گے اور دھوئیں کے سائے میں جو نہ ٹھنڈا نہ باعزت- دوسری آیت میں ہے سرکشوں کے لئے جہنم کا برا ٹھکانا ہے جس میں وہ داخل ہوں گے اور وہ رہائش کی بدترین جگہ ہے- اس مصیبت کے ساتھ تیز گرم پانی اور پیپ' لہو اور اسی کے ہم شکل اور بھی قسم قسم کے عذاب ہوں گے جو دوزخیوں کو بھگتنے پڑیں گے جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا- یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہوگا نہ کہ اللہ کا ظلم-

مَثَلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ﹶ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ یَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا یَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰی شَیْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِیْدُ ۝۱۸ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَ یَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ ۝۱۹ وَّ مَا ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ ۝۲۰

ان لوگوں کی مثال جنہوں نے اپنے پالنے والے سے کفر کیا' ان کے اعمال مثل اس راکھ کے ہیں جس پر تیز ہوا آندھی والے دن چلے' جو بھی انہوں نے کیا' اس میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہوں گے' یہی دور کی گمراہی ہے- کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو بہترین تدبیر کے ساتھ پیدا کیا ہے' اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور نئی مخلوق لائے ○ اللہ پر یہ کام کچھ بھی مشکل نہیں ○

بے سود اعمال: ☆☆ (آیت: ۱۸) کافر جو اللہ کے ساتھ دوسروں کی عبادتوں کے خوگر تھے' پیغمبروں کی نہیں مانتے تھے' جن کے اعمال ایسے تھے جیسے بنیاد بغیر کی عمارت ہو جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ سخت ضرورت کے وقت خالی ہاتھ کھڑے رہ گئے- پس فرمان ہے کہ ان کافروں کی یعنی ان کے اعمال کی مثال قیامت کے دن جب کہ یہ پورے محتاج ہوں گے' سمجھ رہے ہوں گے کہ اب ابھی ہماری بھلائیوں کا بدلہ ہمیں ملے گا لیکن کچھ نہ پائیں گے' مایوس رہ جائیں گے' حسرت سے منہ تکنے لگیں گے جیسے تیز آندھی والے دن ہوا راکھ کو اڑا کر ذرہ ذرہ ادھر ادھر بکھیر دے' اسی طرح ان کے اعمال محض اکارت ہو گئے- جیسے اس بکھری ہوئی اور اڑی ہوئی راکھ کا جمع کرنا محال' ایسے ہی ان کے بے سود اعمال کا بدلہ محال- وہ تو وہاں ہوں گے ہی نہیں- ان کے آنے سے پہلے ہی هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ہو گئے- فرمان رب ہے مَثَلُ مَا یُنْفِقُوْنَ فِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَثَلِ رِیْحٍ الخ' یہ کفار جو کچھ اس حیات دنیا میں خرچ کرتے رہتے ہیں' اس کی مثال اس آگ کے گولے جیسی ہے جو ظالموں کی کھیتی جھلسا دے- اللہ ظالم نہیں لیکن وہ اپنے اوپر خود ظلم کرتے رہتے ہیں- اور آیت میں ہے کہ ایمان والو! اپنے صدقے خیرات احسان رکھ کر اور ایذا دے کر برباد نہ کرو جیسے وہ جو ریا کاری کے لئے خرچ کرتا ہو اور اللہ پر اور قیامت پر ایمان نہ رکھتا ہو' اس کی مثال اس چٹان کی طرح ہے جس پر مٹی تھی لیکن بارش کے پانی نے اسے دھو دیا- اب وہ بالکل صاف ہو گیا- یہ لوگ اپنی کمائی میں سے کسی چیز پر قادر نہیں- اللہ تعالیٰ کافروں

کی رہبری نہیں فرماتا - اس آیت میں ارشاد ہوا کہ یہ دور کی گمراہی ہے - ان کی کوشش ان کے کام بے پایہ اور بے ثبات ہیں سخت حاجت مندی کے وقت ثواب گم پائیں گے - یہی انتہائی بدقسمتی ہے -

حیات ثانیہ: ☆☆ (آیت: ۱۹-۲۰) اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ قیامت کے دن کی دوبارہ پیدائش پر میں قادر ہوں - جب میں نے آسمان وزمین کی پیدائش کردی تو انسان کی پیدائش مجھ پر کیا مشکل ہے - آسمان کی اونچائی کشادگی بڑائی پھر اس میں ٹھہرے ہوئے اور چلتے پھرتے ستارے اور یہ زمین پہاڑوں جنگلوں درختوں اور حیوانوں والی سب اللہ ہی کی بنائی ہوئی ہے جو ان کی پیدائش سے عاجز نہ آیا وہ کیا مردوں کے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں؟ بے شک قادر ہے - سورۂ یاسین میں فرمایا کہ کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا - پھر وہ جھگڑالو بن بیٹھا - ہمارے سامنے مثالیں بیان کرنے لگا - اپنی پیدائش بھول گیا اور کہنے لگا ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ کہہ دے کہ وہی اللہ جس نے انہیں اول بار پیدا کیا وہ ہر چیز کی پیدائش کو بخوبی جانتا ہے - اسی نے سبز درخت سے تمہارے لئے آگ بنائی ہے کہ تم اسے جلاتے ہو - کیا آسمان وزمین کا خالق ان جیسوں کی پیدائش پر قادر نہیں؟ بے شک ہے وہی بڑا خالق اور بہت بڑا عالم ہے اس کے ارادے کے بعد اس کا صرف اتنا حکم بس ہے کہ ہو جا - اسی وقت وہ ہو جاتا ہے - وہ اللہ پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور جس کی طرف تمہارا سب کا لوٹنا ہے - اس کے قبضے میں ہے کہ اگر چاہے تو تم سب کو فنا کردے اور نئی مخلوق تمہارے قائم مقام یہاں آباد کردے - اس پر یہ کام بھی بھاری نہیں تم اس کے امر کا خلاف کرو گے تو یہی ہوگا جیسے فرمایا اگر تم منہ موڑ لو گے تو وہ تمہارے بدلے اور قوم لائے گا جو تمہاری طرح کی نہ ہوگی - اور آیت میں ہے اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم کو لائے گا جو اس کی پسندیدہ ہوگی اور اس سے محبت رکھنے والی ہوگی - اور جگہ ہے اگر وہ چاہے تمہیں برباد کردے اور دوسرے لائے - اللہ اس پر قادر ہے -

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰۤؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ۭ سَوَاۗءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۲۱﴾

ع ۱۵

سب کے سب اللہ کے سامنے روبرو کھڑے ہوں گے - اس وقت کمزور لوگ بڑائی والوں سے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے تابعدار تھے تو کیا تم اللہ کے عذابوں میں سے کچھ عذاب ہم سے دور کرسکنے والے ہو؟ وہ جواب دیں گے کہ اگر اللہ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم بھی ضرور تمہاری رہنمائی کرتے! اب تو ہم پر بے قراری کرنا اور صبر کرنا دونوں ہی برابر ہے ہمارے لئے کوئی چھٹکارا نہیں ○

چٹیل میدان اور مخلوقات: ☆☆ (آیت: ۲۱) صاف چٹیل میدان میں ساری مخلوقات نیک و بد اللہ کے سامنے موجود ہوگی - اس وقت جو لوگ ماتحت تھے ان سے کہیں گے جو سردار اور بڑے تھے اور جو انہیں اللہ کی عبادت اور رسول کی اطاعت سے روکتے تھے کہ ہم تمہارے تابع فرمان تھے جو حکم تم دیتے تھے ہم بجالاتے تھے - جو تم فرماتے تھے ہم مانتے تھے - پس جیسے کہ تم ہم سے وعدے کرتے تھے اور ہمیں تمنائیں دلاتے تھے کیا آج اللہ کے عذابوں کو ہم سے ہٹاؤ گے؟ اس وقت یہ پیشوا اور سردار کہیں گے کہ ہم تو خود راہ راست پر نہ تھے - تمہاری رہبری کیسے کرتے؟ ہم پر اللہ کا کلمہ سبقت کر گیا عذاب کے مستحق ہم سب ہو گئے - اب نہ ہائے وائے اور نہ بے قراری نفع دے اور نہ صبر و برداشت -

عذاب کے بچاؤ کی تمام صورتیں ناپید ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن زید فرماتے ہیں کہ دوزخی لوگ کہیں گے کہ دیکھو یہ مسلمان اللہ کے سامنے روتے دھوتے تھے۔ اس وجہ سے وہ جنت میں پہنچے' آؤ ہم بھی اللہ کے سامنے روئیں گڑگڑائیں۔ خوب روئیں پیٹیں گے' چلائیں گے لیکن بے سود رہے گا تو کہیں گے' جنتیوں کے جنت میں جانے کی ایک وجہ صبر کرنا تھی۔ آؤ ہم بھی خاموشی اور صبر اختیار کریں' اب ایسا صبر کریں گے کہ ایسا صبر کبھی دیکھا نہیں گیا لیکن یہ بھی لاحاصل رہے گا۔ اس وقت کہیں گے ہائے صبر بھی بے سود اور بے قراری بھی بے نفع۔ ظاہر تو یہ ہے کہ پیشواؤں اور تابعداروں کی یہ بات چیت جہنم میں جانے کے بعد ہوگی جیسے آیت وَاِذْ یَتَحَآجُّوْنَ فِی النَّارِ الخ' جب کہ وہ جہنم میں جھگڑیں گے' اس وقت ضعیف لوگ تکبر والوں سے کہیں گے کہ ہم تمہارے ماتحت تھے تو کیا آگ کے کسی حصہ سے تم ہمیں نجات دلا سکو گے؟ وہ متکبر لوگ کہیں گے' ہم تو سب جہنم میں موجود ہیں۔ اللہ کے فیصلے بندوں میں ہو چکے ہیں۔ اور آیت میں ہے قَالَ ادْخُلُوْا فِیْٓ اُمَمٍ الخ' فرمائے گا کہ جاؤ ان لوگوں میں شامل ہو جاؤ جو انسان جنات تم سے پہلے جہنم میں پہنچ چکے ہیں۔ جو گروہ جائے گا' وہ دوسرے کو لعنت کرتا جائے گا۔ جب سب کے سب جمع ہو جائیں گے تو پچھلے پہلوں کی نسبت جناب باری میں عرض کریں گے کہ پروردگار ان لوگوں نے ہمیں تو بہکا دیا۔ انہیں دوہرا عذاب کر۔ جواب ملے گا کہ ہر ایک کو دوہرا ہے لیکن تم نہیں جانتے۔ اور اگلے پچھلوں سے کہیں گے کہ تمہیں ہم پر کوئی فضیلت نہیں تھی۔ اپنے کیے ہوئے کاموں کے بدلے کا عذاب چکھو۔ اور آیت میں ہے کہ وہ کہیں گے رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَکُبَرَآءَ نَا الخ' اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے پیشواؤں اور بڑوں کی اطاعت کی جنہوں نے ہمیں راستے سے بھٹکا دیا' اے ہمارے پالنہار! تو انہیں دہرا عذاب کر اور بڑی لعنت کر' یہ لوگ محشر میں بھی جھگڑیں گے۔ فرمان ہے اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ الخ' کاش کہ تو دیکھتا جب کہ ظالم لوگ اللہ کے سامنے کھڑے ہوئے ایک دوسرے سے لڑ جھگڑ رہے ہوں گے' تابعدار لوگ اپنے بڑوں سے کہتے ہوں گے کہ کیا ہدایت آ جانے کے بعد ہم نے تمہیں اس سے روک دیا؟ نہیں بلکہ تم تو آپ گنہگار بدکار تھے۔ یہ کمزور لوگ پھر ان زور آوروں سے کہیں گے کہ تمہارے رات دن کے داؤ گھات اور ہمیں یہ حکم دینا کہ ہم اللہ سے کفر کریں' اس کے شریک ٹھہرائیں' اب سب لوگ پوشیدہ طور پر اپنی اپنی جگہ نادم ہو جائیں گے جب کہ عذابوں کو سامنے دیکھ لیں گے۔ ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے' انہیں ان کے اعمال کا بدلہ ضرور ملے گا۔

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ۭ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۭ اِنِّىْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ۭ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٢٢﴾ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۭ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿٢٣﴾

جب کہ کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا تو شیطان کہے گا کہ اللہ نے تو تمہیں سچا وعدہ دیا تھا اور میں نے تم سے جو وعدے کئے تھے ان کا خلاف کیا' میرا تم پر کوئی دباؤ تھا ہی نہیں' ہاں میں نے تمہیں پکارا اور تم نے میری مان لی' پس تم مجھے الزام نہ لگاؤ بلکہ خود اپنے تئیں ملامت کرو نہ میں تمہارا فریادرس اور نہ تم میری فریاد کو پہنچنے والے' میں تو سرے سے مانتا ہی نہیں کہ تم مجھے اس سے پہلے شریک اللہ مانتے رہے' یقیناً ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے O جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے' وہ ان جنتوں میں داخل کئے جائیں گے جن کے نیچے چشمے جاری ہیں جہاں انہیں ہمیشگی ہوگی اپنے رب کے حکم سے' جہاں ان کا تحفہ سلام ہی سلام ہوگا O

طوطا چشم دشمن شیطان: ☆☆ (آیت:۲۲-۲۳) اللہ تعالیٰ جب بندوں کی قضا سے فارغ ہوگا' مومن جنت میں اور کافر دوزخ میں پہنچ جائیں گے' اس وقت ابلیس ملعون جہنم میں کھڑا ہو کر ان سے کہے گا کہ اللہ کے وعدے سچے اور برحق تھے' رسولوں کی تابعداری میں ہی نجات اور سلامتی تھی' میرے وعدے تو دھوکے تھے۔ میں تو تمہیں غلط راہ پر ڈالنے کے لئے سبز باغ دکھایا کرتا تھا' میری باتیں بے دلیل تھیں' میرا کلام بے حجت تھا۔ میرا کوئی زور غلبہ تم پر نہ تھا۔ تم تو خواہ مخواہ میری ایک آواز پر دوڑ پڑے۔ میں نے کہا' تم نے مان لیا' رسولوں کے سچے وعدے' ان کی بادلیل آواز' ان کی کامل حجت والی دلیلیں تم نے ترک کر دیں۔ ان کی مخالفت اور میری موافقت کی۔ جس کا نتیجہ آج اپنی آنکھوں سے تم نے دیکھ لیا۔ یہ تمہارے اپنے کرتوتوں کا بدلہ ہے۔ مجھے ملامت نہ کرنا بلکہ اپنے نفس کو ہی الزام دینا' گناہ تمہارا اپنا ہے۔ تم نے دلیلیں چھوڑیں' تم نے میری بات مانی' آج میں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا نہ تمہیں بچا سکوں نہ نفع پہنچا سکوں۔ میں تو تمہارے شرک کے باعث تمہارا منکر ہوں۔ میں صاف کہتا ہوں کہ میں شریک الٰہ نہیں۔ جیسے فرمان الٰہی ہے وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ الخ' اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو اللہ کے سوا اوروں کو پکارے جو قیامت تک اس کی پکار کو قبول نہ کر سکیں بلکہ اس کے پکارنے سے محض غافل ہوں اور محشر کے دن ان کے دشمن اور ان کی عبادت کے منکر بن جائیں۔ اور آیت میں ہے كَلَّا سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ الخ' یقیناً وہ لوگ ان کی عبادتوں سے منکر ہو جائیں گے اور ان کے دشمن بن جائیں گے' یہ ظالم لوگ ہیں اس لئے کہ حق سے منہ پھیر لیا' باطل کے پیروکار بن گئے' ایسے ظالموں کے لئے المناک عذاب ہیں۔ پس ظاہر ہے کہ ابلیس کا یہ کلام دوزخیوں سے دوزخ میں داخل ہونے کے بعد ہوگا۔ تا کہ حسرت و افسوس میں اور بڑھ جائیں۔ لیکن ابن ابی حاتم کی ایک حدیث میں ہے' حضور ﷺ فرماتے ہیں' جب اگلوں پچھلوں کو اللہ تعالیٰ جمع کرے گا' اور ان میں فیصلے کر دے گا' فیصلوں کے وقت عام گھبراہٹ ہوگی۔ مومن کہیں گے' ہم میں فیصلے ہو رہے ہیں' اب ہماری سفارش کے لئے کون کھڑا ہوگا؟ پس حضرت آدم' حضرت نوح' حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ' حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے پاس جائیں گے۔ حضرت عیسیٰ فرمائیں گے نبی امی ﷺ کے پاس پہنچو چنانچہ وہ میرے پاس آئیں گے۔ مجھے کھڑا ہونے کی اللہ تبارک وتعالیٰ اجازت دے گا' اسی وقت میری مجلس سے پاکیزہ تیز اور عمدہ خوشبو پھیلے گی کہ اس سے بہتر اور عمدہ خوشبو کبھی کسی نے نہ سونگھی ہوگی۔ میں چل کر رب العالمین کے پاس آؤں گا میرے سر کے بالوں سے لے کر میرے پیر کے انگوٹھے تک نورانی ہو جائے گا۔ اب میں سفارش کروں گا اور جناب حق تبارک وتعالیٰ قبول فرمائے گا۔ یہ دیکھ کر کافر لوگ کہیں گے کہ چلو بھئی ہم بھی کسی کو سفارشی بنا کر لے چلیں اور اس کے لئے ہمارے پاس سوائے ابلیس کے اور کون ہے؟ اسی نے ہم کو بہکایا تھا۔ چلو اسی سے عرض معروض کریں۔ آئیں گے' ابلیس سے کہیں گے کہ مومنوں نے تو شفیع پا لیا۔ اب تو ہماری طرف سے شفیع بن جا۔ اس لئے کہ ہمیں گمراہ بھی تو نے ہی کیا ہے۔ یہ سن کر یہ ملعون کھڑا ہوگا۔ اس کی مجلس سے ایسی گندی بدبو پھیلے گی کہ اس سے پہلے کسی ناک میں ایسی بدبو نہ پہنچی ہو۔ پھر وہ کہے گا جس کا بیان اس آیت میں ہے۔

محمد بن کعب قرظی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب جہنمی اپنا صبر اور بے صبری یکساں بتلائیں گے' اس وقت ابلیس ان سے یہ کہے گا' اس وقت وہ اپنی جانوں سے بھی بے زار ہو جائیں گے' ندا آئے گی کہ تمہاری اس وقت کی اس بے زاری سے بھی زیادہ بے زاری

اللہ کی تم سے اس وقت تھی جب کہ تمہیں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا اور تم کفر کرتے تھے- عامر شعبی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' تمام لوگوں کے سامنے اس دن دو شخص خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوں گے- حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ تم اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو معبود بنالینا- اور آیتیں ھٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ الخ' تک اسی بیان میں ہیں اور ابلیس کھڑا ہو کر کہے گا- مَا کَانَ لِیَ عَلَیْکُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ الخ- برے لوگوں کے انجام کا اور ان کے درد و غم اور ابلیس کے جواب کا ذکر فرما کر اب نیک لوگوں کا انجام بیان ہو رہا ہے کہ ایمان دار نیک اعمال لوگ جنتوں میں جائیں گے- جہاں چاہیں جائیں آئیں' چلیں پھریں' کھائیں پیئیں' ہمیشہ ہمیش کے لئے وہیں رہیں-

یہاں نہ آزردہ ہوں نہ دل بھرے' نہ طبیعت بھرے' نہ مارے جائیں نہ نکالے جائیں نہ نعمتیں کم ہوں- وہاں ان کا تحفہ سلام ہی سلام ہوگا جیسے فرمان ہے حَتّٰی اِذَا جَآءُ ھَا فُتِحَتْ اَبْوَابُھَا الخ' یعنی جب جنتی جنت میں جائیں گے اور اس کے دروازے ان کے لئے کھولے جائیں گے اور وہاں کے داروغہ انہیں سلام علیک کہیں گے' الخ اور آیت میں ہے ہر دروازے سے ان کے پاس فرشتے آئیں گے اور سلام علیکم کہیں گے- اور آیت میں ہے کہ وہاں تحیۃ اور سلام ہی سنائے جائیں گے- اور اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں دَعْوٰھُمْ فِیْھَا سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَتَحِیَّتُھُمْ فِیْھَا سَلٰمٌ ان کی پکار وہاں اللہ کی پاکیزگی کا بیان ہوگا اور ان کا تحفہ وہاں سلام ہوگا- اور ان کی آخر آواز اللہ رب العالمین کی حمد ہوگی-

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا کَلِمَةً طَیِّبَةً کَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِیْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَیَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِیْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِیْثَةِ ِۨاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾

کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ بات کی مثال کس طرح بیان فرمائی' مثل ایک پاکیزہ درخت کے جس کی جڑ مضبوط ہے اور جس کی ٹہنیاں آسمان میں ہیں ○ جو اپنے رب کے حکم سے ہر وقت اپنے پھل لاتا رہتا ہے- اللہ تعالیٰ لوگوں کے سامنے مثالیں بیان فرما رہا ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں ○ اور ناپاک بات کی مثال گندے درخت جیسی ہے جو زمین کے کچھ ہی اوپر سے اکھاڑ لیا گیا' اسے کچھ مضبوطی تو ہے ہی نہیں ○

لا الہ الا اللہ کی شہادت: ☆☆ (آیت: ۲۴-۲۶) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں- کلمہ طیبہ سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت ہے- پاکیزہ درخت کی طرح کا مومن ہے- اس کی جڑ مضبوط ہے- یعنی مومن کے دل میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ جما ہوا ہے اس کی شاخ آسمان میں ہے- یعنی اس کی توحید کے کلمہ کی وجہ سے اس کے اعمال آسمان کی طرف اٹھائے جاتے ہیں- اور بھی بہت مفسرین سے یہی مروی ہے کہ مراد اس سے مومن کے اعمال ہیں اور اس کے پاک اقوال اور نیک کام- مومن مثل کھجور کے درخت کے ہے- ہر وقت ہر صبح ہر شام اس کے اعمال آسمان پر چڑھتے رہتے ہیں- رسول اللہ ﷺ کے پاس کھجور کا ایک خوشہ لایا گیا- تو آپ نے اسی آیت کا پہلا حصہ تلاوت فرمایا اور فرمایا کہ پاک درخت سے مراد کھجور کا درخت ہے-

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ ہم آنحضور ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ جو آپ نے فرمایا' مجھے بتلاؤ وہ کون سا درخت ہے جو مسلمان کے مشابہ ہے۔ جس کے پتے نہیں جھڑتے نہ جاڑوں میں نہ گرمیوں میں۔ جو اپنا پھل ہر موسم میں لاتا رہتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میرے دل میں آیا کہ کہہ دوں وہ درخت کھجور کا ہے۔ لیکن میں نے دیکھا کہ مجلس میں حضرت ابوبکرؓ ہیں' حضرت عمرؓ ہیں اور وہ خاموش ہیں تو میں بھی چپکا ہو رہا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا' وہ درخت کھجور کا ہے۔ جب یہاں سے اٹھ کر چلے تو میں نے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا' پیارے بچے اگر تم یہ جواب دے دیتے تو مجھے تو تمام چیزوں کے مل جانے سے بھی زیادہ محبوب تھا۔ حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں مدینہ شریف تک حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہا لیکن سوائے ایک حدیث کے اور کوئی روایت انہیں رسول اللہ ﷺ سے کرتے ہوئے نہیں سنا۔ اس میں ہے کہ یہ سوال آپ نے اس وقت کیا جب آپ کے سامنے کھجور کے درخت کے بیچ کا گودا لایا گیا تھا۔ میں اس لیے خاموش رہا کہ میں اس مجلس میں سب سے کم عمر تھا۔ اور روایت میں ہے کہ جواب دینے والوں کا خیال اس وقت جنگلی درختوں کی طرف چلا گیا۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ حضور ﷺ مالدار لوگ درجات میں بہت بڑھ گئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یاد رکھو اگر تمام دنیا کی چیزیں لے کر انبار لگا دو تو بھی وہ آسمان تک نہیں پہنچ سکتے ہیں۔ تجھے ایسا عمل بتلاؤں جس کی جڑ مضبوط اور جس کی شاخیں آسمان میں ہیں' اس نے پوچھا وہ کیا؟ فرمایا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ہر فرض نماز کے بعد دس بار کہہ لیا کرو جس کی اصل مضبوط اور جس کی فرع آسمان میں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' وہ پاکیزہ درخت جنت میں ہے۔ ہر وقت اپنا پھل لائے یعنی صبح شام یا ہر ماہ میں یا ہر دو ماہ میں یا ششماہی میں یا ہر ساتویں مہینے یا ہر سال۔ لیکن الفاظ کا ظاہری مطلب تو یہ ہے کہ مومن کی مثال اس درخت جیسی ہے جس کے پھل ہر وقت' جاڑے گرمی میں' دن رات میں اترتے رہتے ہیں۔ اسی طرح مومن کے نیک اعمال دن رات کے ہر وقت چڑھتے رہتے ہیں۔ اس کے رب کے حکم سے یعنی کامل' اچھے' بہت اور عمدہ۔

اللہ تعالیٰ لوگوں کی عبرت' ان کی سوچ سمجھ اور ان کی نصیحت کے لئے مثال واضح فرماتا ہے۔ پھر برے کلمہ کی یعنی کافر کی مثال بیان فرمائی۔ جس کی کوئی اصل نہیں' جو مضبوط نہیں' اس کی مثال اندرائن کے درخت سے دی۔ جسے حنظل اور شریان کہتے ہیں۔ ایک موقوف روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی آیا ہے اور یہ روایت مرفوعاً بھی آئی ہے۔ اس درخت کی جڑ زمین کی تہہ میں نہیں ہوتی۔ جھٹکا مارا اور اکھڑ آیا۔ اسی طرح سے کفر بے جڑ اور بے شاخ ہے' کافر کا نہ کوئی نیک عمل چڑھے نہ مقبول ہو۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ ۝۲۷ ع ۱۶

ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ پکی بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔ ہاں ناانصاف لوگوں کو اللہ بہکا دیتا ہے۔ اللہ جو چاہے کر گزرے ۝

ایمان والوں کے لئے اللہ کی مدد: ☆☆ (آیت: ۲۷) صحیح بخاری شریف میں ہے' رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ مسلمان سے جب اس کی قبر میں سوال ہوتا ہے تو وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد رسول اللہ ہیں۔ یہی مراد اس آیت کی ہے۔ مسند میں ہے کہ ایک انصاری کے جنازے میں ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے۔ قبرستان پہنچے۔ ابھی تک قبر تیار نہ تھی۔ آپ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے آس

پاس ایسے بیٹھ گئے گویا ہمارے سروں پر پرند ہیں- آپؐ کے ہاتھ میں جو تنکا تھا' اس سے آپؐ زمین پر لکیریں نکال رہے تھے جو سر اٹھا کر دو تین مرتبہ فرمایا کہ عذاب قبر سے اللہ کی پناہ چاہو' بندہ جب دنیا کی آخری اور آخرت کی پہلی گھڑی میں ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے نورانی چہرے والے فرشتے آتے ہیں گویا کہ ان کے چہرے سورج جیسے ہیں' ان کے ساتھ جنتی کفن اور جنتی خوشبو ہوتی ہے- اس کے پاس جہاں تک اس کی نگاہ کام کرے' وہاں تک بیٹھ جاتے ہیں' پھر ملک الموت آ کر اس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور فرماتے ہیں' اے پاک روح اللہ تعالیٰ کی مغفرت اس کی رضامندی کی طرف چل' وہ اس آسانی سے نکل آتی ہے جیسے کسی مشک سے پانی کا قطرہ ٹپ آیا ہو- ایک آنکھ جھپکنے کے برابر کی دیر ہی میں وہ فرشتے اسے ان کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے فوراً لے لیتے ہیں اور جنتی کفن اور جنتی خوشبو میں رکھ لیتے ہیں- خود اس روح میں سے بھی مشک سے بھی عمدہ خوشبو نکلتی ہے کہ روئے زمین پر ایسی عمدہ خوشبو نہ سونگھی گئی ہو- وہ اسے لے کر آسمانوں کی طرف چڑھتے ہیں- فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں' وہ پوچھتے ہیں کہ یہ پاک روح کس کی ہے؟ یہ اس کا جو بہترین نام دنیا میں مشہور تھا' وہ بتلاتے ہیں اور اس کے باپ کا نام بھی- آسمان دنیا تک پہنچ کر دروازے کھلواتے ہیں- آسمان کا دروازہ کھل جاتا ہے اور وہاں کے فرشتے اسے دوسرے آسمان تک اور دوسرے آسمان سے تیسرے آسمان تک-

اسی طرح ساتویں آسمان پر وہ پہنچتا ہے- اللہ عزوجل فرماتا ہے میرے بندے کو کتاب علیین میں لکھ لو اور اسے زمین کی طرف لوٹا دو- میں نے اسی سے اسے پیدا کیا ہے اور اسی سے دوبارہ نکالوں گا- پس اس کی روح اسی کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے- پھر پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ اسلام- پھر سوال کرتا ہے کہ وہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ یہ کہتا ہے' وہ رسول اللہؐ تھے- فرشتے پوچھتے ہیں' تجھے کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہتا ہے میں نے کتاب اللہ پڑھی- اس پر ایمان لایا' اسے سچا مانا- اسی وقت آسمان سے ایک منادی ندا دیتا ہے کہ میرا بندہ سچا ہے- اس کے لئے جنتی فرش بچھا دو اور جنتی لباس پہنا دو اور جنت کی طرف کا دروازہ کھول دو- پس جنت کی روح پرور خوشبو دار ہواؤں کی لپٹیں اسے آنے لگتی ہیں- اس کی قبر بقدر درازگی نظر کے وسیع کر دی جاتی ہے- اس کے پاس ایک شخص خوبصورت نورانی چہرے والا عمدہ کپڑوں والا' اچھی خوشبو والا آتا ہے اور اس سے کہتا ہے' آپ خوش ہو جائیے- اسی دن کا وعدہ آپ دیئے جاتے تھے- یہ اس سے پوچھتا ہے کہ آپ کون ہیں؟ آپ کے چہرے سے بھلائی ہی بھلائی نظر آتی ہے- وہ جواب دیتا ہے کہ میں تیرا نیک عمل ہوں- اس وقت مسلمان آرزو کرتا ہے کہ یا اللہ قیامت جلد قائم ہو جائے تو میں اپنے اھل وعیال اور ملک و مال کی طرف لوٹ جاؤں-

اور کافر بندہ جب دنیا کی آخری ساعت اور آخرت کی اول ساعت میں ہوتا ہے' اس کے پاس سیاہ چہرے کے آسمانی فرشتے آتے ہیں اور ان کے ساتھ جہنمی ٹاٹ ہوتا ہے جہاں تک نگاہ پہنچے وہاں تک وہ بیٹھ جاتے ہیں- پھر حضرت ملک الموت علیہ السلام آ کر اس کے سرہانے بیٹھ کر فرماتے ہیں- اے خبیث روح اللہ تعالیٰ کے غضب وقہر کی طرف چل- اس کی روح جسم میں چھپتی پھرتی ہے جسے بہت سختی کے ساتھ نکالا جاتا ہے- اسی وقت ایک آنکھ جھپکنے جتنی دیر میں اسے فرشتے ان کے ہاتھوں سے لے لیتے ہیں اور اس جہنمی بورے میں لپیٹ لیتے ہیں- اس میں سے ایسی بدبو نکلتی ہے کہ روئے زمین پر اس سے زیادہ بدبو نہیں پائی گئی- اب یہ اسے لے کر اوپر کو چڑھتے ہیں- فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں' وہ پوچھتے ہیں' یہ خبیث روح کس کی ہے؟ وہ اس کا بدترین نام جو دنیا میں تھا' بتلاتے ہیں اور اس کے باپ کا نام بھی- آسمان دنیا تک پہنچ کر دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں لیکن کھولا نہیں جاتا- پھر رسول اللہ ﷺ نے آیت لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ الخ' کی تلاوت فرمائی کہ نہ ان کے لئے آسمان کے دروازے کھلیں نہ وہ جنت میں جا سکیں یہاں تک کہ سوئی کے ناکے میں

سے اونٹ گزر جائے۔ اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ اس کو کتاب سجین میں لکھ لو جو سب سے نیچے کی زمین میں ہے۔ پس اس کی روح وہیں پھینک دی جاتی ہے۔ پھر آپ نے آیت وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ الخ' کی تلاوت فرمائی یعنی اللہ کے ساتھ جو شرک کرے گویا کہ وہ آسمان سے گر پڑا۔ یا تو اسے پرندا چک لے جائیں گے یا آندھی اسے کسی دور کے گڑھے میں پھینک مارے گی۔ پھر اس کی روح اسی جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔ اس کے پاس دو فرشتے پہنچتے ہیں جو اسے اٹھا بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ ہائے ہائے مجھے نہیں معلوم۔ پھر پوچھتے ہیں' تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے ہائے ہائے' مجھے اس کا بھی علم نہیں۔ پھر پوچھتے ہیں' وہ کون تھا جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہتا ہے۔ ہائے ہائے مجھے معلوم نہیں۔ اسی وقت آسمان سے ایک منادی کی ندا آتی ہے کہ میرا بندہ جھوٹا ہے اس کے لئے جہنم کی آگ کا فرش کر دو اور دوزخ کی جانب کا دروازہ کھول دو' وہیں سے اسے دوزخی ہوا اور دوزخ کا جھونکا پہنچتا رہتا ہے اور اس کی قبر اس پر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔ بڑی بری اور ڈراؤنی صورت والا' بڑے میلے کچیلے خراب کپڑوں والا' بڑی بدبو والا ایک شخص اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے اب غمناک ہو جاؤ۔ اسی دن کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ یہ پوچھتا ہے تو کون ہے؟ تیرے چہرے سے برائی برستی ہے۔ وہ کہتا ہے میں تیرے بداعمال کا مجسمہ ہوں۔ تو یہ دعا کرتا ہے کہ یا اللہ قیامت قائم نہ ہو۔ (ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ وغیرہ)

مسند میں ہے کہ نیک بندے کی روح نکلنے کے وقت آسمان و زمین کے درمیان کے فرشتے اور آسمان کے فرشتے سب اس پر رحمت بھیجتے ہیں اور آسمانوں کے دروازے اس کے لئے کھل جاتے ہیں' ہر دروازے کے فرشتوں کی دعا ہوتی ہے کہ اس کی پاک اور نیک روح ان کے دروازے سے چڑھائی جائے الخ' اور برے شخص کے بارے میں اس میں ہے کہ اس کی قبر میں ایک اندھا بہرا گونگا فرشتہ مقرر ہوتا ہے جس کے ہاتھ میں ایک گرز ہوتا ہے کہ اگر وہ کسی بڑے پہاڑ پر مار دیا جائے تو وہ مٹی بن جائے۔ اس سے وہ اسے مارتا ہے۔ یہ مٹی ہو جاتا ہے' اسے اللہ عزوجل پھر لوٹاتا ہے۔ جیسا تھا ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ وہ اسے پھر وہی گرز مارتا ہے۔ یہ ایسا چیختا ہے کہ اس کی چیخ کو سوائے انسانوں اور جن کے ہر کوئی سنتا ہے۔

قبر کا عذاب: ☆☆ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اسی آیت سے قبر کے عذاب کا ثبوت ملتا ہے۔ حضرت عبداللہ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں' مراد اس سے قبر کے سوالوں کے جواب میں مومن کو استقامت کا ملنا ہے۔ مسند عبد بن حمید میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں' جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے' لوگ منہ پھیرتے ہیں' ابھی ان کی واپسی کی چال کی جوتیوں کی آہٹ اس کے کانوں ہی میں ہے جو دو فرشتے اس کے پاس پہنچ کر اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ اس شخص کے بارے میں تو کیا کہتا ہے۔ مومن جواب دیتا ہے کہ میری گواہی ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں تو اسے کہا جاتا ہے کہ دیکھ جہنم میں تیرا یہ ٹھکانا تھا۔ لیکن اب اسے بدل کر اللہ نے جنت کی یہ جگہ تجھے عنایت فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں کہ اسے دونوں جگہ نظر آتی ہیں۔ حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ اس کی قبر ستر گز چوڑی کر دی جاتی ہے اور قیامت تک سرسبزی سے بھری رہتی ہے۔ مسند احمد میں ہے' حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اس امت کی آزمائش ان کی قبروں میں ہوتی ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ مومن اس وقت آرزو کرتا ہے کہ مجھے چھوڑ دو۔ میں اپنے لوگوں کو یہ خوشخبری سنا دوں۔ وہ کہتے ہیں۔ ٹھہر جاؤ۔ اس میں یہ بھی ہے کہ منافق کو بھی اس کی دونوں جگہیں دکھا دی جاتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہر شخص جس پر مرا ہے' اسی پر اٹھایا جاتا ہے۔ مومن اپنے ایمان پر' منافق اپنے نفاق پر۔

مسند احمد کی روایت میں ہے کہ فرشتہ جو آتا ہے' اس کے ہاتھ میں لوہے کا ہتھوڑا ہوتا ہے' مومن اللہ کی معبودیت اور توحید کی

اور محمد ﷺ کی عبدیت اور رسالت کی گواہی دیتا ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ اپنا جنت کا مکان دیکھ کر اس میں جانا چاہتا ہے۔ لیکن اسے کہا جاتا ہے ابھی یہیں آرام کرو۔ اس کے آخر میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہ نے کہا' یا رسول اللہ جب ایک فرشتے کو ہاتھ میں گرز لئے دیکھیں گے تو حواس کیسے قائم رہیں گے؟ تو آپ نے یہی آیت پڑھی۔ یعنی اللہ کی طرف سے انہیں ثابت قدمی ملتی ہے۔ اور حدیث میں ہے' روح نکلنے کے وقت مومن سے کہا جاتا ہے کہ اے اطمینان والی روح جو پاک جسم میں تھی' نکل تعریفوں والی ہو کر اور خوش ہو جا۔ راحت و آرام اور پھل پھول اور رحیم و کریم اللہ کی رحمت کے ساتھ۔ اس میں ہے کہ آسمان کے فرشتے اس روح کو مرحبا کہتے ہیں اور یہی خوشخبری سناتے ہیں۔ اس میں ہے کہ برے انسان کی روح کو کہا جاتا ہے کہ اے خبیث روح جو خبیث جسم میں تھی' نکل بری بن کر اور تیار ہو جا آگ جیسا پانی پینے کے لئے اور لہو پیپ کھانے کے لئے اور اسی جیسے اور بے شمار عذابوں کے لئے۔ اس میں ہے کہ آسمان کے فرشتے اس کے لئے دروازہ نہیں کھولتے اور کہتے ہیں بری ہو کر مذمت کے ساتھ لوٹ جا۔ تیرے لئے دروازے نہیں کھلیں گے۔

اور روایت میں ہے کہ آسمانی فرشتے نیک روح کے لئے کہتے ہیں' اللہ تجھ پر رحمت کرے اور اس جسم پر بھی جس میں تو تھی۔ یہاں تک کہ اسے اللہ عزوجل کے پاس پہنچاتے ہیں۔ وہاں سے ارشاد ہوتا ہے کہ اسے آخری مدت تک کے لئے لے جاؤ۔ اس میں ہے کہ کافر کی روح کی بدبو کا بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے اپنی چادر مبارک اپنی ناک پر رکھ لی۔ اور روایت میں ہے کہ رحمت کے فرشتے مومن کی روح کے لئے جنتی سفید ریشم لے کر اترتے ہیں۔ ایک ایک کے ہاتھ سے اس روح کو لینا چاہتا ہے۔ جب یہ پہلے کے مومنوں کی ارواح سے ملتی ہے تو جیسے کوئی نیا آدمی سفر سے آئے اور اس کے گھر والے خوش ہوتے ہیں' اس سے زیادہ یہ روحیں اس روح سے مل کر راضی ہوتی ہیں۔ پھر پوچھتی ہیں کہ فلاں کا کیا حال ہے؟ لیکن ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ ابھی سوال جواب نہ کرو۔ ذرا آرام تو کر لینے دو۔ یہ تو غم سے ابھی ہی چھوٹی ہے۔ لیکن وہ جواب دیتی ہے کہ وہ تو مر گیا۔ کیا تمہارے پاس نہیں پہنچا؟ وہ کہتے ہیں چھوڑو۔ اس کے ذکر کو۔ وہ اپنی اماں ہاویہ میں گیا۔ اور روایت میں ہے کہ کافر کی روح کو جب زمین کے دروازے کے پاس لاتے ہیں تو وہاں کے داروغہ فرشتے اس کی بدبو سے گھبراتے ہیں۔ آخر اسے سب سے نیچے کی زمین میں پہنچاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مومنوں کی روحیں جابین میں اور کافروں کی روحیں برھوت نامی حضرت موت کے قید میں جمع رہتی ہیں۔ اس کی قبر بہت تنگ ہو جاتی ہے۔ ترمذی میں ہے کہ میت کے قبر میں رکھے جانے کے بعد اس کے پاس دو سیاہ فام کیری آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں۔ ایک منکر دوسرا نکیر۔ اس کے جواب کو سن کر وہ کہتے ہیں کہ ہمیں علم تھا کہ تم ایسے ہی جواب دو گے۔ پھر اس کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے اور نورانی بنا دی جاتی ہے۔ اور کہا جاتا ہے سو جا۔ یہ کہتا ہے کہ میں تو اپنے گھر والوں سے کہوں گا۔ لیکن وہ دونوں کہتے ہیں کہ دلہن کی سی بے فکری کی نیند سو جا۔ جسے اس کے اہل میں سے وہی جگاتا ہے جو اسے سب سے زیادہ پیارا ہو۔ یہاں تک کہ اللہ خود اسے اس خواب گاہ سے جگائے۔ منافق جواب میں کہتا ہے کہ لوگ جو کچھ کہتے تھے' میں بھی کہتا رہا لیکن جانتا نہیں۔ وہ کہتے ہیں' ہم تو جانتے ہی تھے کہ تیرا یہ جواب ہو گا۔ اسی وقت زمین کو حکم دیا جاتا ہے کہ سمٹ جا۔ وہ سمٹتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ادھر ادھر گھس جاتی ہیں۔ پھر اسے عذاب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ قیامت قائم کرے اور اسے اس کی قبر سے اٹھائے۔

اور حدیث میں ہے کہ مومن کے جواب پر کہا جاتا ہے کہ اسی پر تو جیا۔ اسی پر تیری موت ہوئی اور اسی پر تو اٹھایا جائے گا۔ ابن جریر میں فرمان رسول کریم ﷺ ہے۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میت تمہاری جوتیوں کی آہٹ سنتی ہے جب کہ تم اسے دفنا کر واپس لوٹتے ہو۔ اگر وہ ایمان پر مرا ہے تو نماز اس کے سرہانے ہوتی ہے' زکوٰۃ دائیں جانب ہوتی ہے' روزہ بائیں طرف ہوتا ہے۔ نیکیاں مثلاً

صدقہ خیرات، صلہ رحمی، بھلائی، لوگوں سے احسان وغیرہ اس کے پیروں کی طرف ہوتے ہیں۔ جب اس کے سر کی طرف سے کوئی آتا ہے تو نماز کہتی ہے یہاں سے جانے کی جگہ نہیں۔ دائیں طرف سے زکوٰۃ روکتی ہے۔ بائیں طرف سے روزہ، پیروں کی طرف سے اور نیکیاں، پس اس سے کہا جاتا ہے بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ جاتا ہے اور اسے ایسا معلوم دیتا ہے کہ گویا سورج ڈوبنے کے قریب ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ دیکھو جو ہم پوچھیں، اس کا جواب دو۔ وہ کہتا ہے تم چھوڑو، پہلے میں نماز ادا کرلوں۔ وہ کہتے ہیں وہ تو تو کرے گا ہی۔ ابھی تو ہمیں ہمارے سوالوں کا جواب دے۔ وہ کہتا ہے، اچھا تم کیا پوچھتے ہو؟ وہ کہتے ہیں، اس شخص کے بارے میں تو کیا کہتا ہے اور کیا شہادت دیتا ہے۔ وہ پوچھتا ہے، کیا حضرت محمد ﷺ کے بارے میں؟ جواب ملتا ہے کہ ہاں آپ ہی کے بارے میں، یہ کہتا ہے کہ میری گواہی ہے کہ آپ رسول اللہ ہیں، آپ اللہ کے پاس سے ہمارے پاس دلیلیں لے کر آئے، ہم نے آپ کو سچا مانا۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تو اسی پر زندہ رکھا گیا اور اسی پر مرا اور ان شاء اللہ اسی پر دوبارہ اٹھایا جائے گا۔ پھر اس کی قبر ستر ہاتھ پھیلا دی جاتی ہے اور نورانی کردی جاتی ہے اور جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے، دیکھ یہ ہے تیرا اصلی ٹھکانا۔ اب تو اسے خوشی اور راحت ہی راحت ہوتی ہے۔ پھر اس کی روح پاک روحوں میں سبز پرندوں کے قالب میں جنتی درختوں میں رہتی ہے اور اس کا جسم جس سے اس کی ابتدا کی گئی تھی اس کا جسم جس سے اس کی ابتدا کی گئی تھی اسی کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے یعنی مٹی کی طرف۔ یہی اس آیت کا مطلب ہے۔

اور روایت میں ہے کہ موت کے وقت کی راحت ونور کو دیکھ کر مومن اپنے روح کے نکل جانے کی تمنا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بھی اس کی ملاقات محبوب ہوتی ہے۔ جب اس کی روح آسمان پر چڑھ جاتی ہے تو اس کے پاس مومنوں کی اور روحیں آتی ہیں اور اپنی جان پہچان کے لوگوں کی بابت اس سے سوالات کرتی ہیں۔ اگر یہ کہتا ہے کہ فلاں تو مر چکا ہے تو یہ ناراض ہو کر کہتے ہیں یہاں نہیں لایا گیا۔ مومن کو اس کی قبر میں بیٹھا دیا جاتا ہے۔ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے، تیرا نبی کون ہے؟ یہ کہتا ہے میرے نبی محمد ﷺ ہیں۔ فرشتہ کہتا ہے کہ تیرا دین کیا ہے؟ یہ جواب دیتا ہے، میرا دین اسلام ہے۔ اسی میں ہے کہ اللہ کے دشمن کو جب موت آنے لگتی ہے اور یہ اللہ کی ناراضگی کے اسباب دیکھ لیتا ہے تو نہیں چاہتا کہ اس کی روح نکلے۔ اللہ بھی اس کی ملاقات سے ناخوش ہوتا ہے۔ اس میں ہے کہ اسے سوال وجواب اور مار پیٹ کے بعد کہا جاتا ہے ایسا سو جیسے سانپ کٹا ہوا۔ اور روایت میں ہے کہ جب یہ حضور ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تجھے کیسے معلوم ہو گیا، کیا تو نے آپؐ کے زمانہ کو پایا ہے؟ اس میں ہے کہ کافر کی قبر میں ایسا بہرا فرشتہ عذاب کرنے والا ہوتا ہے کہ جو نہ کبھی سنے نہ رحم کرے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ موت کے وقت مومن کے پاس فرشتے آکر سلام کرتے ہیں، جنت کی بشارت دیتے ہیں، اس کے جنازے کے ساتھ چلتے ہیں، لوگوں کے ساتھ اس کے جنازے کی نماز میں شرکت کرتے ہیں۔ اس میں ہے، کافروں کے پاس فرشتے آتے ہیں۔ ان کے چہروں پر ان کی کمر پر مار مارتے ہیں۔ اسے اس کی قبر میں جواب بھلا دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ظالموں کو اللہ گمراہ کردیتا ہے۔

حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایسا ہی قول مروی ہے۔ اس میں ہے کہ مومن کہتا ہے کہ میرے نبی حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کئی دفعہ اس سے سوال ہوتا ہے اور یہ یہی جواب دیتا ہے۔ اسے جہنم کا ٹھکانا دکھا کر کہا جاتا ہے کہ اگر ٹیڑھا چلتا تو تیری یہ جگہ تھی۔ اور جنت کا ٹھکانا دکھا کر کہا جاتا ہے کہ توبہ کی وجہ سے یہ ٹھکانا ہے۔ حضرت طاؤس رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں، دین میں ثابت قدمی کلمہ توحید پر استقامت ہے۔ اور آخرت میں ثابت قدمی منکر نکیر کے جواب کی ہے۔ قتادہؒ فرماتے ہیں، خیر اور عمل صالح کے ساتھ دنیا میں رکھے جاتے ہیں اور قبر میں بھی۔ ابوعبداللہ حکیم ترمذی اپنی کتاب نوادر الاصول میں لائے ہیں کہ صحابہؓ کی جماعت کے پاس آکر حضور ﷺ نے مدینہ کی مسجد میں فرمایا کہ گذشتہ رات میں نے عجیب باتیں دیکھیں۔ دیکھا کہ میرے ایک امتی کو عذاب قبر نے گھیر رکھا ہے۔ آخر اس کے

وضو نے آ کر اسے چھڑا لیا' میرے ایک امتی کو دیکھا کہ شیطان اسے وحشی بنائے ہوئے ہے لیکن ذکر اللہ نے آ کر اسے خلاصی دلوائی - ایک امتی کو دیکھا کہ عذاب کے فرشتوں نے اسے گھیر رکھا ہے اس کی نماز نے آ کر اسے بچا لیا ہے - ایک امتی کو دیکھا کہ پیاس کے مارے ہلاک ہو رہا ہے' جب حوض پر جاتا ہے' دھکے لگتے ہیں - اس کا روزہ آیا اور اس نے اسے پانی پلا دیا - اور آسودہ کر دیا - آپ نے ایک اور امتی کو دیکھا کہ انبیا حلقے باندھ باندھ کر بیٹھے ہیں یہ جس حلقے میں بیٹھنا چاہتا ہے' وہاں والے اس کو اٹھا دیتے ہیں - اسی وقت اس کی جنابت کا غسل آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر میرے پاس بٹھا دیا - ایک امتی کو دیکھا کہ چاروں طرف سے اسے اندھیرا گھیرے ہوئے ہے اور اوپر نیچے سے بھی وہ اسی میں گھرا ہوا ہے' جو اس کا حج اور عمرہ آیا اور اسے اس اندھیرے میں سے نکال کر نور میں پہنچا دیا - ایک امتی کو دیکھا کہ وہ مومنوں سے کلام کرنا چاہتا ہے لیکن وہ اس سے بولتے نہیں' اسی وقت صلہ رحمی آئی اور اعلان کیا کہ اس سے بات چیت کرو چنانچہ وہ بولنے چالنے لگے - ایک امتی کو دیکھا کہ وہ اپنے منہ پر سے آگ کے شعلے ہٹانے کو ہاتھ بڑھا رہا ہے - اتنے میں اس کی خیرات آئی اور اس کے منہ پر پردہ اور اوٹ ہو گئی اور اس کے سر پر سایہ بن گئی - اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ عذاب کے فرشتوں نے اسے ہر طرف سے قید کر لیا ہے - لیکن اس کا نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنا آیا اور ان کے ہاتھوں سے چھڑا کر رحمت کے فرشتوں سے ملا دیا - اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ گھٹنوں کے بل گرا ہوا ہے اور اللہ میں اور اس میں حجاب ہے - اس کے اچھے اخلاق آئے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اللہ کے پاس پہنچا آئے - اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ اس کا نامہ اعمال اس کی بائیں طرف سے آ رہا ہے لیکن اس کے خوف الٰہی نے آ کر اسے اس کے سامنے کر دیا - اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ پل صراط پر لڑھکنیاں کھا رہا ہے کہ اس کا مجھ پر درود پڑھنا آیا اور ہاتھ تھام کر سیدھا کر دیا - اور وہ پار اتر گیا - ایک کو دیکھا کہ جنت کے دروازے پر پہنچا لیکن دروازہ بند ہو گیا - اسی وقت لا الٰہ الا اللہ کی شہادت پہنچی دروازے کھلوا دئے اور اسے جنت میں پہنچا دیا - قرطبیؒ اس حدیث کو وارد کر کے فرماتے ہیں' یہ حدیث بہت بڑی ہے' اس میں ان مخصوص اعمال کا ذکر ہے جو مخصوص مصیبتوں سے نجات دلوانے والے ہیں (تذکرہ)

اسی بارے میں حافظ ابویعلی موصلی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی ایک غریب مطول حدیث روایت کی ہے جس میں ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ملک الموت سے فرماتا ہے تو میرے دوست کے پاس جا - میں نے اسے آسانی اور سختی دونوں طرح سے آزما لیا - ہر ایک حالت میں اسے اپنی خوشی میں خوش پایا - تو جا اور اسے میرے پاس لے آ کہ میں اسے ہر طرح کا آرام وعیش دوں - ملک الموت علیہ السلام اپنے ساتھ پانچ سو فرشتوں کو لے کر چلتے ہیں - ان کے پاس جنتی کفن وہاں کی خوشبو اور ریحان کے خوشے ہوتے ہیں جس کے سرے پر بیس رنگ ہوتے ہیں ملک الموت علیہ السلام تو اس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور فرشتے اس کے چاروں طرف بیٹھ جاتے ہیں - ہر ایک کے ساتھ جو کچھ جنتی تحفہ ہے' وہ اس کے اعضا پر رکھ دیا جاتا ہے اور سفید ریشم اور مشک اذفر اس کی ٹھوڑی تلے رکھ دیا جاتا ہے' اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس کی روح کبھی جنتی پھولوں سے' کبھی جنتی لباسوں سے' کبھی جنتی پھلوں سے اس طرح بہلائی جاتی ہے جیسے روتے ہوئے بچہ کو لوگ بہلاتے ہیں - اس وقت اس کی حوریں ہنس ہنس کر اس کی چاہت کرتی ہیں' روح ان مناظر کو دیکھ کر بہت جلد جسمانی قید سے نکل جانے کا قصد کرتی ہے' ملک الموت فرماتے ہیں' ہاں اے پاک روح بغیر کانٹے کی بیریوں کی طرف اور لدے ہوئے کیلوں کی طرف اور لمبی لمبی چھاؤں کی طرف اور پانی کے جھرنوں کی طرف چل - واللہ ماں جس قدر بچے پر مہربان ہوتی ہے' اس سے بھی زیادہ ملک الموت اس پر شفقت ورحمت کرتا ہے - اس لئے کہ اسے علم ہے کہ یہ محبوب الٰہی ہے - اگر اسے ذرا سی بھی تکلیف پہنچی تو میرے رب کی ناراضگی مجھ پر ہو گی - بس اس طرح اس روح کو اس جسم سے الگ کر لیتا ہے جیسے گندھے ہوئے آٹے میں سے بال - انہیں کے بارے میں فرمان الٰہی ہے کہ ان کی روح کو پاک فرشتے فوت کرتے ہیں -

اور جگہ فرمان ہے کہ اگر وہ مقربین میں سے ہے تو اس کے لئے آرام و آسائش ہے۔ یعنی موت آرام کی اور آسائش کی ملنے والی اور دنیا کے بدلے کی جنت ہے۔ ملک الموت کے روح کو قبض کرتے ہی روح جسم سے کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل تجھے جزائے خیر دے۔ تو اللہ کی اطاعت کی طرف جلدی کرنے والا اور اللہ کی معصیت سے دیر کرنے والا تھا۔ تو نے آپ بھی نجات پائی اور مجھے بھی نجات دلوائی۔ جسم بھی روح کو ایسا ہی جواب دیتا ہے۔ زمین کے وہ تمام حصے جن پر یہ عبادت الٰہی کرتا تھا' اس کے مرنے سے چالیس دن تک روتے ہیں۔ اسی طرح آسمان کے وہ کل دروازے جن سے اس کے نیک اعمال چڑھتے تھے اور جن سے اس کی روزیاں اترتی تھیں' اس پر روتے ہیں۔ اس وقت وہ پانچ سو فرشتے اس جسم کے اردگرد کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کے نہلانے میں شامل رہتے ہیں' انسان اس کی کروٹ بدلے' اس سے پہلے خود فرشتے بدل دیتے ہیں اور اسے نہلا کر انسانی کفن سے پہلے اپنا ساتھ لایا ہوا کفن پہنا دیتے ہیں۔ ان کی خوشبو سے پہلے اپنی خوشبو لگا دیتے ہیں اور اس کے گھر کے دروازے سے لے کر اس کی قبر تک دو طرفہ صفیں باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کے لئے استغفار کرنے لگتے ہیں۔ اس وقت شیطان اس زور سے رنج کے ساتھ چیختا ہے کہ اس کے جسم کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں اور کہتا ہے میرے لشکر یو تم برباد ہو جاؤ ہائے یہ تمہارے ہاتھوں سے کیسے بچ گیا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ یہ تو معصوم تھا۔ جب اس کی روح کو لے کر ملک الموت چڑھتے ہیں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ستر ہزار فرشتوں کو لے کر اس کا استقبال کرتے ہیں۔ ہر ایک اسے جداگانہ بشارت الٰہی سناتا ہے یہاں تک کہ اس کی روح عرش الٰہی کے پاس پہنچتی ہے۔ وہاں جاتے ہی سجدے میں گر پڑتی ہے۔

اسی وقت جناب باری کا ارشاد ہوتا ہے کہ میرے بندے کی روح کو بغیر کانٹوں کی بیریوں میں اور تہ بہ تہ کیلوں کے درختوں میں اور لمبے لمبے سایوں میں اور بہتے پانیوں میں جگہ دو۔ پھر جب اسے قبر میں رکھا جاتا ہے تو دائیں طرف نماز کھڑی ہو جاتی ہے' بائیں جانب روزہ کھڑا ہو جاتا ہے' سر کی طرف قرآن آ جاتا ہے' نمازوں کو چل کر جانا پیروں کی طرف ہوتا ہے' ایک کنارے صبر کھڑا ہو جاتا ہے۔ عذاب کی ایک گردن لپکتی آتی ہے لیکن دائیں جانب سے نماز اسے روک دیتی ہے کہ یہ ہمیشہ چوکنا رہا۔ اب اس قبر میں آ کر ذرا راحت پائی ہے۔ وہ بائیں طرف سے آتی ہے۔ یہاں سے روزہ یہی کہہ کر اسے آنے نہیں دیتا' سرہانے سے آتی ہے' یہاں سے قرآن اور ذکر یہی کہہ کر آڑے آتے ہیں۔ وہ پائنتیوں سے آتی ہے۔ یہاں اسے اس کا نمازوں کے لئے چل کر جانا اسے روک دیتا ہے۔ غرض چاروں طرف سے اللہ کے محبوب کے لئے روک ہو جاتی ہے اور عذاب کو کہیں سے راہ نہیں ملتی۔ وہ واپس چلا جاتا ہے۔ اس وقت صبر کہتا ہے کہ میں دیکھ رہا تھا کہ اگر تم سے ہی یہ عذاب دفع ہو جائے تو مجھے بولنے کی کیا ضرورت؟ ورنہ میں بھی اس کی حمایت کرتا۔ اب میں پل صراط پر اور میزان کے وقت اس کے کام آؤں گا۔ اب دو فرشتے بھیجے جاتے ہیں۔ ایک کو نکیر کہا جاتا ہے دوسرے کو منکر۔ یہ اچک لے جانے والی بجلی جیسے ہوتے ہیں ان کے دانت سیہ جیسے ہوتے ہیں۔ ان کے سانس سے شعلے نکلتے ہیں۔ ان کے بال پیروں تلے لٹکتے ہوتے ہیں۔ ان کے دو کندھوں کے درمیان اتنی اتنی مسافت ہوتی ہے۔ ان کے دل نرمی اور رحمت سے بالکل خالی ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ہتھوڑے ہوتے ہیں کہ اگر قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر جمع ہو کر اسے اٹھانا چاہیں تو ناممکن۔ وہ آتے ہی اسے کہتے ہیں اٹھ کر بیٹھ۔ یہ اٹھ کر سیدھے طرح بیٹھ جاتا ہے۔ اس کا کفن اس کے پہلو پر آ جاتا ہے۔ وہ اس سے پوچھتے ہیں' تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ صحابہؓ سے نہ رہا گیا۔ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ ایسے ڈراؤنے فرشتوں کو کون جواب دے سکے گا؟ آپؐ نے اسی آیت یثبت اللہ الخ کی تلاوت فرمائی اور فرمایا وہ بے جھجک جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ وحدہ لاشریک لہ ہے اور میرا دین اسلام ہے جو فرشتوں کا بھی دین ہے اور میرے نبی محمدؐ ہیں جو خاتم الانبیاء تھے (ﷺ) وہ کہتے ہیں' آپ نے صحیح جواب دیا۔ اب تو وہ اس کے لئے اس کی قبر کو اس کے آگے سے' اس کے دائیں سے' اس کے

بائیں سے' اس کے پیچھے سے' اس کے سر کی طرف سے' اس کے پاؤں کی طرف سے چالیس چالیس ہاتھ کشادہ کر دیتے ہیں۔ وہ سو ہاتھ کی وسعت کر دیتے ہیں اور چالیس ہاتھ کا احاطہ کر دیتے ہیں اور اس سے فرماتے ہیں' اپنے اوپر نظریں اٹھا' یہ دیکھتا ہے کہ جنت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ وہ کہتے ہیں' اے اللہ کے دوست چونکہ تو نے اللہ کی بات مان لی' تیری منزل یہ ہے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں' اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے' اس وقت جو سرور و راحت اس کے دل کو ہوتی ہے وہ لازوال ہوتی ہے۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے' اب اپنے نیچے کی طرف دیکھ۔ یہ دیکھتا ہے کہ جہنم کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں۔ دیکھ اس سے اللہ نے تجھے ہمیشہ کے لئے نجات بخشی۔ پھر تو اس کا دل اتنا خوش ہوتا ہے کہ یہ خوشی ابدالاباد تک ہٹتی نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے لئے جنت کے ستر دروازے کھل جاتے ہیں جہاں سے بادصبا کی لپٹیں خوشبو اور ٹھنڈک کے ساتھ آتی رہتی ہیں یہاں تک کہ اسے اللہ عزوجل اس کی اس خواب گاہ سے قیامت کے قائم ہو جانے پر اٹھائے۔ اسی اسناد سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ برے بندے کے لئے ملک الموت سے فرماتا ہے جا اور اس میرے دشمن کو لے آ۔ اسے میں نے زندگی میں برکت دے رکھی تھی۔ اپنی نعمتیں عطا فرما رکھی تھیں لیکن پھر بھی یہ میری نافرمانیوں سے نہ بچا' اسے لے آ تا کہ میں اس سے انتقام لوں' اسی وقت حضرت ملک الموت علیہ السلام اس کے سامنے انتہائی بد اور ڈراؤنی صورت میں آتے ہیں ایسی کہ کسی نے اتنی بھیانک اور گھناؤنی صورت نہ دیکھی ہو۔ بارہ آنکھیں ہوتی ہے' جہنم کا خاردار لباس ساتھ ہوتا ہے' پانچ سو فرشتے جو جہنمی آگ کے انگارے اور آگ کے کوڑے اپنے ساتھ لئے ہوئے ہوتے ہیں' ان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ ملک الموت وہ خاردار کھال جو جہنم کی آگ کی ہے' اس کے جسم پر مارتے ہیں' روئیں روئیں میں آگ کے کانٹے گھس جاتے ہیں' پھر اس طرح گھماتے ہیں کہ اس کا جوڑ جوڑ ڈھیلا پڑ جاتا ہے۔ پھر اس کی روح اس کے پاؤں کے انگوٹھوں سے کھینچتے ہیں اور اس کے گھٹنوں پر ڈال دیتے ہیں' اس وقت اللہ کا دشمن بے ہوش ہو جاتا ہے۔ پس ملک الموت اسے اٹھا لیتے ہیں۔ فرشتے اپنے جہنمی کوڑے اس کے چہرے پر اور پیٹھ پر مارتے ہیں۔ پھر ملک الموت اسے دبوچتے ہیں اور اس کی روح اس کی ایڑیوں کی طرف سے کھینچتے ہیں اور اس کے گھٹنوں پر ڈال دیتے ہیں پھر اسے تہہ بند باندھنے کی جگہ پر ڈال دیتے ہیں۔ یہ دشمن رب اس وقت پھر بے تاب ہو جاتا ہے۔ فرشتہ موت پھر اس بے ہوشی کو اٹھا لیتا ہے اور فرشتے جہنمی انگاروں کو اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ دیتے ہیں اور ملک الموت علیہ السلام فرماتے ہیں' اے لعین وملعون روح چل سینک میں اور جھلستے پانی اور کالے سیاہ دھوئیں کے غبار میں جس میں نہ تو خنکی ہے نہ اچھی جگہ۔ جب یہ روح قبض ہو جاتی ہے تو اپنے جسم سے کہتی ہے' اللہ تجھ سے سمجھے' تو مجھے اللہ کی نافرمانیوں کی طرف بھگائے لئے جا رہا تھا۔ خود بھی ہلاک ہوا اور مجھے بھی برباد کیا۔ جسم بھی روح سے یہی کہتا ہے۔ زمین کے وہ تمام حصے جہاں یہ اللہ کی معصیت کرتا تھا' اس پر لعنت کرنے لگتے ہیں۔

شیطانی لشکر دوڑتا ہوا شیطان کے پاس پہنچتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم نے آج ایک کو جہنم میں پہنچا دیا۔ اس کی قبر اس قدر تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی دائیں پسلیاں بائیں میں اور بائیں پسلیاں دائیں گھس جاتی ہیں۔ کالے ناگ بختی اونٹوں کے برابر اس کی قبر میں بھیجے جاتے ہیں جو اس کے کانوں اور اس کے پاؤں کے انگوٹھوں سے اسے ڈسنا شروع کرتے ہیں اور اوپر چڑھتے آتے ہیں یہاں تک کہ وسط جسم میں مل جاتے ہیں۔ دو فرشتے بھیجے جاتے ہیں جن کی آنکھیں تیز بجلی جیسی' جن کی آواز گرج جیسی' جن کے دانت درندے جیسے' جن کے سانس آگ کے شعلے جیسے' جن کے بال پیروں کے نیچے تک' جن کے دو مونڈھوں کے درمیان اتنی اتنی مسافت ہے' جن کے دل میں رحمت و رحم کا نام ونشان بھی نہیں۔ جن کا نام ہی منکر نکیر ہے' جن کے ہاتھ میں لوہے کے اتنے بڑے ہتھوڑے ہیں جنہیں ربیعہ اور مضر مل کر بھی نہیں اٹھا سکتے۔ وہ اسے کہتے ہیں' اٹھ بیٹھ یہ سیدھا بیٹھ جاتا ہے اور تہہ باندھنے کی جگہ اس کا کفن آ پڑتا ہے۔ وہ اس سے پوچھتے ہیں' تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا

ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ یہ کہتا ہے مجھے تو کچھ خبر نہیں' وہ کہتے ہیں ہاں نہ تو نے معلوم کیا نہ تو نے پڑھا۔ پھر اس زور سے اسے ہتھوڑا مارتے ہیں کہ اس کے شرارے اس کی قبر کو پر کر دیتے ہیں۔ پھر لوٹ کر اس سے کہتے ہیں' اپنے اوپر کو دیکھ۔ یہ ایک کھلا ہوا دروازہ دیکھتا ہے۔ وہ کہتے ہیں واللہ اگر تو اللہ کا فرمانبردار رہتا تو تیری یہ جگہ تھی۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں اب تو اسے وہ حسرت ہوتی ہے جو کبھی اس کے دل سے جدا نہیں ہونے کی۔ پھر وہ کہتے ہیں اب اپنے نیچے دیکھ' وہ دیکھتا ہے کہ ایک دروازہ جہنم کا کھلا ہوا ہے' فرشتے کہتے ہیں اے دشمن رب چونکہ تو نے اللہ کی مرضی کے خلاف کام کئے ہیں' اب تیری جگہ یہ ہے' واللہ اس وقت اس کا دل رنج اور افسوس سے بیٹھ جاتا ہے۔ جو صدمہ اسے کبھی بھولنے کا نہیں' اس کے لئے ستتر دروازے جہنم کے کھل جاتے ہیں' جہاں سے گرم ہوا اور بھاپ اسے ہمیشہ ہی آیا کرتی ہے یہاں تک کہ اسے اللہ تعالیٰ اٹھا بٹھائے۔ یہ حدیث بہت غریب ہے اور یہ سیاق بہت عجیب ہے اور اس کا راوی یزید قاضی جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نیچے کا راوی ہے' اس کی غرائب و منکرات بہت ہیں اور ائمہ کے نزدیک وہ ضعیف الروایت ہے واللہ اعلم۔ ابوداؤد میں ہے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی شخص کے دفن سے فارغ ہوتے تو وہاں ٹھہرے جاتے اور فرماتے' اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو' اور اس کے لئے ثابت قدمی طلب کرو' اس وقت اس سے سوال ہو رہا ہے۔ حافظ ابن مردویہ نے فرمان باری وَلَوْ تَرٰٓی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ الخ کی تفسیر میں ایک بہت لمبی حدیث وارد کی ہے۔ بھی غرائب سے پر ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۭ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾

کیا تو نے ان کی طرف نظر نہیں ڈالی جنہوں نے اللہ کی نعمت کے بدلے ناشکری کی اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں لا اتارا ○ یعنی دوزخ ہے' جس میں یہ سب جائیں گے' جو بدترین ٹھکانہ ہے ○ انہوں نے اللہ کے ہم سر بنا لئے کہ لوگوں کو راہ اللہ سے بہکائیں' تو کہہ دے کہ خیر مزے کر لو۔ تمہاری بازگشت تو آخر جہنم ہی ہے ○

منافقین قریش: ☆☆ (آیت: ۲۸-۳۰) صحیح بخاری میں ہے الم تر معنی میں الم تعلم کے ہے یعنی کیا تو نہیں جانتا۔ بوار کے معنی ہلاکت کے ہیں بار یبور بورا سے بورا کے معنی ھلکین کے ہیں۔ مراد ان لوگوں سے بقول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کفار اہل مکہ ہیں۔ اور قول ہے کہ مراد اس سے جبلہ بن ابہم اور اس کی اطاعت کرنے والے وہ عرب ہیں جو رومیوں سے مل گئے تھے لیکن مشہور اور صحیح قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اول ہی ہے۔ گو الفاظ اپنے عموم کے اعتبار سے تمام کفار پر مشتمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو تمام عالم کے لئے رحمت بنا کر اور کل لوگوں کے لئے نعمت بنا کر بھیجا ہے۔ جس نے اس رحمت و نعمت کی قدر دانی کی وہ جنتی ہے اور جس نے ناقدری کی' وہ جہنمی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایک قول حضرت ابن عباس ؓ کے پہلے قول کی موافقت میں مروی ہے' ابن کوا کے جواب میں آپ نے یہی فرمایا تھا کہ یہ بدر کے دن کے کفار قریش ہیں۔

اور روایت میں ہے کہ ایک شخص کے سوال پر آپ ؓ نے فرمایا' اس سے منافقین قریش ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ کیا مجھ سے قرآن کی بابت کوئی کچھ بات دریافت نہیں کرتا؟ واللہ میرے علم میں اگر آج کوئی مجھ سے زیادہ قرآن کا عالم ہوتا تو چاہے وہ سمندروں پار ہوتا لیکن میں ضرور اس کے پاس پہنچتا ۔ یہ سن کر عبداللہ بن کوا کھڑا ہو گیا اور کہا یہ کون لوگ ہیں جن کے بارے میں فرمان الٰہی ہے کہ انہوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے بدلا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گڑھے میں ڈال دیا ۔ آپ نے فرمایا' یہ مشرکین قریش ہیں ۔ ان کے پاس اللہ کی نعمت ایمان پہنچی لیکن اس نعمت کو انہوں نے کفر سے بدل دیا ۔ اور روایت میں آپ سے مروی ہے کہ اس سے مراد قریش کے دو فاجر ہیں بنوامیہ اور بنومغیرہ ۔ بنومغیرہ نے اپنی قوم کو بدر میں لا کھڑا کیا اور انہیں ہلاکت میں ڈالا اور بنوامیہ نے احد والے دن اپنے والوں کو غارت کیا ۔ بدر میں ابوجہل تھا اور احد میں ابوسفیان اور ہلاکت کے گھر سے مراد جہنم ہے ۔ اور روایت میں ہے کہ بنو مغیرہ تو بدر میں ہلاک ہوئے اور بنوامیہ کو کچھ دنوں کا فائدہ مل گیا ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی مروی ہے ۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب آپ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا' یہ دونوں قریش کے بدکار ہیں ۔ میرے ماموں اور تیرے چچا' میری ممیال والے تو بدر کے دن ناپید ہو گئے اور تیرے چچا والوں کو اللہ نے مہلت دے رکھی ہے ۔ یہ جہنم میں جائیں گے جو بری جگہ ہے ۔ انہوں نے خود شرک کیا' دوسروں کو شرک کی طرف بلایا ۔ اے نبی ﷺ تم ان سے کہہ دو کہ دنیا میں کچھ کھا پی لو پہن اوڑھ لو' آخر ٹھکانہ تو تمہارا جہنم ہے ۔ جیسے فرمان ہے' ہم انہیں یونہی سا آرام دے دیں گے ۔ پھر سخت عذابوں کی طرف بے بس کر دیں گے ۔ دنیاوی نفع اگرچہ ہو گا لیکن لوٹیں گے تو ہماری ہی طرف ۔ اس وقت ہم انہیں ان کے کفر کی وجہ سے سخت عذاب کریں گے ۔

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾

میرے ایمان دار بندوں سے کہہ دے کہ نمازوں کو قائم رکھیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے ۔ اس میں سے کچھ نہ کچھ پوشیدہ اور ظاہر خرچ بھی کرتے رہیں ۔
اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے جس میں نہ خرید و فروخت ہو گی نہ دوستی اور محبت ○

احسان اور احسن سلوک : ☆☆ (آیت:۳۱) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی اطاعت کا اور اپنے حق ماننے کا اور مخلوق الٰہی سے احسان و سلوک کرنے کا حکم دے رہا ہے فرماتا ہے کہ نماز برابر پڑھتے رہیں جو اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت ہے اور زکوٰۃ ضرور دیتے رہیں ۔ قرابت داروں کو بھی اور انجان لوگوں کو بھی ۔ اقامت سے مراد وقت کی' حد کی' رکوع کی' خشوع کی' سجدے کی حفاظت کرنا ہے ۔ اللہ کی دی ہوئی روزی اس کی راہ میں پوشیدہ اور کھلے طور پر اس کی خوشنودی کے لئے اوروں کو بھی دینی چاہئے تاکہ اس دن نجات ملے جس دن کوئی خرید فروخت نہ ہو گی نہ کوئی دوستی آشنائی ہو گی ۔ کوئی اپنے آپ بطور فدیے کے بیچنا بھی چاہے تو بھی ناممکن' جیسے فرمان ہے فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا یعنی آج تم سے اور کافروں سے کوئی فدیہ اور بدلہ نہ لیا جائے گا ۔ وہاں کسی کی دوستی کی وجہ سے کوئی چھوٹے گا نہیں بلکہ وہاں عدل و انصاف ہی ہو گا ۔ خلال مصدر ہے ۔ امراء القیس کے شعر میں بھی یہ لفظ ہے ۔ دنیا میں لین دین' محبت دوستی کام آ جاتی ہے لیکن وہاں یہ چیز اگر اللہ کے لئے نہ ہو تو محض بے سود رہے گی ۔ کوئی سوداگری' کوئی شناسا وہاں کام نہ آئے گا ۔ زمین بھر کر سونا فدیے میں دینا چاہے لیکن رد ہے ۔ کسی کی دوستی' کسی کی سفارش کافر کو کام نہ دے گی ۔ فرمان ربانی ہے وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا اس دن کے عذاب سے بچنے کی کوشش کرو جس دن کوئی کسی کو کچھ کام نہ آئے گا نہ کسی سے فدیہ قبول کیا جائے گا نہ کسی کو کسی کی شفاعت نفع دے گی

نہ کوئی کسی کی مدد کر سکے گا- فرمان ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَ لَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌ وَ الْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ایمان دارو! جو ہم نے تمہیں دے رکھا ہے' تم اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرو' اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ بیوپار ہے نہ دوستی نہ شفاعت - کافر ہی دراصل ظالم ہیں-

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ دَآىِٕبَیْنِ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ ﴿۳۳﴾ وَ اٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾

اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور آسمان سے بارش برسا کر اس کے ذریعے سے تمہاری روزی کے لئے پھل نکالے ہیں اور کشتیاں تمہارے بس میں کر دی ہیں کہ دریاؤں میں اس کے حکم سے چلیں پھریں' اسی نے ندیاں اور نہریں تمہارے اختیار میں کر دی ہیں ○ اسی نے تمہارے لئے سورج چاند کو مسخر کر دیا ہے کہ برابر ہی چل رہے ہیں' اور رات دن کو بھی تمہارے کام میں لگا رکھا ہے ○ اسی نے تمہیں تمہاری منہ مانگی کل چیزوں میں سے دے ہی رکھا ہے' اگر تم اللہ کے احسان گننا چاہو تو انہیں پورے گن بھی نہیں سکتے' یقیناً انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے ○

سب کچھ تمہارا مطیع ہے: ☆☆ (آیت: ۳۲-۳۴) اللہ کی طرح طرح کی بے شمار نعمتوں کو دیکھو- آسمان کو اس نے ایک محفوظ چھت بنا رکھا ہے- زمین کو بہترین فرش بنا رکھا ہے' آسمان سے بارش برسا کر زمین سے مزے مزے کے پھل کھیتیاں باغات تیار کر دیتا ہے- اسی کے حکم سے کشتیاں پانی کے اوپر تیرتی پھرتی ہیں کہ تمہیں ایک کنارے سے دوسرے کنارے اور ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچائیں- تم وہاں کا مال یہاں' یہاں کا وہاں لے جاؤ' لے آؤ' نفع حاصل کرو' تجربہ بڑھاؤ- نہریں بھی اسی نے تمہارے کام میں لگا رکھی ہیں' تم ان کا پانی پیو پلاؤ' اس سے کھیتیاں کرو' نہاؤ دھوؤ اور طرح طرح کے فائدے حاصل کرو- ہمیشہ چلتے پھرتے اور کبھی نہ تھکتے سورج چاند بھی تمہارے فائدے کے کاموں میں مشغول ہیں' مقررہ چال پر مقررہ جگہ پر گردش میں لگے ہوئے ہیں- نہ ان میں تکرار ہو نہ آگا پیچھا' دن رات انہی کے آنے جانے سے پے درپے آتے جاتے رہتے ہیں' ستارے اسی کے حکم کے ماتحت ہیں اور رب العالمین بابرکت ہے- کبھی دنوں کو بڑے کر دیتا ہے' کبھی راتوں کو بڑھا دیتا ہے' ہر چیز اپنے کام میں سر جھکائے مشغول ہے- وہ اللہ عزیز وغفار ہے- تمہاری ضرورت کی تمام چیزیں اس نے تمہارے لئے مہیا کر دی ہیں- تم اپنے حال وقال سے جن جن چیزوں کے محتاج تھے' اس نے سب کچھ تمہیں دے دی ہیں' مانگنے پر بھی وہ دیتا ہے اور بے مانگے بھی اس کا ہاتھ نہیں رکتا- تم بھلا رب کی تمام نعمتوں کا شکریہ تو کیا ادا کرو گے' تم سے تو ان کی پوری گنتی بھی محال ہے-

طلق بن حبیب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خدا کا حق اس سے بہت بھاری ہے کہ بندے اسے ادا کر سکیں اور اللہ کی نعمتیں اس سے بہت زیادہ ہیں کہ بندے ان کی گنتی کر سکیں' لوگو صبح شام توبہ استغفار کرتے رہو- صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ الٰہی تیرے ہی لئے سب حمد وثنا سزاوار ہے' ہماری ثنائیں ناکافی ہیں' پوری اور بے پرواہ کرنے والی نہیں' الٰہی تو معاف فرما- بزار میں آپ کا فرمان ہے کہ قیامت کے دن انسان کے تین دیوان نکلیں گے- ایک میں نیکیاں لکھی ہوئی ہوں گی' دوسرے میں گناہ ہوں گے اور تیسرے میں اللہ کی نعمتیں ہوں گی- اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں میں سے سب سے چھوٹی نعمت سے فرمائے گا کہ اٹھ اور اپنا معاوضہ اس کے نیک اعمال سے لے لے'

اس سے اس کے سارے ہی عمل ختم ہو جائیں گے۔ پھر بھی وہ یکسو ہو کر کہے گی کہ باری تعالیٰ میری پوری قیمت وصول نہیں ہوئی۔ خیال کیجئے ابھی گناہوں کا دیوان یونہی الگ تھلگ رکھا ہوا ہے اور تمام نعمتوں کا دیوان بھی یونہی رکھا ہوا ہے۔ اگر بندے پر اللہ کا ارادہ رحم وکرم کا ہوا تو اب وہ اس کی نیکیاں بڑھا دے گا اور اس کے گناہوں سے تجاوز کر لے گا اور اس سے فرما دے گا کہ میں نے اپنی نعمتیں تجھے بغیر بدلے کے بخش دیں۔ اس کی سند ضعیف ہے۔ مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ جل وعلا سے دریافت کیا کہ میں تیرا شکر کیسے ادا کروں؟ شکر کرنا خود بھی تو تیری ایک نعمت ہے۔ جواب ملا کہ داؤد اب تو شکر ادا کر چکا جب کہ تو نے یہ جان لیا اور اس کا اقرار کر لیا کہ تو میری نعمتوں کے شکر کی ادائیگی سے قاصر ہے۔ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' اللہ ہی کے لئے تو حمد ہے جس کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک نعمت کا شکر بھی بغیر ایک نئی نعمت کے ہم ادا نہیں کر سکتے کہ اس نئی نعمت پر پھر ایک شکر واجب ہو جاتا ہے۔ پھر اس نعمت کی شکر گزاری کی ادائیگی کی توفیق پر پھر نعمت ملی' جس کا شکر یہ واجب ہوا۔ ایک شاعر نے یہی مضمون اپنے شعروں میں باندھا ہے کہ رونگٹے رونگٹے پر زبان ہے تو بھی تیری ایک نعمت کا شکر بھی پورا ادا نہیں ہو سکتا' تیرے احسانات اور انعامات بے شمار ہیں۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾

ابراہیم کی یہ دعا بھی یاد ہے کہ اے میرے پروردگار! اس شہر کو امن والا بنا دے اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے پناہ دے ○ میرے پالنے والے اللہ انہوں نے بہت سے لوگوں کو راہ سے بھٹکا رکھا ہے' میری تابعداری کرنے والا میرا ہے' اور جو میری نافرمانی کرے تو تو بہت ہی معافی اور کرم کرنے والا ہے ○

حرمت وعظمت کا مالک شہر: ☆☆ (آیت: ۳۵-۳۶) اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ حرمت والا شہر مکہ ابتداء میں توحید پر ہی بنایا گیا تھا۔ اس کے اول بانی خلیل اللہ علیہ السلام اللہ کے سوا اوروں کی عبادت کرنے والوں سے بری تھے۔ انہی نے اس اللہ کی شہر کے با امن ہونے کی دعا کی تھی۔ جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ سب سے پہلا بابرکت اور باہدایت خانہ خدا مکے شریف کا ہی ہے جس میں بہت سی واضح نشانیوں کے علاوہ مقام ابراہیم بھی ہے۔ اس شہر میں جو پہنچ گیا' امن وامان میں آ گیا۔ اس شہر کو بنانے کے بعد خلیل اللہ نے دعا کی کہ الٰہی اس شہر کو پر امن بنا۔ اسی لئے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل واسحاق جیسے بچے عطا فرمائے۔ حضرت اسماعیل کو دودھ پیتا اس کی والدہ کے ساتھ لے کر یہاں آئے تھے تب بھی آپ نے اس شہر کے با امن ہونے کی دعا کی تھی لیکن اس وقت کے الفاظ یہ تھے رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا پس اس دعا میں بَلَدَ پر لام نہیں ہے' اس لئے کہ یہ دعا شہر کی آبادی سے پہلے کی ہے اور اب چونکہ شہر بس چکا تھا' بلد کو معرف بلام لائے۔ سورہ بقرہ میں ہم ان چیزوں کو وضاحت وتفصیل کے ساتھ ذکر کر آئے ہیں۔ پھر دوسری دعا میں اپنی اولاد کو بھی شریک کیا۔ انسان کو لازم ہے کہ اپنی دعاؤں میں اپنے ماں باپ کو اور اولاد کو بھی شامل رکھے۔ پھر آپ نے بتوں کی گمراہی' ان کا فتنہ' اکثر لوگوں کا بہکا جانا بیان فرما کر ان سے اپنی بے زاری کا اظہار کیا اور انہیں اللہ کے حوالے کیا کہ وہ چاہے بخشے چاہے سزا دے۔ جیسے روح اللہ علیہ السلام بروز قیامت کہیں گے کہ اگر تو انہیں عذاب کرے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر بخش دے تو تو عزیز وحکیم ہے۔ یہ یاد رہے کہ اس میں صرف اللہ کی مشیت اور اس کے ارادے کی طرف لوٹنا ہے نہ کہ اس کے واقع ہونے کو جائز سمجھنا ہے۔ حضور علیہ السلام نے حضرت خلیل اللہ کا یہ قول اور حضرت روح اللہ کا قول اِنْ تُعَذِّبْهُمْ الخ' تلاوت کر کے رو رو کر اپنی امت کو یاد کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ جا کر دریافت کرو کہ کیوں رو رہے ہو؟ آپ نے سبب بیان کیا'

حکم ہوا کہ جاؤ اور کہہ دو کہ آپ کو ہم آپ کی امت کے بارے میں خوش کر دیں گے- ناراض نہ کریں گے-

رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِكَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوةَ فَاجۡعَلۡ اَفۡـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهۡوِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ وَارۡزُقۡهُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمۡ یَشۡكُرُوۡنَ ﴿۳۷﴾

اے ہمارے پروردگار میں نے اپنی کچھ اولاد اس بے کھیتی کے جنگل میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسائی ہے- اے ہمارے پروردگار یہ اس لئے کہ وہ نماز قائم رکھیں- پس تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں پھلوں کی روزیاں عنایت فرما تاکہ یہ شکر گزاری کریں ○

دوسری دعا: ☆☆ (آیت: ۳۷) یہ دوسری دعا ہے- پہلی دعا اس شہر کے آباد ہونے سے پہلے جب آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مع ان کی والدہ صاحبہ کے یہاں چھوڑ کر گئے تھے تب کی تھی اور یہ دعا اس شہر کے آباد ہو جانے کے بعد کی- اسی لئے یہاں بَیْتِكَ الْمُحَرَّم کا لفظ لائے اور نماز کے قائم کرنے کا بھی ذکر فرمایا- ابن جریر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' یہ متعلق ہے لفظ المحرم کے ساتھ یعنی اسے باحرمت اس لئے بنایا ہے کہ یہاں والے اطمینان سے یہاں نمازیں ادا کر سکیں- یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آپ نے فرمایا' کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف جھکا دے' اگر سب لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف جھکانے کی دعا ہوتی تو فارس و روم' یہود و نصاری غرض تمام دنیا کے لوگ یہاں الٹ پڑتے- آپ نے صرف مسلمانوں کے لئے یہ دعا کی- اور دعا کرتے ہیں کہ انہیں پھل بھی عنایت فرما- یہ زمین زراعت کے قابل بھی نہیں اور دعا ہو رہی ہے پھلوں کی روزی کی- اللہ تعالیٰ نے یہ دعا بھی قبول فرمائی جیسے ارشاد ہے اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا یُّجْبٰۤی اِلَیْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَیْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا یعنی کیا ہم نے انہیں حرمت و امن والی ایسی جگہ عنایت نہیں فرمائی جہاں ہر چیز کے پھل ان کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں جو خاص ہمارے پاس کی روزی ہے- پس یہ بھی اللہ تعالیٰ کا خاص لطف و کرم' عنایت و رحم ہے کہ شہر کی پیداوار کچھ بھی نہیں اور پھل ہر قسم کے وہاں موجود' چاروں طرف سے وہاں چلے آئیں- یہ ہے حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن صلوات اللہ وسلامہ علیہ کی دعا کی قبولیت-

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعۡلَمُ مَا نُخۡفِیۡ وَمَا نُعۡلِنُ ؕ وَمَا یَخۡفٰی عَلَی اللّٰهِ مِنۡ شَیۡءٍ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ وَهَبَ لِیۡ عَلَی الۡكِبَرِ اِسۡمٰعِیۡلَ وَاِسۡحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ لَسَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾ رَبِّ اجۡعَلۡنِیۡ مُقِیۡمَ الصَّلٰوةِ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلۡ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِیۡ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡحِسَابُ ﴿۴۱﴾

ع ۷ ۱۸

اے ہمارے پروردگار تو خوب جانتا ہے جو ہم چھپائیں اور جو ہم ظاہر کریں' زمین و آسمان کی کوئی چیز اللہ پر پوشیدہ نہیں ○ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اس

بڑھاپے میں اسماعیل و اسحاق عطا فرمائے' کچھ شک نہیں کہ میرا پالنہار اللہ دعاؤں کا سننے والا ہے ○ اے میرے پالنے والے مجھے نماز کا پابند رکھ اور میری اولاد سے بھی' اے ہمارے رب میری دعا قبول فرما ○ اے ہمارے پروردگار مجھے بخش دے۔ میرے ماں باپ کو بھی بخش اور دیگر مومنوں کو بھی بخش جس دن حساب ہونے لگے ○

مناجات: ☆☆ (آیت: ۳۸-۴۱) خلیل خدا علیہ السلام اپنی مناجات میں فرماتے ہیں کہ الٰہی تو میرے ارادے اور میرے مقصود کو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ میری چاہت ہے کہ یہاں کے رہنے والے تیری رضا کے طالب اور فقط تیری طرف راغب رہیں۔ ظاہر و باطن تجھ پر روشن ہے' زمین و آسمان کی ہر چیز کا حل تجھ پر کھلا ہے۔ تیرا احسان ہے کہ اس پورے بڑھاپے میں تو نے میرے ہاں اولاد عطا فرمائی اور ایک پر ایک بچہ دیا۔ اسماعیلؑ بھی اسحٰق علیہ السلام بھی۔ تو دعاؤں کا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے' میں نے مانگا' تو نے دیا۔ پس تیرا شکر ہے۔ الٰہی مجھے نمازوں کا پابند بنا اور میری اولاد میں بھی یہ سلسلہ قائم رکھ' میری تمام دعائیں قبول فرما۔ وَلِوَالِدَیَّ کی قرأت بعض نے وَلِوَالِدِیْ بھی کی ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہ دعا اس سے پہلے کی ہے کہ آپ کو اللہ کی طرف سے معلوم ہو جائے کہ آپ کا والد خدا کی دشمنی پر ہی مرا ہے۔ جب یہ ظاہر ہو گیا تو آپ اپنے والد سے بےزار ہو گئے۔ پس یہاں آپ اپنے ماں باپ کی اور تمام مومنوں کی خطاؤں کی معافی اللہ سے چاہتے ہیں کہ اعمال کے حساب اور بدلے کے دن قصور معاف ہوں۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۙ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ؕ﴿۴۳﴾

ناانصافوں کے اعمال سے اللہ کو غافل نہ سمجھ' وہ تو انہیں اس دن تک مہلت دیئے ہوئے ہے جس دن آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی ○ اپنے سر اوپر اٹھائے دوڑ بھاگ کر رہے ہوں گے' خود اپنی طرف بھی ان کی نگاہیں نہ لوٹیں گی' اور ان کے دل اڑے اور گرے ہوئے خالی ہوں گے ○

ہولناک منظر ہوگا: ☆☆ (آیت: ۴۲-۴۳) کوئی یہ نہ سمجھے کہ برائی کرنے والوں کی برائی کا اللہ کو علم ہی نہیں اس لئے یہ دنیا میں پھل پھول رہے ہیں' نہیں اللہ ایک ایک کے ایک ایک گھڑی کے برے بھلے اعمال سے بخوبی واقف ہے۔ یہ ڈھیل خود اس کی دی ہوئی ہے کہ یا تو اس میں واپس ہو جائے یا پھر گناہوں میں بڑھ جائے یہاں تک کہ قیامت کا دن آ جائے جس دن کی ہولناکیاں آنکھیں پتھرا دیں گی' دیدے چڑھا دیں گی' سر اٹھائے پکارنے والے کی آواز کی طرف دوڑے چلے جائیں گے' کہیں ادھر ادھر نہ ہوں گے' سب کے سب پورے اطاعت گزار بن جائیں گے' دوڑے بھاگے حضور کی حاضری کے لئے بےتابانہ آئیں گے' آنکھیں نیچے کو نہ جھکیں گی۔ گھبراہٹ اور فکر کے مارے پلک سے پلک نہ جھپکے گی۔ دلوں کا یہ حال ہوگا کہ گویا اڑے جاتے ہیں' خالی پڑے ہیں' خوف کے سوا کوئی چیز نہیں۔ وہ حلقوم تک پہنچے ہوئے ہیں' اپنی جگہ سے ہٹے ہوئے ہیں' دہشت سے خراب ہو رہے ہیں۔

وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۙ﴿۴۴﴾

لوگوں کو اس دن سے ہوشیار کر دے جب کہ ان کے پاس عذاب آ جائے گا اور ظالم کہنے لگیں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں بہت تھوڑے قریب کے وقت تک

کی ہی مہلت دے کہ ہم تیری تبلیغ مان لیں اور تیرے پیغمبروں کی تابعداری میں لگ جائیں۔ کیا تم اس سے پہلے بھی قسمیں نہیں کھا رہے تھے کہ تمہارے لئے زوال ہی نہیں ○

عذاب دیکھنے کے بعد: ☆☆ (آیت:۴۴) ظالم اور ناانصاف لوگ اللہ کا عذاب دیکھ کر تمنائیں کرتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں کہ ہمیں ذرا سی مہلت مل جائے کہ ہم فرماں برداری کرلیں اور پیغمبروں کی اطاعت بھی کرلیں۔ اور آیت میں ہے موت کو دیکھ کر کہتے ہیں رَبِّ ارْجِعُوْنِ الٰہی اب واپس لوٹا دے الخ یہی مضمون آیت یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ الخ میں ہے یعنی اے مسلمانو تمہیں تمہارے مال اولاد یاد الٰہی سے غافل نہ کر دیں ایسا کرنے والے لوگ ظاہری خسارے میں ہیں۔ ہمارا دیا ہوا ہماری راہ میں دیتے رہو ایسا نہ ہو کہ موت کے وقت آرزو کرنے لگو کہ مجھے ذرا سی دیر کی مہلت مل جائے تو میں خیرات ہی کرلوں اور نیک لوگوں میں مل جاؤں۔ یاد رکھو اجل آنے کے بعد کسی کو مہلت نہیں ملتی اور اللہ تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے۔ محشر میں بھی ان کا یہی حال ہوگا چنانچہ سورۂ سجدہ کی آیت وَلَوْ تَرٰٓی اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ الخ میں ہے کہ کاش کہ تم گنہگاروں کو دیکھتے کہ وہ اپنے پروردگار کے روبرو سر جھکائے کہہ رہے ہوں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا۔ تو ہمیں ایک بار دنیا میں پھر بھیج دے کہ ہم یقین والے ہو کر نیک اعمال کرلیں یہی بیان آیت وَلَوْ تَرٰٓی اِذْ وُقِفُوْا عَلَی النَّارِ الخ اور آیت وَھُمْ یَصْطَرِخُوْنَ فِیْھَا الخ وغیرہ میں بھی ہے۔ یہاں انہیں جواب ملتا ہے کہ تم تو اس سے پہلے قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ تمہاری نعمتوں کو زوال ہی نہیں قیامت کوئی چیز ہی نہیں مر کر اٹھنا ہی نہیں اب اس کا مزہ چکھو۔ یہ کہا کرتے تھے اور خوب مضبوط قسمیں کھا کھا کر دوسروں کو بھی یقین دلاتے تھے کہ مردوں کو اللہ دوبارہ زندہ نہ کرے گا۔

وَّسَکَنْتُمْ فِیْ مَسٰکِنِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ وَتَبَیَّنَ لَکُمْ کَیْفَ فَعَلْنَا بِھِمْ وَضَرَبْنَا لَکُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾ وَقَدْ مَکَرُوْا مَکْرَھُمْ وَعِنْدَ اللّٰہِ مَکْرُھُمْ ۭ وَاِنْ کَانَ مَکْرُھُمْ لِتَزُوْلَ مِنْہُ الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾

اور کیا تم ان لوگوں کے گھروں میں رہتے سہتے نہ تھے جو اپنی جانوں پر ہی ظلم کرتے تھے اور کیا تم پر وہ معاملہ کھلا نہیں کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا کچھ کیا۔ ہم نے تمہارے سمجھانے کو بہت سی مثالیں بیان کر دی تھیں ○ یہ اپنی چالیں چل ہی رہے ہیں اور اللہ کو ان کی تمام چالوں کا علم ہے یہ تو ناممکن ہے کہ ان کی چالیں ایسی ہوں کہ ان سے پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں ○

(آیت:۴۵-۴۶) پھر فرماتا ہے کہ تم دیکھ چکے سن چکے کہ تم سے پہلے کے تم جیسوں کے ساتھ ہم نے کیا کیا؟ ان کی مثالیں ہم تم سے بیان بھی کر چکے کہ ہمارے عذابوں نے کیسے انہیں غارت کر دیا۔ باوجود اس کے تم ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے اور چوکنا نہیں ہوتے۔ یہ گو کتنے ہی چالاک ہوں لیکن ظاہر ہے کہ اللہ کے سامنے کسی کی چالاکی نہیں چلتی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جس نے جھگڑا کیا تھا۔ اس نے دو بچے گدھ کے پالے۔ جب وہ بڑے ہو گئے جوانی کو پہنچے طاقت وقوت والے ہو گئے تو ایک چھوٹی سی چوکی کے ایک پائے سے ایک کو باندھ دیا۔ دوسرے سے دوسرے کو باندھ دیا انہیں کھانے کو کچھ نہ دیا۔ خود اپنے ایک ساتھی سمیت اس چوکی پر بیٹھ گیا اور ایک لکڑی کے سرے پر گوشت باندھ کر اسے اوپر کو اٹھایا۔ بھوکے گدھ کھانے کے لئے اوپر کو اڑے اور اپنے زور سے چوکی کو بھی لے اڑے اب جب کہ یہ اتنی بلندی پر پہنچ گئے کہ ہر چیز انہیں مکھی کی طرح کی نظر آنے لگی تو اس نے لکڑی جھکا دی۔ اب گوشت نیچے دکھائی دینے لگا۔ اس لئے

جانوروں نے پر سمیٹ کر گوشت لینے کے لئے نیچے اترنا شروع کیا اور تخت بھی نیچا ہونے لگا یہاں تک کہ زمین تک پہنچ گیا پس یہ ہیں وہ مکاریاں جن سے پہاڑوں کا زوال بھی ممکن سا ہو جائے۔

عبداللہ کی قرأت میں کَادَ مَکْرُهُمْ ہے۔ حضرت علیؓ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت بھی یہی ہے۔ یہ قصہ نمرود کا ہے جو کنعان کا بادشاہ تھا۔ اس نے اس حیلے سے آسمان کا قبضہ چاہا تھا۔ اس کے بعد قبطیوں کے بادشاہ فرعون کو بھی یہی خبط سمایا تھا' بڑا بلند منارہ تعمیر کرایا تھا لیکن دونوں کی ناتوانی' ضعیفی اور عاجزی ظاہر ہوگئی۔ اور ذلت وخواری' پستی وتنزل کے ساتھ حقیر وذلیل ہوئے۔ کہتے ہیں کہ جب بخت نصر اس حیلہ سے اپنے تخت کو بہت اونچا لے گیا یہاں تک کہ زمین اور زمین والے اس کی نظروں سے غائب ہو گئے تو اسے ایک قدرتی آواز آئی کہ اے سرکش طاغی کیا ارادہ ہے؟ یہ ڈر گیا۔ ذرا سی دیر بعد پھر اسے یہی غیبی ندا سنائی دی۔ اب تو اس کا پتہ پانی ہو گیا اور جلدی سے نیزہ جھکا کر اترنا شروع کر دیا۔ حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ کی قرأت میں لِتَزُوْلُ ہے۔ بدلے میں لِتَزُوْلَ کے' ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو نافیہ مانتے ہیں یعنی ان کے مکر پہاڑوں کو زائل نہیں کر سکتے۔ حسن بصری بھی یہی کہتے ہیں۔

ابن جریر رحمتہ اللہ علیہ اس کی توجیہہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ ان کا شرک وکفر پہاڑوں وغیرہ کو ہٹا نہیں سکتا' کوئی ضرر دے نہیں سکتا' صرف اس کا وبال انہی کی جانوں پر ہے۔ میں کہتا ہوں' اسی کے مشابہ یہ فرمان الٰہی بھی ہے وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا زمین پر اکڑفوں سے نہ چل نہ تو تو زمین کو چیر سکتا ہے نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتا ہے۔ دوسرا قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ہے کہ ان کا شرک پہاڑوں کو زائل کر دینے والا ہے۔ جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ اس سے تو آسمانوں کا پھٹ جانا ممکن ہے۔ ضحاک وقتادہ کا بھی یہی قول ہے۔

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ؕ﴿۴۷﴾ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾

تو ہرگز یہ خیال بھی نہ کرنا کہ اللہ اپنے نبیوں سے وعدہ خلافی کرے' اللہ بڑا ہی غالب اور بدلہ لینے والا ہے ○ جس دن زمین اس زمین کے سوا اور ہی بدل دی جائے گی اور آسمان بھی اور سب کے سب اللہ واحد غلبے والے کے روبرو ہوں گے ○

انبیاء کی مدد: ☆☆ (آیت: ۴۷-۴۸) اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کو مقرر اور مؤکد کر رہا ہے کہ دنیا وآخرت میں جو اس نے اپنے رسولوں کی مدد کا وعدہ کیا ہے' وہ کبھی اس کے خلاف کرنے والا نہیں۔ اس پر کوئی اور غالب نہیں۔ وہ سب پر غالب ہے۔ اس کے ارادے سے مراد جدا نہیں اس کا چاہا ہو کر ہی رہتا ہے۔ وہ کافروں سے ان کے کفر کا بدلہ ضرور لے گا۔ قیامت کے دن ان پر حسرت ومایوسی طاری ہوگی۔ اس دن زمین ہوگی لیکن اس کے سوا اور ہوگی۔ اسی طرح آسمان بھی بدل دیئے جائیں گے۔ صحیحین میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' ایسی سفید صاف زمین پر حشر کئے جائیں گے جیسے میدے کی سفید ٹکیا ہو جس پر کوئی نشان' اور اونچ نیچ نہ ہوگی۔

مسند احمد میں ہے' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں' سب سے پہلے میں نے ہی اس آیت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تھا کہ اس وقت لوگ کہاں ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا پل صراط پر۔ اور روایت میں ہے کہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ تم نے وہ بات پوچھی کہ میری امت میں سے کسی اور نے یہ بات مجھ سے نہیں پوچھی۔ اور روایت میں ہے کہ یہی سوال مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کا آیت

وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ الخ کے متعلق تھا اور آپؐ نے یہی جواب دیا تھا - حضرت ثوبانؓ کہتے ہیں' میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا - ایک یہودی عالم آیا اور اس نے آپؐ کا نام لے کر سلام علیک کہا - میں نے اسے ایسے زور سے دھکا دیا کہ قریب تھا کہ گر پڑے - اس نے مجھ سے کہا' تو نے مجھے کیوں دھکا دیا؟ میں نے کہا' بے ادب یا رسول اللہ نہیں کہتا اور آپ کا نام لیتا ہے' اس نے کہا' ہم تو جو نام ان کا ان کے گھرانے کے لوگوں نے رکھا ہے' اسی نام سے پکاریں گے' آپؐ نے فرمایا' میرے خاندان نے میرا نام محمدؐ ہی رکھا ہے یہودی نے کہا' سنئے' میں آپ سے ایک بات دریافت کرنے آیا ہوں - آپؐ نے فرمایا' پھر میرا جواب تجھے کوئی نفع بھی دے گا؟ اس نے کہا سن تو لوں گا - آپؐ کے ہاتھ میں جو تنکا تھا' اسے آپؐ نے زمین پر پھراتے ہوئے فرمایا کہ اچھا دریافت کر لو - اس نے کہا جب زمین و آسمان بدلے جائیں گے اس وقت لوگ کہاں ہوں گے؟ فرمایا پل صراط کے پاس اندھیروں میں' اس نے کہا سب سے پہلے پل صراط سے پار کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا' مہاجرین فقراء' اس نے پوچھا انہیں سب سے پہلے تحفہ کیا ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' مچھلی کی کلیجی کی زیادتی - اس نے پوچھا' اس کے بعد انہیں کیا غذا ملے گی -؟ فرمایا جنتی بیل ذبح کیا جائے گا جو جنت کے اطراف میں چرتا چگتا رہا تھا - اس نے پوچھا پھر پینے کو کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا جنتی نہر سلسبیل کا پانی - یہودی نے کہا' آپؐ کے سب جواب برحق ہیں - اچھا' اب میں ایک بات اور پوچھتا ہوں جسے یا تو نبی جانتا ہے یا دنیا کے اور دو ایک آدمی' آپؐ نے فرمایا: کیا میرا جواب تجھے کچھ فائدہ دے گا؟ اس نے کہا: سن تو لوں گا - بچے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا' مرد کا خاص پانی سفید رنگ کا ہوتا ہے اور عورت کا خاص پانی زرد رنگ کا - جب یہ دونوں جمع ہوتے ہیں تو اگر مرد کا پانی غالب آ جائے تو بحکم الٰہی لڑکا ہوتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آ جائے تو اللہ کے حکم سے لڑکی ہوتی ہے - یہودی نے کہا' بے شک آپ سچے ہیں اور یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پیغمبر ہیں - پھر وہ واپس چلا گیا - اس وقت حضور ﷺ نے مجھے جواب سکھا دیا - (مسند احمد)

ابن جریر طبری میں ہے کہ یہودی عالم کے پہلے سوال کے جواب میں آپؐ نے فرمایا' اس وقت مخلوق اللہ کی مہمانی میں ہوگی پس اس کے پاس کی چیز ان سے عاجز نہ ہوگی - عمرو بن میمون رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں' یہ زمین بدل دی جائے گی اور زمین سفید میدے کی ٹکیا جیسی ہوگی جس میں نہ کوئی خون بہا ہوگا جس پر نہ کوئی خطا ہوئی ہوگی' آنکھیں تیز ہوں گی' داعی کی آواز کانوں میں ہوگی' سب ننگے پاؤں ننگے بدن کھڑے ہوئے ہوں گے یہاں تک کہ پسینہ مثل لگام کے ہو جائے گا -

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے - ایک مرفوع روایت میں ہے کہ سفید رنگ کی وہ زمین ہوگی جس پر نہ خون کا قطرہ گرا ہوگا نہ اس پر کسی گناہ کا عمل ہوا ہوگا - اسے مرفوع کرنے والا ایک ہی راوی ہے یعنی جریر بن ایوب اور وہ قوی نہیں - ابن جریر میں ہے کہ حضور ﷺ نے یہودیوں کے پاس اپنا آدمی بھیجا' پھر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے پوچھا' جانتے ہو' میں نے آدمی کیوں بھیجا ہے؟ انہوں نے کہا' اللہ ہی کو علم ہے اور اس کے رسول کو' آپؐ نے فرمایا آیت يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ الخ کے بارے میں یاد رکھو - وہ اس دن چاندی کی طرح سفید ہوگی - جب وہ لوگ آئے' آپؐ نے ان سے پوچھا' انہوں نے کہا کہ سفید ہوگی جیسے میدہ - اور بھی سلف سے مروی ہے کہ چاندی کی زمین ہوگی -

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آسمان سونے کا ہوگا - ابی فرماتے ہیں' وہ باغات بنا ہوا ہوگا - محمد بن قیس کہتے ہیں' زمین روٹی بن جائے گی کہ مومن اپنے قدموں تلے سے ہی کھا لیں - سعید بن جبیر رحمتہ اللہ علیہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ زمین بدل کر روٹی بن جائے گی - عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں - قیامت کے دن ساری زمین آگ بن جائے گی - اس کے پیچھے جنت ہوگی جس کی نعمتیں باہر سے ہی نظر آ رہی ہوں گے - لوگ اپنے پسینوں میں ڈوبے ہوئے ہوں گے - ابھی حساب کتاب شروع نہ ہوا ہوگا - انسان کا

پسینہ پہلے تو قدموں میں ہی ہوگا - پھر بڑھ کر ناک تک پہنچ جائے گا بوجہ اس سختی اور گھبراہٹ اور خوفناک منظر کے جو اس کی نگاہوں کے سامنے ہے - کعب رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں' آسمان باغات بن جائیں گے' سمندر آگ ہو جائیں گے' زمین بدل دی جائے گی - ابوداؤد کی حدیث میں ہے' سمندر کا سفر صرف غازی یا حاجی یا عمرہ کرنے والے ہی کریں - کیونکہ سمندر کے نیچے آگ ہے یا آگ کے نیچے سمندر ہے - صور کی مشہور حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زمین کو بسیط کر کے عکاظی چمڑے کی طرح کھینچے گا - اس میں کوئی اونچ نیچ نظر نہ آئے - پھر ایک ہی آواز کے ساتھ تمام مخلوق اس نئی زمین پر پھیل جائے گی - پھر ارشاد ہے کہ تمام مخلوق اپنی قبروں سے نکل کر اللہ تعالیٰ واحد و قہار کے سامنے روبرو ہو جائے گی - وہ اللہ جو اکیلا ہے اور جو ہر چیز پر غالب ہے' سب کی گردنیں اس کے سامنے خم ہیں اور سب اس کے تابع فرمان ہیں -

وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿۴۹﴾ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿۵۰﴾ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾

تو اس دن گنہگاروں کو دیکھے گا کہ زنجیروں میں ملے جلے ایک جگہ جکڑے ہوئے ہوں گے ○ ان کے لباس گندھک کے ہونگے اور آگ ان کے چہروں پر بھی چڑھی ہوئی ہوگی ○ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ دے' بے شک اللہ تعالیٰ کو حساب لیتے کچھ دیر نہیں لگنے کی ○

جکڑے ہوئے مفسد انسان : ☆☆ (آیت:۴۹-۵۱) زمین و آسمان بدلے ہوئے ہیں - مخلوق الٰہی کے سامنے کھڑی ہے' اس دن اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم دیکھو گے کہ کفر و فساد کرنے والے گنہگار آپس میں جکڑے بندھے ہوئے ہوں گے - ہر ہر قسم کے گنہگار دوسروں سے ملے جلے ہوئے ہوں گے جیسے فرمان ہے اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ ظالموں کو اور ان کی جوڑ کے لوگوں کو اکٹھا کرو - اور آیت میں ہے وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ جب کہ نفس کے جوڑے ملا دیئے جائیں - جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا یعنی جب کہ جہنم کے تنگ مکان میں وہ ملے جلے ڈالے جائیں گے تو وہاں وہ موت موت پکاریں گے - حضرت سلیمان علیہ السلام کے جنات کی بابت بھی مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ کا لفظ ہے - اصفاد کہتے ہیں قید کی زنجیروں کو - عمرو بن کلثوم کے شعر میں مصفد بمعنی زنجیروں میں جکڑے ہوئے قیدی کے آیا ہے - جو کپڑے انہیں پہنائے جائیں گے وہ گندھک کے ہوں گے جو اونٹوں کو لگایا جاتا ہے اسے آگ تیزی اور سرعت سے پکڑتی ہے - یہ لفظ قَطِرَان بھی ہے - قَطْرَان بھی ہے - ابن عباسؓ فرماتے ہیں' پگھلے ہوئے تانبے کو قطران کہتے ہیں - اس سخت گرم آگ جیسے تانبے کے ان جہنمیوں کے لباس ہوں گے - ان کے منہ بھی آگ میں ڈھکے ہوئے ہوں گے - چہروں تک آگ چڑھی ہوئی ہوگی - سر سے شعلے بلند ہو رہے ہوں گے - منہ بگڑے گئے ہوں گے - مسند احمد میں ہے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں' میری امت میں چار کام جاہلیت کے ہیں جو ان سے نہ چھوٹیں گے - حسب پر فخر - نسب میں طعنہ زنی - ستاروں سے بارش کی طلبی - میت پر نوحہ - سنو! نوحہ کرنے والی نے اگر اپنی موت سے پہلے توبہ نہ کر لی تو اسے قیامت کے دن گندھک کا کرتہ اور کھجلی کا دوپٹہ پہنایا جائے گا - مسلم میں بھی یہ حدیث ہے - اور روایت میں ہے کہ وہ جنت دوزخ کے درمیان کھڑی کی جائے گی گندھک کا کرتہ ہوگا اور منہ پر آگ کھیل رہی ہوگی - قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے کاموں کا

بدلہ دے گا۔ بروں کی برائیاں سامنے آ جائیں گی۔ اللہ تعالٰی بہت ہی جلد ساری مخلوق کے حساب سے فارغ ہو جائے گا۔ ممکن ہے یہ آیت بھی مثل آیت اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ کے ہو یعنی لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ گیا لیکن پھر بھی وہ غفلت کے ساتھ منہ پھیرے ہوئے ہی ہیں۔ اور ممکن ہے کہ یہ بندے کے حساب کے وقت کا بیان ہو۔ یعنی بہت جلد حساب سے فارغ ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ تمام باتوں کا جاننے والا ہے۔ اس پر ایک بات بھی پوشیدہ نہیں۔ جیسے ایک ویسے ہی ساری مخلوق۔ جیسے فرمان ہے مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ تم سب کی پیدائش اور مرنے کے بعد کا زندہ کر دینا مجھ پر ایسا ہی ہے جیسے ایک کو مارنا اور جلانا۔ یہی معنی مجاہد رحمتہ اللہ علیہ کے قول کے ہیں کہ حساب کے احاطے میں اللہ تعالٰی بہت جلدی کرنے والا ہے۔ ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں معنی مراد ہوں یعنی وقت حساب بھی قریب اور اللہ کو حساب میں دیر بھی نہیں۔ ادھر شروع ہوا۔ ادھر ختم ہوا واللہ اعلم۔

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾

ع ۷ ۱۱ ۱۹

یہ قرآن تمام لوگوں کے لئے اطلاع نامہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے وہ ہوشیار کر دیئے جائیں اور بخوبی معلوم کر لیں کہ اللہ ایک ہی معبود ہے اور تا کہ عقلمند لوگ سوچ سمجھ لیں ○

تمام انسان اور جن پابند اطاعت ہیں: ☆☆ (آیت:۵۲) ارشاد ہے کہ یہ قرآن دنیا کی طرف اللہ کا کھلا پیغام ہے جسے اور آیت میں نبی ﷺ کی زبانی کہلوایا گیا ہے کہ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ یعنی تا کہ میں اس قرآن سے تمہیں بھی ہوشیار کر دوں اور جسے یہ پہنچے یعنی کل انسان اور تمام جنات۔ جیسے اس سورت کے شروع میں فرمایا ہے کہ اس کتاب کو ہم نے ہی تیری طرف نازل فرمایا ہے کہ تو لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لائے الخ۔ اس قرآن کریم کی غرض یہ ہے کہ لوگ ہوشیار کر دیئے جائیں۔ ڈرا دیئے جائیں۔ اور اس کی دلیلیں، حجتیں دیکھ سن کر، پڑھ پڑھا کر تحقیق سے معلوم کر لیں کہ اللہ تعالٰی اکیلا ہی ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور عقلمند لوگ نصیحت و عبرت وعظ و پند حاصل کر لیں۔ سوچ سمجھ لیں۔

تفسیر سورۃ الحجر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱﴾

معبود مہربان رحم والے کے نام سے شروع

یہ ہیں کتاب الٰہی کی آیتیں اور کھلا اور روشن قرآن ○

تفسیر سورۃ الحجر (آیت:۱) سورتوں کے اول جو حروف مقطعہ آئے ہیں۔ ان کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ آیت میں قرآن کی آیتوں کے واضح اور ہر شخص کی سمجھ میں آنے کے قابل ہونے کا بیان فرمایا ہے۔

اللہ تعالٰی کا شکر ہے کہ پارہ نمبر ۱۳ کی تفسیر مکمل ہوئی۔